اشراق نوری

ترجمہ اردو

قدوری

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون:042-7224228-7221395

1

اشرف نوری

ترجمہ اردو

قدوری

مکتبہ رحمانیہ

اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فہرست مضامین

اشراق نوری اردو ترجمہ قدوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الطہارت

وضو کا بیان:

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ ﴾

"اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے مونہوں کو اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور دونوں ٹخنوں تک پیروں کو دھوؤ"۔

فائدہ: غسل کے معنی پانی بہانے کے ہیں اور چہرہ کی حد لمبائی میں پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک ہے اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے اسی وجہ سے جو سفیدی رخسار اور کانوں کے درمیان میں ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کا دھونا واجب یعنی ضروری ہے جوہرہ اور دوسری معتبر کتابوں میں اسی طرح ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے اور آیت میں ارجلکم کا عطف زبر کی قراءت کے مطابق وجوہ اور ایدی پر ہے معنی یہ ہیں کہ تم اپنے منہ اور ہاتھوں اور پیروں کو دھو ڈالو۔ بعض قاریوں نے محض کسرہ قریب ہونے کی وجہ سے اسے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے اور رافضیوں کا مذہب یہ ہے کہ پیروں پر بھی مسح ہی کرنا چاہیے۔ رؤس پر عطف کر کے کسرہ کی قراءت کو وہ اپنی حجت کہتے ہیں ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ کسرہ محض مجاورت اور قربت کے لحاظ سے ہے اور لحاظ لفظوں میں ہے نہ کہ معنی میں اور جوہرہ میں اسی طرح ہے۔ صاحب بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ ارجلکم پر کسرہ پڑھنا محض مجاورت کے لحاظ سے ہے۔

اس کے علاوہ امام باقر زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے وضو کیا اور دونوں پیر دھوئے پھر

فرمایا کہ میں تمہیں یہ دکھانا چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ وضو کس طرح کیا کرتے تھے آپ کا طریقہ بھی یہی تھا جس طرح اب میں نے کیا ہے اسی طرح حارث نے حضرت علی ؓ سے روایت کی ہے آپ کہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں پیروں کو دھو ڈالا کرو جیسا کہ تمہیں حکم ہے۔

نقل ہے کہ روافضیوں کا ایک مجتہد کلینی پڑھا رہا تھا اس کے گرداگرد بہت سے طالب علم بیٹھے ہوئے تھے یکایک علی ابن طالب ؓ کی یہی حدیث کلینی میں نکل آئی اس پر سب طالبعلم تعجب کی نگاہ سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کیونکہ وہ اہلسنت والجماعت کے مذہب کے موافق تھی پھر سب نے مجتہد سے پوچھا اس نے کہا کہ اس کی شرح اٹھالاؤ وہ شرح اٹھالائے تو اس میں یہ نکلا کہ ان دونوں حضرت علی ؓ نے تقیہ کر رکھا تھا اس جواب سے خود مجتہد کو اور بھی زیادہ تعجب ہوا۔ اس نے سر جھکا لیا اور بہت دیر میں سوچ کر یہ کہا کہ میرے خیال میں تو اس کا جواب سوائے اس کے اور کوئی نہیں آتا کہ اس حدیث کے راویوں میں جرح و قدح کی جائے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

فرائض وضو کا بیان ❋ ترجمہ: وضو میں چار فرض ہیں:

تین اعضا کا دھونا اور سر کا مسح کرنا۔

فائدہ: تین اعضاء سے مراد منہ دھونا۔ دونوں ہاتھ دونوں پیر ہیں حقیقت میں یہ پانچ اعضاء ہیں مگر تین ان کو اس لیے کہہ دیا ہے کہ دونوں ہاتھ دونوں پیر بمنزلہ دو اعضاء کے شمار کر لیے گئے ہیں۔

ترجمہ: دونوں کہنیاں اور دونوں ٹخنے بھی ہمارے تینوں علماء (یعنی امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک فرض غسل میں داخل ہیں امام زفر رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے اور سر کے مسح میں پیشانی کی مقدار مسح فرض ہے اور یہی مقدار چوتھائی سر کی ہے کیونکہ مغیرہ بن شعبہ ؓ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ ایک قوم کے گھورے پر پہنچے۔ وہاں آپ نے پیشاب کر کے مٹی کا استنجا کیا اور وضو کیا اور پیشانی کی مقدار سر کا مسح کیا اور جرابوں پر (بھی) مسح کیا۔

سنن وضو ❋ وضو میں یہ (نو) چیزیں سنت ہیں جس وقت کوئی سو کر اٹھے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو دھونا' ابتداء وضو کے وقت بسم اللہ پڑھنا'

مسواک کرنا' کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' دونوں کانوں کا مسح کرنا' داڑھی اور سب انگلیوں میں خلال کرنا' تین تین مرتبہ ہر عضو کو دھونا۔

مستحبات وضو ✱ وضو کرنے والے کے لیے مستحب امور یہ (چھ) ہیں۔ وضو کی نیت کرنا' سارے سر کا مسح کرنا' ترتیب وضو کا لحاظ رکھنا' یعنی جس طرح اللہ نے تعلیم دی اسی طریقہ سے کرنا۔ داہنے عضو سے شروع کرنا اور پے در پے ہر عضو کو دھونا' گردن کا مسح کرنا۔

فائدہ: داہنے عضو سے مراد یہ ہے کہ بائیں ہاتھ سے پہلے داہنے ہاتھ کو دھونے اور بائیں پیر سے پہلے داہنے پیر کو دھوئے صحیح روایت کے مطابق یہی طریقہ افضل ہے۔

نواقض وضو ✱ **ترجمہ:** اور وضو ان چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے جو دونوں راستوں (یعنی پیشاب اور پاخانہ کی جگہ) سے نکلیں۔

فائدہ: پیشاب کی جگہ سے نکلنے والی چیزیں یہ ہیں: پیشاب' منی' مذی' ودی' سنگریزہ' کیڑا' حیض اور استحاضہ کا خون جو کہ عورتوں کو بالغ ہونے کے بعد آتا ہے پیچھے سے نکلنے والی یہ چیزیں ہیں ریح' کیڑا' پاخانہ وغیرہ ان سب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے صاحب قدوری کی عبارت سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جو چیزیں ان راستوں سے نکلیں ان سے وضو ٹوٹ جاتا ہے آیا ریح اسی طرح ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جو ریح مرد کے ذکر اور عورت کی فرج سے نکلے صحیح مذہب کے مطابق اس سے وضو نہیں ٹوٹتا ہاں اگر عورت مفضاۃ ہو تو اس کو وضو کر لینا مستحب ہے واجب نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ شاید ریح پیچھے سے نکلی ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ پیشاب کی جگہ سے نکلی ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا اور وضو یقینی تھا اور ٹوٹنے میں شک ہے فقط شک سے وضو نہیں جائے گا ہاں شک رفع کرنے کے لیے وضو کر لینا مستحب ہے۔

ترجمہ: خون اور پیپ اور کچ لہو جس وقت بدن سے نکل کر اپنی جگہ سے بہہ جائیں تو اس جگہ کو بھی پاک کرنا لازم ہے اور قے جس وقت منہ بھر کر ہو اور سوتا لیٹ کر ہو یا ٹیک لگا کر یا کسی ایسی چیز کے سہارے سے کہ اگر اس کو علیحدہ کر دیا جائے تو یہ گر جائے اور بے ہوشی کے باعث عقل نہ رہتی اور دیوانہ ہو جانا (یہ سب ناقض وضو ہیں) اور قہقہہ کے ساتھ ہنسنا بھی ناقض وضو

ہے لیکن اس نماز میں جس میں رکوع سجدہ ہو (چنانچہ جنازہ کی نماز اور سجدۂ تلاوت میں ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا)

اقسام قے ✽ فائدہ۔ قے کی پانچ قسمیں ہیں فقط پانی نکلے یا کھانا یا خون یا صفرا یا بلغم۔ پہلی تینوں صورتوں میں جس وقت قے منہ بھر کے ہوگی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اس سے کم ہوگی تو نہیں ٹوٹے گا اور بلغم کی قے ہونے میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں جاتا اگرچہ منہ بھر کے بھی ہو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت منہ بھر کے ہوگی تو وضو جاتا رہے گا اور یہ اختلاف اسی صورت میں ہے جس وقت بلغم پیٹ سے آئے اگر دماغ سے آئے تو اس صورت میں کسی کے نزدیک بھی اس سے وضو نہیں جاتا یہ اجماعی مسئلہ ہے کیونکہ وہ تو اصل میں رینٹ ہوتا ہے باقی رہا خون سو وہ اگر غلیظ اور جما ہوا ہو تو جب تک منہ بھر کر قے نہ ہوگی وضو نہیں جائے گا اور اگر نرم ہو تو خواہ تھوڑا ہو یا بہت شیخین کے نزدیک اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور امام محمدؒ اسے بھی اور خلطوں جیسا حکم دیتے ہیں کہ جب تک اس کی قے منہ بھر کے نہ ہوگی تو وضو نہ جائے گا اور نہ وہ ناقض وضو ہے و جیز میں امام محمد کے قول کو صحیح کہا ہے اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ خون پیٹ سے آئے اگر دماغ سے آئے گا تو تھوڑا ہو یا بہت وہ بالاتفاق ناقض وضو ہے یعنی اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

ترجمہ: غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔ کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ سارے بدن پر پانی بہانا۔

فائدہ۔ یہ تینوں چیزیں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک ان تینوں کے علاوہ چوتھے بدن کو ملنا بھی فرض ہے امام شافعیؒ ان دونوں کے مخالف ہیں ان کے نزدیک فقط دو ہی چیزیں فرض ہیں نیت کرنا اور سب اعضاء کا دھونا۔

غسل کا مسنون طریقہ ✽ ترجمہ: غسل کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نہانے والا اول اپنے دونوں ہاتھ اور شرمگاہ کو دھوئے پھر اگر بدن پر کچھ نجاست کہیں لگی ہو تو اس کو پانی سے زائل کرے پھر ایسا ہی وضو کرے جیسا کہ نماز کے لیے کیا جاتا ہے ہاں پیروں کو نہ دھوئے پھر اپنے سر سے لے کر سارے بدن تک تین مرتبہ پانی بہائے اور اس جگہ سے علیحدہ ہو کر اب

دونوں پیروں کو دھوئے۔

فائدہ: اگر کوئی نشیب کی جگہ میں کھڑا ہو کر نہائے تو اس صورت میں بے شک پیر نہانے کے بعد دھونے اور اگر کہیں اونچی جگہ کھڑا ہو کر نہائے تو پیروں کو بھی وضو کے ساتھ دھوئے اس کے علاوہ صحیح مذہب کے مطابق ایک دفعہ سارے بدن کا دھونا تو فرض ہے اور بعد میں دو دفعہ دھونا سنت ہے اور یہ تمام احکام غسل جنابت کے ہیں۔

تشریح: غسل میں عورت کے ذمہ مینڈھیوں کا کھولنا لازم و ضروری نہیں ہے لیکن اس وقت کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔

غسل کی اقسام

فرض غسل کی اقسام ✱ ترجمہ: غسل لازم کرنے والی یہ چیزیں ہیں مرد و عورت سے شہوت کے ساتھ کود کر منی کا نکلنا۔ حشفہ کا اندام نہانی میں غائب ہونا اگرچہ انزال نہ ہو عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

فائدہ: یہ چاروں غسل مذکورہ فرض ہیں امام شافعی کا قول یہ ہے کہ منی خواہ کسی طرح نکلے منی شہوت سے یا بلا شہوت غسل کرنا لازم ہے ان کی دلیل یہ ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ "الماء من الماء" یعنی منی نکلنے سے غسل کرنا لازم ہے اور ہماری دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ قول ہے کہ "اذا لم یکن یدفق الماء فلا تغتسل" (یعنی جس وقت منی کود کے نہ نکلے تو تم غسل نہ کیا کرو) اور یہ ظاہر ہے کہ کود کر منی کا نکلنا شہوت ہی کے وقت ہوتا ہے پھر امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہونا معتبر ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منی نکلتے وقت شہوت کا ہونا معتبر ہے۔

غسل مسنون کا بیان ✱ ترجمہ: جمعہ عیدین احرام عرفہ (چاروں) کے لیے غسل کرنا رسول اللہ ﷺ نے مسنون فرمایا ہے مذی اور ودی میں غسل کرنا لازم نہیں ہے اور ان میں وضو کرنا لازم ہے۔

فائدہ: امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ

نے فرمایا ہے کہ مَنْ اَتَى الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ یعنی جو شخص جمعہ میں آنے کا ارادہ کرے اسے غسل کر لینا چاہیے ہم کہتے ہیں کہ یہ امر وجوب نہیں ہے کیونکہ دوسری حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَ نِعْمَ وَ مَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ اَفْضَلُ یعنی جس نے جمعہ کے دن وضو کر لیا وہ بھی بہتر اور اچھا ہے اور جس نے غسل کر لیا تو وہ اور بھی افضل ہے اور جمہور سلف اور خلف کا یہی مذہب ہے فقہاء کا قول بھی یہی ہے کہ یہ غسل مسنون ہے واجب نہیں ہے۔

اور غسل واجب مردے کو غسل دینا ہے اور جس وقت لڑکا بالغ ہو یا کافر مسلمان ہو تو اسے غسل کر لینا مستحب ہے۔

پانی کے اقسام واحکام ✽ ترجمہ: بارش اور جنگلوں اور چشموں اور کنوؤں اور دریاؤں کے پانی سے وضو وغیرہ کر لینا جائز ہے اور اس پانی سے جائز نہیں ہے جو کسی گھاس وغیرہ اور پھل سے نچوڑ لیا گیا ہو اور نہ ایسے پانی سے جائز ہے جس پر کوئی اور شے غالب آ کر پانی کی طبیعت سے اسے نکال دے جیسے سب قسم کے شرب سرکہ شوربہ باقلا اور گاجر کا پانی گلاب۔

فائدہ: پانی کی دو قسمیں ہیں مطلق مقید مطلق پانی وہ ہیں جن سے وضو کر لینا جائز کہا گیا ہے۔ اور مقید وہ ہیں جن سے وضو وغیرہ صحیح نہیں کہا گیا ہاں اگر کہیں نجاست لگ گئی ہو تو ان مقید پانیوں سے اس کو دھو لینا جائز ہے پانی کی طبیعت رقت اور سیلان ہے جس پانی کی کسی چیز کے مل جانے سے یہ حالت باقی نہ رہے اس سے وضو وغیرہ جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اس پانی سے وضو وغیرہ جائز ہے جس میں کوئی پاک چیز مل کر اس کے ایک وصف کو بدل دے جیسے مد کا پانی اور وہ پانی جس میں اشنان صابن زعفران ملا ہوا ہو۔

فائدہ: پانی کے تین وصف ہیں رنگ مزہ بو۔ اگر پانی میں کسی چیز کے مل جانے یا ایک جگہ دیر تک ٹھہرے رہنے سے ان میں سے ایک وصف بدل جاتا ہے تو اس پانی سے وضو جائز ہے اگر دو وصف جاتے رہیں تو اس سے جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جس وقت کسی ٹھہرے ہوئے پانی میں کچھ نجاست گر جائے خواہ تھوڑی ہو یا بہت تو اس سے وضو جائز نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے نجاست سے پانی کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا "لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ" الخ یعنی ٹھہرے ہوئے پانی میں نہ پیشاب کرنا چاہیے اور نہ

جنابت کا غسل کرنا چاہیے اور فرمایا: "اذا استیقظ احدکم الخ" یعنی جس وقت تم میں سے کوئی سو کر اٹھے تو وہ اپنے ہاتھ کو تین دفعہ دھوئے بغیر برتن میں نہ ڈالے کیونکہ اسے خبر نہیں کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں کہاں رہا ہے۔

فائدہ: ٹھہرے ہوئے پانی میں نجاست گر جانے سے اس سے وضو جائز نہ ہونا خاص اس صورت میں ہے کہ وہ پانی دہ در دہ نہ ہو جیسے اکثر مسجدوں میں حوض بنے ہوئے ہیں چونکہ یہ دہ در دہ ہوتے ہیں اس لیے ان میں نجاست گر جانے پر بھی وضو کرنا جائز ہے۔

ترجمہ: لیکن جاری پانی میں جس وقت نجاست گر جائے تو اس سے وضو کر لینا جائز ہے جب تک کہ اس نجاست کا اثر معلوم نہ ہو کیونکہ جاری پانی میں نجاست نہیں ٹھہرا کرتی۔

فائدہ: نجاست کے اثر سے یہ مراد ہے کہ اس کا رنگ اور مزہ اور بدبو پانی میں معلوم نہ ہو اور یہ حکم رقیق نجاست کا ہے لیکن جس وقت پانی میں کوئی مرا ہوا جانور پڑا ہو تو اگر اس کا اکثر حصہ یا نصف حصہ پانی میں ہے تو اس پانی کا استعمال جائز نہیں ہے اور اگر کم حصہ پانی میں ہے اور زیادہ حصہ باہر ہے اور پانی خوب زور سے بہہ رہا ہے تو اس کو استعمال میں لانا جائز ہے جس وقت اس میں نجاست کا اثر معلوم نہ ہو۔

ترجمہ: اور غدیر عظیم (یعنی بڑا حوض) وہ ہے جس کے ایک طرف جنبش دینے سے دوسری طرف جنبش نہ ہو جس وقت اس میں ایک طرف نجاست گر جائے تو دوسری طرف وضو کر لینا جائز ہے کیونکہ ظاہر بھی یہی ہے کہ اس طرف نجاست نہ پہنچی ہوگی۔

فائدہ: جس میں ایک طرف جنبش دینے سے دوسری طرف جنبش نہ ہو اسے آب کثیر کہتے ہیں فقہاء نے اس کی مقدار دہ در دہ مقرر کر دی ہے اور اگر ادھر جنبش دینے سے ادھر بھی جنبش ہو تو اس پانی میں نجاست گر جانے پر اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہے مثلاً مچھر، مکھی، بھڑ، بچھو ان کے پانی میں مر جانے سے پانی خراب نہیں ہوتا اور نہ ان کے مر جانے سے خراب ہوتا ہے جو پانی ہی میں رہتے ہیں جیسے مچھلی، مینڈک، کیکڑا وغیرہ۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کھانے یا پینے کی چیز میں کوئی ایسا جانور

کرے جس میں بہتا ہوا خون نہ ہو تو اس چیز کا کھانا پینا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ ناپاک کرنے والا وہی خون ہوتا ہے کہ جس کے اجزا اس جانور کے مرتے وقت اس چیز میں مل جائیں یہاں تک کہ ذبح کیا ہوا جانور اسی لیے حلال ہوتا ہے کہ اس میں خون نہیں ہوتا۔ علی ھذا القیاس ان جانوروں میں بھی خون نہیں ہے اور حرام ہونے کے لیے نجاست کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسے مٹی کہ نجس نہیں لیکن اس کا کھانا حرام ہے۔

ترجمہ: اور مستعمل پانی کا استعمال طہارت احداث میں جائز نہیں ہے اور مستعمل پانی وہ ہے جس سے کوئی ناپاکی دھوئی گئی ہو یا قربت (الٰہی) کے ارادہ سے بدن میں استعمال کیا گیا ہو۔

فائدہ: طہارت احداث سے یہ مراد ہے کہ وضو ٹوٹ جانے کے بعد پھر وضو کرے اور مستعمل پانی میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پانی کا حکم مثل نجاست خفیفہ کے ہے جیسے ان جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھانا حلال ہے کہ اگر چوتھائی کپڑے سے زیادہ بھر جائے تو اس سے نماز جائز نہ ہوگی اور اگر کم لگے تو نماز جائز ہے یہی حکم ان کے نزدیک مستعمل پانی کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے لیکن دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا یعنی وضو اس سے جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مثل نجاست غلیظہ کے ہے یعنی جیسے خون اور شراب وغیرہ کہ اگر یہ چیزیں اور مستعمل پانی کسی کپڑے وغیرہ پر مقدار درہم سے زیادہ لگ جائیں تو بنا پاک کیے نماز نہ ہوگی اور اگر کم لگے تو نماز ہو جائے گی اور ترجمہ میں قربت الٰہی سے مراد یہ ہے کہ ثواب کے لیے وضو کرے۔

کھال اور بالوں کا حکم ✱ **ترجمہ:** اور ہر کھال دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے اس پر نماز پڑھنا اور وضو کرنا جائز ہے سوائے سور اور آدمی کی کھال کے۔

فائدہ: یعنی ان دونوں کی کھالوں پر دباغت کے بعد بھی نماز وغیرہ نہیں ہوتی' سور کی کھال پر تو بوجہ پلیدی کے اور آدمی کی کھال پر بوجہ اس کی بزرگی کے نماز کے لیے بچھانے میں اس کی اہانت ہوتی۔

ترجمہ: مردار جانور کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں۔

فائدہ: یعنی ہمارے علماء کے نزدیک جس وقت ان میں خون وغیرہ کی کوئی آلائش نہ لگی ہوئی

ہو ورنہ آلائش کی وجہ سے ناپاک ہوں گے۔

کنویں کی پاکی اور ناپاکی کا بیان ✽ ترجمہ: اور جب کنویں میں نجاست گر جائے تو اول اس نجاست کو نکالا جائے اور پھر کنویں کو پاک کرنے کے لیے اس کا سارا پانی نکالا جائے پھر اس میں چوہا یا چڑیا یا ممولا یا ممولا یا بجگا یا چھپکلی گر کر مر گئی ہے تو ڈول کے چھوٹے بڑے ہونے کے اعتبار سے بیس سے لے کر تیس ڈول نکال دیئے جائیں۔

فائدہ: بیس ڈول نکالنے ضروری ہیں اور تیس نکال دینے مستحب ہیں۔

ترجمہ: اور اگر کبوتر یا بلی یا مرغی گر کر مر گئی ہے تو اس صورت میں چالیس سے لے کر پچاس تک ڈول نکالے جائیں۔

فائدہ: ایک روایت میں ساٹھ تک نکالنا بھی ہیں لیکن اس طرح چالیس نکالنے ضروری ہیں اور اس سے زیادہ نکال دینے مستحب ہیں کیونکہ ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس کنویں کے بارے میں فرمایا جس میں مرغی گر کر مر گئی تھی کہ اس میں سے چالیس ڈول پانی نکال دیا جائے اور اگر کنویں میں دو چوہے گر کر مر جائیں تو اس صورت میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ بیس سے تیس ڈول تک نکالیں اور اگر تین چوہے گر کر مر جائیں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چالیس سے لے کر ساٹھ ڈول تک نکالیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہی بیس سے تیس تک ہیں اگر چار چوہے گر کر مر جائیں تب بھی یہی حکم ہے اور پانچ چوہے گر کر مر جائیں تو بالاتفاق چالیس سے ساٹھ تک ڈول نکالیں اور اگر چھ یا سات یا آٹھ یا نو گر پڑیں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر دس گر جائیں تو ان کا حکم ایک بکری کا سا ہے یعنی اس کنویں کا سارا پانی نکالنا چاہیے۔

ترجمہ: اور اگر اس میں کتا یا بکری یا آدمی گر کر مر جائے تو اس کا سارا پانی نکالا جائے۔

فائدہ: کتے کا کنویں میں گر کر مر جانا شرط نہیں ہے بلکہ اگر وہ زندہ بھی نکل آئے گا تب بھی سارا ہی پانی نکالا جائے گا اور یہی حکم ان سب جانوروں کا ہے جن کا جھوٹا ناپاک یا مشکوک ہے اگرچہ وہ زندہ ونکل آئیں اور جس جانور کا جھوٹا مکروہ ہے اس کے کنویں میں گر جانے پر کنویں کا پانی بھی مکروہ ہوگا جس وقت وہ زندہ نکل آئیں تو اس میں سے دس ڈول پانی نکال دیا جائے۔

ترجمہ: اور اگر حیوان کنویں میں گر کر پھول جائے یا پھٹ جائے تو اس کا سارا پانی نکالنا چاہیے خواہ حیوان چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور ڈولوں کی گنتی اس اوسط درجہ کے ڈول کے اعتبار سے کر لی جائے گی جو ان شہروں کے کنوؤں پر (روزمرہ) استعمال کیا جاتا ہو پس اگر ایک چرس سے اس قدر پانی نکالا گیا جو وسط درجہ کے بہت سے ڈولوں سے نکلتا ہو تو اس اوسط درجہ کے ڈول سے اس کا حساب کر لیا جائے گا۔

فائدہ: ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک ڈولوں کی گنتی شرط نہیں ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک شرط ہے مثلاً اگر ایک ڈول ایسا کھینچا گیا جس میں اوسط درجہ کے بیس ڈولوں کا پانی آ سکتا ہے تو اس ایک ڈول کو تینوں اماموں کے نزدیک بیس ڈول شمار کریں گے اور امام زفرؒ کے نزدیک یہ ایک ہی ڈول شمار ہوگا اور انیس ڈول اور ایسے ہی کھینچنے پر کنواں پاک ہوگا اور فتویٰ ائمہ ثلاثہ کے قول پر ہے۔

ترجمہ: اور اگر کنواں جاری ہے جو صاف نہیں ہو سکتا حالانکہ اس کا صاف کرنا ضروری ہے تو اس کے پانی کا اندازہ کر کے اس میں سے اتنا ہی پانی نکال دیں۔

فائدہ: کنویں کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا سوت کھلا ہوا ہو جس قدر پانی اس سے نکالیں اتنا ہی اور آ جائے اور ترجمہ میں اتنا ہی نکال دینے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اعتبار صرف اسی پانی کا ہے جو نجاست کنویں میں گرنے کے وقت تھا اندازہ کرنے کے بعد جس وقت اتنا پانی نکال دیا جائے گا تو وہ کنواں پاک ہو جائے گا اگرچہ سوت کھلا ہونے کی وجہ سے اس کا پانی کم بھی نہ ہو۔

ترجمہ: اور امام محمد بن حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ایسے کنویں میں سے دو سو سے لے کر تین سو ڈول تک نکال دیے جائیں۔

فائدہ: اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے مختلف اقوال ہیں امام ابوحنیفہؒ سے تین اقوال مروی ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ ایسے کنویں میں سے سو ڈول پانی نکال دیں۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دو سو ڈول۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ سارا پانی نکالیں لیکن سارا پانی نکالنے کی کچھ تفصیل

مروی نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے بھی چند قول ہیں۔

۱۔ پہلا قول یہ ہے کہ جن لوگوں کو پانی کے اندازہ کرنے کا علم ہو تو جتنا وہ کہیں اتنا ہی پانی نکال دیا جائے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے پانی کو ناپ کر لمبائی چوڑائی میں اس کے برابر ایک گڑھا کھودیں اور سب پانی اس میں ڈالتے جائیں جس وقت وہ گڑھا بھر جائے اس وقت سمجھیں کہ اب یہ کنواں پاک ہو گیا۔

اور امام محمدؒ کے بھی دو قول ہیں۔

۱۔ ایک قول میں دو سو ڈولوں سے نکالنا موقوف ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

۲۔ اور دوسرے میں ڈھائی سو سے تین سو تک ہے۔

ترجمہ: اور جس وقت کنویں میں سے مرا ہوا چوہا یا کچھ اور نکلے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے اور نہ وہ پھول کر پھٹا ہے تو جن لوگوں نے اس سے وضو کیا وہ ایک دن رات کی نمازوں کو لوٹا لیں اور ان سب چیزوں کو دھوئیں جن میں اس کا پانی لگا ہوا ہو اور اگر وہ جانور پھول گیا ہے یا پھٹ گیا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق تین دن رات کی نمازیں لوٹائیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ جانور کب گرا ہے ان لوگوں کے ذمہ کسی چیز کا لوٹانا نہیں ہے۔

آدمی اور دیگر حیوانات کے جھوٹے کا حکم **ترجمہ:** آدمی کا اور ان جانوروں کا جھوٹا پاک ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور کتے سور اور جنگلی درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے اور بلی اور کھلی چرنے والی مرغی اور شکاری پرندوں کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔

ترجمہ: گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے پس اگر کسی کے پاس یہی (مشکوک) پانی ہو اور دوسرا پانی نہیں ہے تو وضو اور تیمم دونوں کرے اور ان میں سے جس سے چاہے شروع کرے۔

فائدہ: ائمہ ثلاثہ کا اس پر اتفاق ہے کہ وضو اور تیمم کی تقدیم و تاخیر میں اس شخص کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے مقدم و مؤخر کرے لیکن امام زفرؒ کا قول یہ ہے کہ پہلے وضو کرے پھر تیمم کرے۔

باب التیمم

تیمم کے مسائل

ترجمہ: جو شخص مسافر ہو اور (سفر میں) اسے پانی نہ ملے یا کوئی شہر سے باہر ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان ایک میل کے قریب یا اس سے زائد فاصلہ ہو، پانی مل جائے لیکن یہ مریض ہو اور اندیشہ ہو کہ اگر پانی کو استعمال کرے گا تو مرض اور بڑھ جائے گا یا جنبی کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر پانی سے غسل کیا تو سردی سے مر جائے گا یا بیمار ہو جائے گا تو ایسے لوگ پاک مٹی سے تیمم کر لیں۔

فائدہ - اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ کوئی جنازہ آ جائے اور اس کا ولی وارث کوئی اور ہو یا کوئی عید کی نماز پڑھنے کے لیے عیدگاہ وغیرہ میں گیا اور نماز تیار ہے اور یہ ڈر ہے کہ وضو کرنے تک نماز جاتی رہے گی تو جائز ہے کہ تیمم کرے جیسا کہ آگے متن میں اس کا بیان آئے گا۔

تیمم کا طریقہ ✽ ترجمہ: تیمم کی دو ضربیں ہیں ایک ضرب منہ پہ مسح اور دوسری کو دونوں ہاتھوں پہ کہنیوں تک۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ و ضربۃ للذراعین۔ یعنی تیمم دو ضربوں کا نام ہے ایک منہ کے لیے دوسری دونوں ہاتھوں کے لیے چہروں پہ تیمم کرنا ہوگا اور تیمم میں استیعاب بہت ضروری ہے کیونکہ یہ وضو کے قائم مقام ہوتا ہے اور اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ تیمم کرتے ہوئے انگلیوں میں خلال کرے اور انگوٹھی نکال لے تاکہ تیمم میں نقص نہ رہے۔

ترجمہ: جنابت اور حدث میں تیمم یکساں ہے۔

فائدہ - یعنی غسل کے عوض بھی اجازت میں بھی کیونکہ مروی ہے کہ کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہم ریتی کے رہنے والے ہیں ہمیں ایک ایک اور دو دو مہینے تک پانی نہیں ملتا اور ہم میں جنبی وغیرہ سب طرح کے آدمی ہوتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ تم

پاک مٹی سے تیمم کرنا جائز ہوا۔

متفرقات ❋ ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ان چیزوں سے تیمم کرنا جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہوں جیسے مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونہ، سرمہ، ہڑتال اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ مٹی اور ریت کے سوا اور کسی چیز سے جائز نہیں ہے۔

فائدہ: زمین کی جنس سے مراد یہ ہے کہ دھات کی قسم سے نہ ہوں جو چیز گلانے سے گل جائے اس سے تیمم جائز نہیں ہے جیسے سونا چاندی، تانبا، پیتل، رانگ وغیرہ۔

ترجمہ: نیت تیمم میں فرض ہے اور وضو میں مستحب ہے۔

فائدہ: یعنی تینوں اماموں کے نزدیک امام زفرؒ کا یہ قول ہے کہ دونوں میں مستحب ہے اور امام شافعی کے نزدیک دونوں میں فرض ہے۔

ترجمہ: اور تیمم ان چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے کہ جن سے وضو ٹوٹتا ہے اور تیمم پانی کے دیکھنے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے جس وقت کہ اس کے استعمال کی قدرت ہو اور تیمم پاک ہی مٹی سے کرنا جائز ہے۔

فائدہ: پاک ہی مٹی سے تیمم جائز ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "صعیدًا طیبًا" میں طیب سے مراد پاک مٹی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ مٹی پاکی کا ذریعہ ہے پس اسے بھی فی نفسہ پاک ہونا چاہیے جیسے کہ پانی۔

ترجمہ: اور جس شخص کو پانی نہ ملے اور (نماز کے) آخر وقت تک پانی مل جانے کی امید ہو تو اس کے لیے نماز کو آخر وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے۔

فائدہ: یہاں امید سے مراد یقین یا ظن غالب ہے اور اگر ایسی امید پانی مل جانے کی نہ ہو تو پھر مستحب وقت سے نماز کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: پس اگر پانی مل گیا تو وضو کر کے نماز پڑھ لے ورنہ تیمم ہی سے جس قدر فرائض و نوافل چاہے پڑھ لے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک ہے کہ ایک تیمم سے کئی وقتوں کے فرض ادا کرنا جائز ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ ایک تیمم سے ایک ہی وقت کے فرض ادا کر سکتا ہے چند فرض اس سے ادا کرنے جائز نہیں ہیں ہاں نفلیں جس قدر چاہے ادا کرے۔

ترجمہ: اور جس وقت کوئی جنازہ آجائے اور اس کا ولی کوئی اور ہو اور یہ خوف ہو کہ اگر وضو کیا تو جنازہ کی نماز جاتی رہے گی تو ایسی صورت میں تندرست مقیم کے لیے بھی جائز ہے کہ تیمم کر کے (اس جنازہ کی) نماز پڑھ لے۔

فائدہ: ولی اور مولی کی قید اس لیے ہے کہ اسے تیمم سے پڑھنی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دوبارہ بھی پڑھ سکتا ہے اور اس صورت میں تیمم سے نماز جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اذا جاءتک جنازۃ و انت علی غیر وضوء فتیمم" یعنی اگر تمہارے پاس کوئی جنازہ آجائے اور تمہیں وضو نہ ہو تو (اس کی نماز کے لیے) تم تیمم کرلیا کرو۔

ترجمہ: اور یہی حکم اس شخص کے لیے بھی ہے جو عیدگاہ وغیرہ میں نماز کے لیے گیا ہو اور یہ خوف ہو کہ اب وضو کیا تو عید کی نماز فوت ہو جائے گی (تو یہ بھی تیمم کر کے نماز پڑھ لے) اور اگر کسی جمعہ پڑھنے والے کو یہ خوف ہو کہ وضو کرنے تک جمعہ جاتا رہے گا تو اسے وضو ہی کرنا چاہیے پھر اگر جمعہ مل جائے تو جمعہ کی نماز پڑھ لے ورنہ ظہر کے چار فرض پڑھ لے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے لیے تیمم نہ کرے کیونکہ جمعہ نہ ملنے پر ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے۔

ترجمہ: اور ایسے ہی اگر نماز کا وقت تنگ ہو گیا ہو اور یہ خوف ہو کہ اگر وضو کیا تو وقت باقی نہ رہے گا یہ شخص بھی تیمم نہ کرے بلکہ وضو کر کے اپنی قضا نماز پڑھ لے اور جب مسافر اپنے اسباب میں پانی رکھ کر بھول گیا اور اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر اسی وقت پانی یاد آ گیا تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک نماز کو نہ پھیرے اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ پھیرے۔

فائدہ: مسافر کی قید یہاں اتفاقی ہے کیونکہ اس صورت میں مقیم کا بھی یہی حکم ہے چنانچہ قاضی خان میں اس کی تصریح ہے مصنف نے یہ قید اس لیے بڑھا دی ہے کہ اکثر مسافر ہی پانی ساتھ رکھا کرتے ہیں اور اسباب رکھنے کی قید اس لیے ہے کہ اگر پانی سواری کے اوپر تھا یا اس کی گردن میں لٹکا ہوا تھا یا سامنے رکھا ہوا تھا پھر اس نے بھول کر تیمم سے نماز پڑھ لی تو یہ نماز بالاتفاق نہ ہوگی کیونکہ اس میں بھولنے کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: جب تیمم کرنے والے کو غالب گمان یہ نہ ہو کہ میرے قریب پانی ہے تو اسے پانی تلاش کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر اسے یہ غالب گمان ہے کہ یہیں کہیں پانی ہے تو پانی کو تلاش

کیے بغیر اسے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے ائمہ کے نزدیک ہے کہ اگر پانی قریب ہونے کی کوئی علامت مثلاً سبزہ یا کھالے وغیرہ کچھ معلوم ہوں تو اسے پانی تلاش کرنا ضروری ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ خواہ کوئی علامت معلوم ہو یا نہ ہو وہ شخص اپنے چاروں طرف دائیں بائیں آگے پیچھے ایک ایک میل پانی کو تلاش کرے اگر نہ ملے تب تیمم کر کے نماز پڑھے اور اگر کوئی کسی اور تلاش کرنے والے کو بھیج دے تو اس کا تلاش کرنا اس کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر سفر میں اپنے ساتھی کے پاس پانی ہے تو چاہیے کہ تیمم کرنے سے پہلے اس سے پانی مانگے پس اگر وہ نہ دے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔

فائدہ: اور اگر وہ دے دے تو وضو کر کے نماز پڑھے پانی مانگنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ غالب گمان یہ ہے کہ وہ اتنا پانی دے دے گا اور اگر بلا مانگے نماز پڑھ لی پھر وہ پانی دینے لگا تو اب نماز کو نہ پھیرے اور اگر اس نے پانی مانگا اور اس نے نہ دیا اور اس نے تیمم سے نماز پڑھ لی پھر دوسرا ساتھی پانی دینے لگا تو اب بھی نماز لوٹ پھیرے۔

باب المسح علی الخفین

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

ترجمہ: موزوں پر مسح کرنا سنت کی وجہ سے جائز ہے ایسے حدث سے جو باعث وضو ہو (اور جس وقت وضو کی حالت میں موزوں کو پہن کر حدث ہوا ہے)

فائدہ: ایسے حدث سے جو باعث وضو ہو اس سے مراد یہ ہے کہ جو حدث باعث غسل ہو اس میں موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور سنت کی وجہ سے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسح کرنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔

مسح کی مدت **ترجمہ:** پس اگر مقیم ہے تو ایک رات دن مسح کرے اور اگر مسافر ہے تو تین رات دن کرے۔

فائدہ: کسی شخص کو موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنابت عادۃً ہر وقت نہیں ہوتی لہذا موزوں کے نکالنے میں زیادہ حرج نہیں ہے بخلاف حدث کے کہ وہ تو ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔

مسح کو توڑنے والی صورتیں ترجمہ: اور جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہی موزوں کے مسح کو بھی توڑتی ہیں اور اسے موزوں کا نکالنا اور مدت کا تمام ہونا بھی توڑ دیتا ہے۔

فائدہ: یعنی وضو ٹوٹنے کے بعد موزوں کے نکالنے سے بھی مسح جاتا رہتا ہے کیونکہ موزہ حدث کے اثر سے مانع ہوتا ہے اور جب موزہ نکال لیا تو مانع نہ ہونے کی وجہ سے حدث کا اثر پیر میں ہو جاتا ہے۔ اور بعض علماء نے موزہ کی پھٹن کو بھی اس مسح کو توڑنے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔

ترجمہ: پس جب مسح کی مدت تمام ہو جائے (اور وضو ہو) تو دونوں موزوں کو نکال کر پیروں کو دھوئے اور نماز پڑھے اور باقی وضو کو پورا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے کہ مدت تمام ہونے کے بعد اگر وضو ہے تو فقط پیر دھوئے دوسرا وضو نہ کرے ورنہ از سر نو وضو کرے اور امام شافعی کے نزدیک وضو ہو یا نہ ہو از سر نو وضو کرے۔

ترجمہ: اور اگر کسی مقیم نے مسح شروع کیا پھر ایک رات دن تمام ہونے سے پہلے وہ مسافر ہو گیا تو پورے تین دن رات مسح کرے اور اگر کسی مسافر نے مسح شروع کیا تھا پھر وہ مقیم ہو گیا (یعنی شہر میں اپنے پہنچ گیا یا اقامت کی نیت کر لی) تو اگر وہ ایک رات دن یا اس سے زیادہ مسح کر چکا ہے تو موزوں کو نکال لے (اور پیروں کو دھوئے) اور اگر اس سے کم کیا ہے تو ایک رات دن پورا مسح کرے اور جس نے موزے کے اوپر جرموق پہن لی تو وہ اس پر مسح کرے۔

فائدہ: جرموق ایک قسم کا جوتا ہے جسے موزے پر پہنتے ہیں وہ سارے قدم کو مع کسی قدر پنڈلی کے ڈھک لیتا ہے اس پر مسح جائز ہے۔

جوربوں کی اقسام ترجمہ: جرابوں پر مسح کرنا (امام ابوحنیفہ کے نزدیک) جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ مجلد یا منعل ہوں اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز ہے جس وقت وہ ثخین

آئے تو وہ حیض نہیں استحاضہ ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کے دس دن ہیں اور جو اس سے بھی زیادہ ہو جائے تو وہ بھی استحاضہ ہے۔

فائدہ: یہ حکم جو متن میں مذکور ہے یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام شافعی کے نزدیک کم مدت ایک روز ہے اور زیادہ مدت پندرہ روز ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک کم مدت ایک ساعت ہے اور زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں۔

حیض کے رنگ ❀ **ترجمہ:** اور جو عورت حیض کے دنوں میں (خون کا رنگ) سرخ یا زرد یا سیاہ دیکھے تو یہ سب حیض ہے یہاں تک کہ خالص رنگ سفید دیکھے۔

فائدہ: یعنی جب عورت خالص سفیدی دیکھے تو اس کے حیض کے دن ختم ہو گئے اور وہ پاک ہے اور حیض کے سیاہ خون میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک شروع اور آخر میں سیاہی حیض ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شروع میں سیاہ خون آئے تو حیض نہیں اور آخر میں آئے تو حیض ہے۔

احکام حیض کا بیان ❀ **ترجمہ:** اور حیض حیض والی (کے ذمہ) سے نماز کو ساقط کرتا ہے اور اسے روزہ رکھنا حرام ہے اور روزہ قضا کیا جاتا ہے (یعنی بعد میں رکھا جاتا ہے) اور نماز قضا نہیں کی جاتی اور نہ اس عورت کو مسجد میں جانا جائز ہے اور نہ خانہ کعبہ کا طواف کرنا جائز ہے اور نہ اس کا خاوند اس کے پاس آئے (یعنی صحبت نہ کرے) اور نہ حائضہ اور جنبی کو قرآن شریف کا پڑھنا جائز ہے اور نہ بے وضو (اور حیض والی) کو بغیر غلاف کے قرآن شریف کا چھونا جائز ہے۔

فائدہ: حیض کے یہ سات احکام ہیں جو متن میں بیان ہوئے ہیں ان کے علاوہ آٹھواں حکم اس کا یہ بھی ہے کہ اگر اس کا خاوند اسے طلاق دے دے تو تین حیض اس کی عدت میں گزارے۔ اگر قرآن شریف کی چولی اس میں سلی ہوئی ہے تو وہ بھی قرآن کے حکم میں ہے ورنہ اسے ہاتھ لگانا جائز ہے۔ متن میں غلاف سے مراد جزدان ہے۔

ترجمہ: اور جب حیض کا خون (آنا) دس روز سے پہلے موقوف ہو جائے تو اس سے صحبت جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ غسل کرے یا اس پر ایک کامل نماز کا وقت گذر جائے اور اگر

دس کا خون دس روز میں موقوف ہوا ہے تو اس سے صحبت غسل سے پہلے بھی جائز ہے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے اور امام شافعی اور امام زفر کے نزدیک اس صورت کا بھی یہی حکم ہے کہ بغیر غسل کے صحبت جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جب حیض کے دنوں میں دو خونوں کے بیچ میں پاکی ہو جائے (یعنی خون آنا بند ہو جائے) تو یہ جاری خون کے حکم میں ہے۔

فائدہ: یعنی دس روز کے اندر اگر دو خونوں کے بیچ میں پاکی واقع ہو تو یہ پاکی بھی مثل خون جاری کے ہے۔

ترجمہ: اور پاکی کے کم از کم پندرہ روز ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

فائدہ: یعنی جب عورت پاک رہنے لگے تو وہ نماز روزہ سب کرے اگرچہ ساری عمر اسی طرح گذر جائے۔

استحاضہ کا بیان ✱ **ترجمہ:** اور استحاضہ کا خون وہ ہے جو تین روز سے کم یا دس روز سے زیادہ تک آئے۔

فائدہ: اصل میں استحاضہ کے پانچ خون ہیں۔ دو یہ جو متن میں بیان ہوئے اور تیسرا وہ جو نو برس کی عمر سے پہلے آئے چوتھا وہ کہ جو حمل کی حالت میں آئے پانچواں وہ کہ جو ولادت کے بعد چالیس روز سے زیادہ تک آئے۔

مستحاضہ اور دیگر معذورین کے احکام ✱ **ترجمہ:** دم استحاضہ کا حکم مثل نکسیر کے حکم کے ہے کہ نماز اور روزہ اور صحبت کو منع نہیں کرتا اور جب خون دس روز سے زیادہ آئے اور اس عورت کی عادت مقرر ہے تو عادت کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے۔

فائدہ: اس رجوع کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ عادت کے ایام کے بعد اس نے جو نمازیں ترک کی ہیں ان کی قضا کرے اور اگر کسی کی عادت مقرر نہیں ہے تو اس کے دس روز حیض کے ہوں گے اور باقی استحاضہ کے۔

: اور اگر عورت استحاضہ ہی کی حالت میں بالغ ہوئی تو ہر مہینے کے دس روز حیض میں

شمار ہوں گے اور باقی استحاضہ میں اور مستحاضہ عورت اور جسے سلس البول ہو یا ہر وقت نکسیر جاری رہتی ہو یا تا سور ہو تو یہ لوگ ہر وقت کی نماز کے لیے نیا وضو کیا کریں اور وقت کے اندر اس وضو سے جس قدر فرض اور نفلیں چاہے پڑھ سکتے ہیں اور جب وقت نکل جائے گا تو ان کا وضو باطل ہو جائے گا اور ان کو ہر نماز کے لیے جدید وضو کرنا لازم ہے۔

فائدہ۔ فقہاء کی اصطلاح میں سلس البول وغیرہ مرض والوں کو صاحب عذر کہتے ہیں۔ ہمارے علماء کے نزدیک وقت رہنے تک یہ جس قدر چاہیں ایک وضو سے نماز پڑھ سکتے ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک فرض اور نفلیں جس قدر چاہیں پڑھ سکتے ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک فقط ایک فرض اور ایک ہی نفل پڑھ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ فقہاء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ صاحب عذر کا وضو وقت نکلنے سے باطل ہوتا ہے یا کہ دوسرا وقت شروع ہو جانے سے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ فقط وقت نکلنے سے باطل ہوتا ہے۔ اور امام یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک وقت نکلنے اور دوسرا وقت شروع ہونے دونوں سے باطل ہوتا ہے۔

امام زفرؒ کے نزدیک دوسرے وقت کے شروع ہو جانے سے باطل ہوتا ہے اس اختلاف کا فائدہ اس مسئلہ میں ظاہر ہوگا۔

مثلاً اگر کسی صاحب عذر نے صبح کی نماز وضو کر کے پڑھی تو ہمارے علماء کے نزدیک اس وضو سے چاشت کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس پر فتویٰ ہے کیونکہ صبح کا وقت نکل جانے سے اس کا وضو باطل ہو چکا ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک چاشت کی نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک دوسرا وقت شروع ہونے سے وضو باطل ہوگا اور اسی طرح اگر کسی نے چاشت کی نماز کے لیے وضو کیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے اور امام زفرؒ کے نزدیک نہیں پڑھ سکتا اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا بھی ہے۔

نفاس کا بیان: اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آئے اور جو خون حاملہ عورت کو آئے یا بچہ پیدا ہونے سے پہلے ولادت کے وقت آئے وہ استحاضہ ہے۔

فائدہ: اگرچہ یہ خون حیض کے نصاب کو پہنچ جائے تب بھی یہ استحاضہ ہی شمار ہوگا کیونکہ حاملہ کو

فائدہ: پانی سے مطلق پانی مراد ہے اور گلاب وغیرہ جیسے مقید پانی مقصود نہیں ہے نجاست کو مطلق پانی سے تو بالاتفاق دھونا جائز ہے لیکن مقید پانی سے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد اور امام زفر اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جب کوئی جسم دار نجاست موزے کو لگ کر خشک ہو جائے تو اسے زمین سے مل کر اس سے نماز پڑھنی جائز ہے۔

فائدہ: جسم دار نجاست سے یہ مراد ہے کہ خشک ہو جانے کے بعد اس کا رنگ اور اثر باقی رہے۔ جیسے پاخانہ خون منی ہوتی ہیں۔ ان کا حکم نزدیک امام ابوحنیفہ کے یہ ہے کہ اگر تر ہے تو موزے کو دھو لینا چاہیے اور اگر خشک ہو گیا ہے تو فقط زمین سے مل دینا کافی ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد کے نزدیک خشک ہو یا تر دھونے ہی سے پاک ہوگا۔

ترجمہ: منی ناپاک ہے تر کو دھونا واجب ہے اور جب کپڑے پر لگ کر خشک ہو جائے تو پھر اسے ہاتھوں سے مل دینا کافی ہے۔

فائدہ: یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد اور امام زفر کے نزدیک چیز بلا دھوئے پاک نہیں ہوتی۔

ترجمہ: اور جس وقت نجاست آئینہ یا تلوار کو لگ جائے تو ان دونوں کو مل دینا ہی کافی ہے۔

فائدہ: یہ حکم بھی امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک ان کو بھی دھونا لازم ہے۔

ترجمہ: اور اگر نجاست زمین کو لگ کر خشک ہو جائے اور اس کا نشان (بالکل) جاتا رہے تو اس جگہ نماز پڑھنی جائز ہے اور اس سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: یہ حکم امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد کے نزدیک ہے اور امام زفر اور امام شافعی کے نزدیک ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی جائز نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک دونوں جائز ہیں۔

نجاست کی قسمیں ✽ **ترجمہ:** اور جس (کپڑے وغیرہ) کو ایک درم کے برابر یا اس سے کم نجاست غلیظہ جیسے خون، پیشاب، پاخانہ، شراب (وغیرہ) لگ جائے تو اس سے نماز پڑھنی جائز ہے اور اگر زیادہ لگ جائے تو جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: ہڈی اور لید اور کھانے کی چیز (جیسے نمک وغیرہ) اور داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: بعض علماء نے استنجے کی چھ قسمیں لکھی ہیں یعنی (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) مکروہ (۶) بدعت۔

۱۔ فرض وہ ہے کہ نجاست مخرج کے علاوہ ایک درہم سے زیادہ جہاں کو لگ گئی ہو۔

۲۔ واجب وہ ہے کہ ایک درہم کے برابر ہو۔

۳۔ سنت وہ ہے کہ ایک درہم سے کم ہو۔

۴۔ مستحب وہ ہے کہ تاپاکی نے مخرج سے تجاوز نہ کیا ہو۔

۵۔ مکروہ وہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے۔

۶۔ بدعت وہ ہے کہ کوئی چیز لگی نہ ہو اور استنجاء کرے۔

کتاب الصلوٰۃ

اوقاتِ نماز کا بیان

جب صبح صادق ہو تو وہ فجر کی نماز کا اول وقت ہے۔ صبح صادق ایک سپیدی ہے جو آسمانوں کے کناروں میں پھیلتی ہے فجر کی نماز کا آخر وقت وہ ہے کہ جب تک آفتاب طلوع نہ ہو اور جب آفتاب ڈھل جائے تو ظہر کا اول وقت ہو جاتا ہے اور اس کا آخر وقت امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے سوا دو مثل ہو جائے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ڈھل جائے تو ظہر کا آخر وقت ہو جاتا ہے اور جب دونوں قولوں کے مطابق ظہر کا وقت نکل جائے تو وہ عصر کا اول وقت ہے اور آخر وقت عصر کا وہ ہے کہ جب تک آفتاب غروب نہ ہو اور جب آفتاب غروب ہو جائے تو وہ مغرب کا اول وقت ہے اور آخر وقت اس کا وہ ہے کہ جب تک شفق نہ چھپے اور شفق امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ سپیدی ہے جو سرخی کے بعد آسمان کے کناروں میں معلوم ہوا کرتی ہے اور امام

فائدہ: غیر فرضوں کے لیے جیسے وتر، تراویح، جنازہ اور عید کی نماز خسوف اور کسوف کی نماز ان کے لیے اذان مسنون نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اذان میں ترجیع نہیں ہے۔

فائدہ: ترجیع کے معنی یہ ہیں کہ اول شہادتین کو آہستہ کہے اور پھر پکار کر کہے۔ امام شافعیؒ اذان میں ترجیع ہونے کے قائل ہیں۔

ترجمہ: اور فجر کی اذان میں (حی علی الفلاح کے بعد) **الصلوٰۃ خیر من النوم** دوبار کہے اور تکبیر (بھی) مثل اذان کے ہے مگر تکبیر میں حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ دوبار کہے اور اذان ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اور تکبیر کو برابر پڑھتا جائے اور دونوں کو قبلہ رخ ہو کر پڑھے پس جس وقت (حی علی الصلوٰۃ) اور (حی علی الفلاح) پر پہنچے تو اپنے منہ کو داہنی اور بائیں طرف پھیرے۔

فائدہ: یعنی (حی علی الصلوٰۃ) کو داہنی طرف منہ کر کے کہے اور (حی علی الفلاح) کو بائیں طرف منہ کر کے اور پیروں کو پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر کوئی اونچی جگہ مثل منارہ کے ہو اور وہاں فقط منہ پھیرنا کافی نہ ہو تو اسکی جگہ پیروں سے ادھر ادھر پھر جائے۔

ترجمہ: اور فوت شدہ نماز کے لیے (بھی اذان اور تکبیر پڑھے) اور کسی کی بہت سی نمازیں فوت ہو گئی ہیں تو پہلی نماز کے لیے اذان اور تکبیر پڑھے اور باقی نمازوں میں اسے اختیار ہے چاہے اذان اور تکبیر دونوں پڑھے اور چاہے فقط تکبیر پر اکتفا کرے۔ اور اذان اور تکبیر وضو سے پڑھنی چاہیے اگر کسی نے بغیر وضو اذان کہہ دی تب بھی جائز ہے (یعنی بلا کراہت) اور تکبیر بے وضو کہنی مکروہ ہے علی ہذا القیاس جنبی کو اذان کہنی بھی مکروہ ہے۔

فائدہ: یعنی جنبی کو اذان کہنی جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور تکبیر کہنی جائز ہی نہیں ہے اور وقت ہونے سے پہلے اذان کہنی جائز نہیں ہے لیکن فجر میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقت سے پہلے بھی جائز ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں امام شافعیؒ اور امام مالکؒ بھی امام ابو یوسفؒ کے موافق ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے جب تک کہ صبح کی نماز کا وقت نہ ہو جائے۔

باب شروط الصلوٰۃ التی تتقدمھا

نماز کی ان شرطوں کا بیان جو نماز پر مقدم ہیں

ترجمہ: نمازی پر واجب ہے کرنا پاکیوں اور پلیدیوں سے اول اپنے بدن وغیرہ کو پاک کر لے جیسا کہ ہم (نجاستوں کے بیان میں) پہلے بیان کر چکے ہیں اور اپنی تمام عورت کو چھپائے۔

فائدہ: بعض فقہاء نے نماز کی چھ شرطیں لکھی ہیں۔

۱۔ اول یہ کہ بے وضو ہو تو وضو کر لے۔

۲۔ دوسرے نجاست کو دھوئے۔

۳۔ تیسرے ستر عورت کو چھپائے۔

۴۔ چوتھے قبلہ کی طرف منہ کرے۔

۵۔ پانچویں نماز کا وقت ہو جائے۔

۶۔ چھٹے نیت ہو جنہیں آگے مصنف بھی بیان کریں گے۔

ترجمہ: مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنہ ستر ہے ناف ستر نہیں ہے اور آزاد عورت کا ستر سوائے منہ اور دونوں ہتھیلیوں کے سارا بدن ستر ہے۔

فائدہ: صحیح مذہب یہ ہے کہ جیسے آزاد عورت کی دونوں ہتھیلیاں ستر نہیں ہیں اسی طرح دونوں قدم بھی ستر نہیں ہیں۔

ترجمہ: اور جو مرد کا ستر ہے وہی لونڈی کا بھی ستر ہے اور دو چیزیں اس کے ستر میں زیادہ ہیں یعنی اس کی پیٹھ اور پیٹ بھی ستر ہے اور اس کے سوا اور اس کا بدن ستر نہیں ہے اور جسے پلیدی دھونے کے لیے پانی وغیرہ نہ ملے تو وہ اس پلیدی کے ساتھ نماز پڑھ لے اور پھر نماز کو نہ پھیرے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اس شخص کو اختیار ہے چاہے اس کپڑے کو اتار کر بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور چاہے اسی کپڑے سے کھڑے ہو کر پڑھ لے۔ اور افضل یہی ہے کہ اس کپڑے سے کھڑے ہو کر پڑھے۔ اور امام محمدؒ کے

(۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قراءت (۴) رکوع (۵) سجود (۶) اخیر کا قعدہ تشہد کی مقدار اور جو اس سے زیادہ ہو وہ سنت ہے۔

فائدہ: بعض فقہاء نے رکوع وسجود کو ایک چیز شمار کیا ہے اور سلام وغیرہ کے ساتھ نماز سے نکلنے کو چھٹی چیز شمار کیا ہے۔ لیکن یہ امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک فرض ہے اسی پر فتویٰ ہے امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فرض نہیں ہے اور ایسے ہی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا اور سجدوں کے درمیان بیٹھنا امام ابویوسفؒ کے نزدیک فرض ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فرض نہیں ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

نماز پڑھنے کی ترکیب کا بیان ٭ **ترجمہ:** اور جب آدمی نماز شروع کرے تو اللہ اکبر کہے اور اس کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو اتنا اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابلہ میں ہو جائیں۔ پھر اگر کسی نے اللہ اکبر کے بدلے میں اللہ اجل یا اللہ اعظم یا الرحمٰن اکبر کہہ لیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک (جائز اور) کافی ہے اور امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ سوائے اللہ اکبر یا اللہ الکبیر کے اور کچھ کہنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں فتویٰ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ہے اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ سوائے اللہ اکبر کے یا اللہ الاکبر کے اور کچھ کہنا جائز نہیں ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک فقط اللہ اکبر ہی کہنا ضروری ہے۔

ترجمہ: اور (اللہ اکبر کہہ کر) اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں کو پکڑ کر ناف کے نیچے باندھے پھر یہ پڑھے "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ لَا اِلٰـہَ غَیْرُکَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ پھر بسم اللہ پڑھے اور ان دونوں کو آہستہ سے پڑھے اس کے بعد الحمد للہ پڑھے اور اس کے بعد کوئی سورت یا جس سورت کی چاہے تین آیتیں پڑھے اور جب امام "وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کہے تو آمین بھی کہے اور آہستہ سے مقتدی بھی آمین کہے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیوں کو کشادہ رکھے اور پیٹھ کو برابر رکھے نہ سر کو اونچا کرے اور نہ زیادہ نیچا کرے (بلکہ برابر رکھے) اور رکوع میں تین دفعہ یہ کہے "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" اور یہ (تین دفعہ کہنا) ادنیٰ درجہ

ہے (اگر زیادہ کہے تو بہتر ہے) پھر سر اٹھائے اور "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہے اور مقتدی "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہیں پھر جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہتا ہوا سجدے میں جائے اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور منہ کو دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں کرے اور ناک اور پیشانی سے سجدہ کرے اور اگر (کسی نے) فقط ناک یا پیشانی ہی سے کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے فقط ناک سے (سجدہ کرنا) جائز نہیں ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور اگر کسی نے پگڑی کے پیچ پر یا زائد کپڑے پر سجدہ کر لیا تو جائز ہے (لیکن مع الکراہت) اور بغلوں کو کشادہ رکھے اور پیٹ کو دونوں رانوں سے علیحدہ رکھے اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرے اور سجدہ میں تین مرتبہ یہ کہے "سبحان ربی الاعلیٰ" اور یہ ادنیٰ درجہ ہے (اگر پانچ یا سات مرتبہ کہہ لے تو اور اچھا ہے) پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ سے سر اٹھائے اور جب اچھی طرح سے بیٹھ جائے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر (دوسرا) سجدہ کرے اور جب اطمینان سے سجدہ کر چکے تو اللہ اکبر کہتا ہوا دونوں پیروں پر پنجوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے (یعنی دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر) اور بیٹھے نہیں اور نہ ہاتھوں کے ساتھ زمین پر سہارا لے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرے جیسے پہلی رکعت میں کیا ہے مگر "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ" اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ نہ پڑھے اور نہ ہاتھوں کو اٹھائے مگر تکبیر اولیٰ کے لیے پس جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو اپنے بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور داہنے پیر کو کھڑا کرے اور ساری انگلیوں کو قبلہ رخ کرے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے اور انگلیوں کو (قبلہ رخ) پھیلائے رکھے پھر تشہد پڑھے اور تشہد یہ ہے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اور پہلے قعدہ میں اس سے زیادہ نہ پڑھے۔

فائدہ: پہلے قعدہ میں فقط تشہد پڑھنے کی دلیل یہ ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نماز کا

درمیانی اور اخیر کا تشہد مجھے نبی ﷺ نے اس طرح سکھلایا کہ جب پہلا تشہد پڑھ چکو تو کھڑے ہو جاؤ اور اخیر کا تشہد پڑھ کر اپنے لیے جس قدر چاہو دعا کرو۔

ترجمہ: اور اخیر کی دونوں رکعتوں میں فقط الحمد پڑھے۔

فائدہ: افضل یہی ہے کہ الحمد پڑھے اور کسی نے اگر سبحان اللہ وغیرہ پڑھا یا خاموش کھڑا رہا تب بھی نماز ہو جائے گی۔

ترجمہ: اور اخیر قعدہ میں اسی طرح بیٹھے کہ جیسے پہلے قعدہ میں بیٹھا تھا اور تشہد پڑھ کر درود پڑھے پھر اگر چاہے تو کسی دعا بھی پڑھ لے جو قرآن شریف اور ماثورہ دعاؤں کے الفاظ کے مشابہ ہو ایسی دعا نہ پڑھے جو لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو۔ پھر داہنی طرف سلام پھیرے یعنی کہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" اور اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرے۔

فائدہ: اور سلام پھیرنے میں منہ اس قدر پھیرے کہ دونوں سلاموں میں دونوں طرف کے مقتدی اس کے رخساروں کو دیکھ لیں۔ اور جب داہنی طرف سلام پھیرے تو یہ نیت کرے کہ میں ان مسلمانوں اور فرشتوں کو سلام کرتا ہوں جو اس طرف ہیں اسی طرح بائیں طرف کے سلام میں نیت کرے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ پہلے فرشتوں کی نیت کرے اور پھر مسلمانوں کی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ پہلے مسلمانوں کی نیت کرے پھر فرشتوں کی اور اگر مقتدی امام کے داہنی طرف ہے تو پہلے سلام میں اول مسلمانوں کی نیت کرے پھر فرشتوں کی اور اگر امام کی بائیں طرف ہے تو پہلے سلام میں اول امام کی نیت کرے پھر مسلمانوں کی پھر فرشتوں کی اور دوسرے سلام میں فقط مسلمانوں اور فرشتوں کی کرے اور اگر امام کے پیچھے ہی کھڑا ہے تو دونوں سلاموں میں امام اور مسلمانوں اور فرشتوں سب کی نیت کرے۔

<u>**مسائل متفرقہ کا بیان**</u> ❋ **ترجمہ:** اور اگر یہ امام ہے تو فجر میں اور اسی طرح جمعہ اور عیدین میں اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت آواز سے کرے اور آخر کی دو رکعتوں میں آہستہ سے اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہے تو اسے اختیار ہے چاہے آواز سے کرے اور اپنے نفس کو سنائے اور چاہے آہستہ کرے اور ظہر و عصر میں امام قراءت آہستہ کرے اور وتر تین رکعت ہیں ان کے درمیان میں سلام نہ پھیرے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک سنت۔ اور ہمارے علماء کے نزدیک وتر ایک سلام سے تین رکعت ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک پڑھنے والے کو اختیار ہے چاہے ایک سلام سے پڑھے چاہے دو سلام سے پڑھے۔

ترجمہ: وتر تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے سارے سال (دعاء) قنوت پڑھے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک رمضان شریف کی پندرھویں تاریخ سے آخر ماہ تک پڑھے۔

ترجمہ: اور وتر کی ہر رکعت میں الحمد اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھے اور جس وقت دعائے قنوت پڑھنی چاہے تو اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ اٹھائے پھر قنوت پڑھے اور وتر کے سوا اور کسی نماز میں (دعائے) قنوت نہ پڑھے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک صبح کی نماز کی آخر رکعت میں رکوع کے بعد پڑھے۔

ترجمہ: اور ایسی کوئی نماز نہیں ہے جس میں کسی خاص سورت کا پڑھنا کہ اس کے سوا اور کوئی سورت جائز نہ ہو بلکہ کسی نماز کے لیے کوئی سورت اس طرح معین کر کے پڑھنا مکروہ ہے کہ اس کے سوا اس نماز میں اور سورت نہ پڑھے۔

فائدہ- اس حکم سے وہ شخص مستثنیٰ ہے کہ جس کو ایک ہی سورت یاد ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ہمیشہ وہی ایک سورت پڑھتا رہے۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں کم از کم اس قدر قراءت کافی ہے کہ جسے قرآن (شریف کی آیت) کہہ سکیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چھوٹی تین آیتوں یا ایک بڑی آیت سے کم کے ساتھ نماز نہیں ہو سکتی۔

فائدہ: بڑی آیت سے مراد یہ ہے کہ جیسے آیت الکرسی اور آیت دین۔

ترجمہ: اور مقتدی امام کے پیچھے قرآن نہ پڑھے۔

فائدہ: یہ حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک الحمد کا پڑھنا فرض ہے۔

جماعت کے مسائل کا بیان ٭ : اور جو شخص کسی کے پیچھے نماز پڑھنی چاہے تو

اسے دو نیتیں کرنی ضروری ہیں ایک نماز کی اور دوسری مقتدی بننے کی (کہ میں اس امام کی اقتدا کرتا ہوں) اور جماعت سنت مؤکدہ ہے یعنی قریب واجب کے ہے اور سب سے بہتر امامت کے لیے وہ ہے جو سب سے زیادہ مسئلے جانتا ہو اور اگر اس میں سب برابر ہوں تو جو سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

فائدہ: بعض فقہاء کا قول ہے کہ اگر عمر میں بھی سب برابر ہیں تو جو سب سے خوبصورت ہو۔

ترجمہ: اور غلام گنوار فاسق نابینا حرامی بچہ کا امام بنانا مکروہ ہے اور اگر یہ امام ہو جائیں تو نماز ہو جائے گی۔ اور امام کو چاہیے کہ لوگوں کو زیادہ لمبی نماز نہ پڑھائے۔ اور عورت کو نماز پڑھانی مکروہ ہے لیکن اگر وہ جماعت کریں تو جو ان میں سے نماز پڑھائے تو وہ (اول صف کے) بیچ میں کھڑی ہو (مرد امام کی طرح آگے نہ کھڑی ہو) جیسے برہنہ لوگوں کا حکم ہے (کہ ان کا امام بھی بیچ میں کھڑا ہوتا ہے)۔

صفوں کی ترتیب کا بیان ✽ **ترجمہ:** اور جس کا ایک ہی مقتدی ہو تو امام کو چاہیے کہ اسے اپنی داہنی طرف رکھے اور اگر دو مقتدی ہوں تو امام آگے ہو جائے اور مردوں کو جائز نہیں ہے کہ عورت یا لڑکے کو امام بنائیں۔

فائدہ: عورت کو امام نہ بنانے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اخروھن من حیث اخرھن اللہ۔ یعنی عورتوں کو پیچھے کیا کرو کیونکہ اللہ نے بھی ان کو پیچھے کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو امام بنانا جائز نہیں ہے اور لڑکے سے مراد نابالغ لڑکا ہے چونکہ اس کے ذمہ نماز فرض نہیں ہوتی اس لیے اس کے فرض بھی نفل ہوتے ہیں اور مفترض کو متنفل کی اقتدا کرنی جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اول مردوں کی صف ہو پھر لڑکوں کی پھر خنثیٰ کی پھر عورتوں کی اگر عورت مرد کے پاس کھڑی ہو جائے اور یہ دونوں ایک ہی نماز پڑھ رہے ہوں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

فائدہ: اصل میں اس حکم کا دارومدار امام کی نیت پر ہے اگر امام نے عورت کے مقتدی ہونے کی نیت کی تھی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر صرف مرد کی نیت کی تھی تو عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

: عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فجر مغرب

عشاء میں بڑھیا کے آنے میں کوئی حرج نہیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ بڑھیا کو سب نمازوں میں آنا جائز ہے۔

فائدہ: جوان عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنا اس لیے مکروہ ہے کہ ان کی وجہ سے فساد ہو جانے کا اندیشہ ہے اور چونکہ بڑھیوں کی طرف لوگوں کی رغبت کم ہوتی ہے اس لیے ان کے لیے جائز ہے۔ اور فتویٰ سب اس پر ہے کہ عورتوں کو سب نمازوں میں جانا مکروہ ہے کیونکہ آج کل فتنہ وفساد زیادہ ہے۔

معذور کے احکام ✱ **ترجمہ:** پاک آدمی ایسے کے پیچھے نماز نہ پڑھے جسے سلس البول وغیرہ ہو (یعنی صاحب عذر ہو) اور نہ پاک عورت مستحاضہ کے پیچھے اور نہ پڑھا ہوا ان پڑھ کے پیچھے اور نہ کپڑے پہنے ہوئے ننگے کے پیچھے اور جائز ہے تیمم والا وضو والے کو اور موزوں پر مسح کرنے والا پیر دھونے والے کو نماز پڑھائے۔ اسی پر فتویٰ ہے اور کھڑے ہو کر پڑھنے والا بیٹھ کر پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ لے تو جائز ہے۔ (اسی پر فتویٰ ہے)

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے آخری نماز بیٹھ کر ہی پڑھی اور آپ کے پیچھے سب لوگ کھڑے ہوئے تھے۔

ترجمہ: اور جو شخص رکوع سجدہ کرتا ہو وہ اشارہ سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور (اسی طرح) فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نہ پڑھے اور جو فرض پڑھتا ہو وہ ایسے کے پیچھے نماز نہ پڑھے جو دوسرے فرض پڑھ رہا ہو اور نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے پڑھ سکتا ہے اور جس نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ لی پھر معلوم ہوا کہ امام وضو سے نہ تھا تو یہ شخص نماز پھیرے۔

فائدہ: نماز پھیرنے کا حکم ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہ پھیرے۔

مکروہات نماز کا بیان ✱ **ترجمہ:** نمازی کو اپنے کپڑے یا بدن سے کھیلنا مکروہ ہے اور نہ وہ (نمازی جگہ سے نماز میں) کنکریوں کو ہٹائے ہاں اگر ان پر سجدہ نہ ہو سکے تو فقط ایک دفعہ انہیں ہموار کر لے اور نہ اپنی انگلیوں کو چٹخائے اور نہ کولھے پر ہاتھ رکھے اور نہ اپنا کپڑا لٹکائے اور نہ اسے سمیٹے اور نہ بالوں کو گوندھے اور نہ دائیں بائیں دیکھے اور نہ کتے کی طرح بیٹھے اور نہ

زبان سے یا ہاتھ سے سلام کا جواب دے اور نہ پالتی مار کر بیٹھے ہاں اگر کوئی عذر ہو تو جائز ہے۔

متفرقات کے بیان میں:

اگر وضو ٹوٹ جائے اور یہ امام نہیں ہے تو اسی وقت نماز سے پھر جائے اور اپنی نماز پر بنا کرے (یعنی جہاں سے چھوڑی تھی اب وہیں سے پڑھے) اور اگر یہ امام ہے تو (نماز پڑھانے کے لیے) کسی کو (اپنا) خلیفہ کر دے تا کہ وہ مقتدیوں کو نماز پڑھائے اور یہ وضو کر کے جب تک کہ کسی سے بات چیت نہ کی ہو اپنی نماز پر بنا کرے اور نماز نئے سرے سے پڑھ لینا افضل ہے اور اگر کوئی نماز میں سو گیا تھا اور اسے احتلام ہو گیا یا دیوانہ ہو گیا یا بے ہوش ہو گیا یا قہقہہ کے ساتھ ہنسا تو وضو بھی نئے سرے سے کرے اور نماز بھی پھر سے پڑھے اور اگر کسی نے بھول کر یا جان کر نماز میں بات کر لی تو اس کی نماز باطل ہو گئی۔ اور اگر تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد کسی کا وضو ٹوٹ گیا تو وہ وضو کر کے (پھر سے بیٹھ کر) سلام پھیرے اور کوئی اس حالت میں (یعنی تشہد کے بعد) بے وضو ہوا یا اس نے کوئی بات کر لی یا کوئی ایسا عمل کر لیا جو نماز کے منافی تھا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔ لیکن (ایسا کرنا) مکروہ ہے اور اگر تیمم والا نماز میں پانی کو دیکھ لے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

مسائل اثنا عشریہ کا بیان

اگر اس نے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد پانی دیکھا یا موزوں پر مسح کرتا تھا اور اس کی مدت ختم ہو گئی یا اس نے ذرا سے اشارے سے اپنے موزوں کو نکال لیا یا ان پڑھ تھا پھر اس کو کوئی سورت یاد ہو گئی یا اشارے سے نماز پڑھ رہا تھا پھر اس میں رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آ گئی یا اسے یہ یاد آ گیا کہ میرے ذمہ اس سے پہلی ایک نماز ہے (اگرچہ وہ وتر ہی ہو) یا ننگا تھا پھر کسی سے کپڑا مل گیا یا خواندہ امام کا وضو ٹوٹ گیا تھا تو اس نے ان پڑھ کو (اپنا) خلیفہ کر دیا یا صبح کی نماز پڑھ رہا تھا کہ آفتاب نکل آیا یا جمعہ (کی نماز) میں (تاخیر ہو کر) عصر کا وقت شروع ہو گیا یا پٹی پر مسح کیا کرتا تھا کہ زخم اچھا ہو کر وہ پٹی نکل کر پڑی یا عورت مستحاضہ تھی پھر اس کا یہ مرض جاتا رہا تو ان (سب صورتوں میں ان) لوگوں کی نمازیں امام ابو حنیفہؒ کے قول کے موافق باطل ہو جائیں گی (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سب صورتوں میں ان کی نمازیں پوری ہو جائیں گی۔

لی عصر کی نماز ہو جاتی ہے اور نہ عین دوپہر کے وقت نماز پڑھنی جائز ہے اور (ان وقتوں میں)
نہ جنازہ کی نماز پڑھی جائے اور نہ سجدۂ تلاوت کیا جائے۔

فائدہ: یہ تین وقت جو بیان ہوئے ہیں ان میں نماز پڑھنی ممنوع ہے اور چھ وقت ایسے ہیں کہ ان میں نماز پڑھنی مکروہ ہے جن کا بیان آگے آتا ہے۔

ترجمہ: صبح کی نماز کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد آفتاب کے غروب ہونے تک نفلیں پڑھنی مکروہ ہیں اور ان دونوں وقتوں میں قضا نمازیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور صبح صادق ہونے کے بعد صبح کی دو سنتوں سے زیادہ پڑھنی مکروہ ہیں اور نہ مغرب سے پہلے نفلیں پڑھے۔

فائدہ: مغرب سے پہلے نفلیں پڑھنے میں مغرب کی نماز میں تاخیر ہوتی لازم آتی ہے اور جمعہ کے روز خطبہ کے درمیان بھی نفلیں پڑھنی مکروہ ہیں اور عید کے روز عید کی نماز سے پہلے بھی۔

باب النوافل والسنة

نفلوں اور سنتوں کا بیان

ترجمہ: سنتیں نماز میں یہ ہیں کہ صبح صادق ہونے کے بعد دو رکعت پڑھے اور چار ظہر (کے فرضوں) سے پہلے اور دو اس کے بعد اور چار عصر سے پہلے اور اگر چاہے (ان چار کی جگہ) دو پڑھ لے (یہ سنتیں مستحب ہیں)۔ اور دو مغرب (کی نماز) کے بعد اور چار عشاء (کی نماز) سے پہلے اور چار اس کے بعد اگر چاہے (ان چار کی جگہ) دو پڑھ لے (یہ بھی مستحب ہیں)۔

دن کی نفلیں چاہے دو دو کر کے پڑھے اور چاہے چار چار (ایک سلام کے ساتھ) اس سے زیادہ پڑھنی مکروہ ہیں۔ ہاں رات کی نفلوں کی بابت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر آٹھ رکعتیں ایک سلام سے پڑھ لے تو جائز ہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور اس سے زیادہ مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ رات کو بھی دو دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے۔ اور پہلی دو رکعتوں میں قراءت (یعنی قرآن پڑھنا) فرض ہے اور اخیر کی دو رکعتوں

میں اختیار ہے چاہے الحمد پڑھے چاہے چپکا کھڑا رہے اور چاہے (سبحان اللہ وغیرہ کوئی) تسبیح پڑھے (یہ حکم فرضوں کا ہے) اور نفلوں کی اور وتروں کی سب رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔

جس نے نفل نماز شروع کر کے پھر اسے فاسد کر دیا (یعنی کسی وجہ سے نیت توڑ دی) تو اس کی قضا کرے۔ اگر چار رکعتوں کی نیت کی تھی اور پہلی دو رکعتوں میں بیٹھ چکا تھا پھر آخر کی دو رکعتوں کو فاسد کر دیا تو انہی دو ہی رکعتوں کی قضا کرے اور باوجود کھڑے ہو کر پڑھنے کی طاقت ہونے کے نفلوں کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے (امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے) اور اگر کسی نے کھڑے ہو کر نفلیں پڑھنی شروع کیں پھر بیٹھ گیا (یعنی بیٹھ کر پڑھنے لگا) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے (یہ نفلیں ادا ہو جائیں گی) اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے جائز نہیں ہے اور جو شخص شہر سے باہر (یعنی مسافر) ہو تو وہ اشاروں سے اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے نفلیں پڑھ سکتا ہے خواہ سواری کسی طرف جائے (لیکن سواری پر فرضوں کا پڑھنا جائز نہیں ہے)۔

باب سجود السهو

سجدۂ سہو کا بیان

ترجمہ: (نماز میں) زیادتی اور کمی ہونے (کی صورت) میں سجدۂ سہو واجب ہے (ایک طرف) سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کر لے پھر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور سجدہ سہو نمازی پر اس وقت لازم ہوتا ہے کہ نماز میں ایسا فعل کرے جو جنس نماز سے ہو اور نماز میں داخل نہ ہو یا کوئی مسنون فعل چھوڑ دے یا الحمد (دعاء) قنوت' التحیات' عیدین کی تکبیریں چھوڑ دے یا جس نماز میں امام کو آہستہ پڑھنا تھا آواز سے پڑھ دیا جہاں آواز سے پڑھنا تھا آہستہ پڑھ دیا ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو لازم ہے اور امام کو سہو ہونا مقتدیوں پر بھی سجدہ واجب کر دیتا ہے پس اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی بھی سجدہ نہ کریں اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو امام پر سجدہ لازم نہیں ہوتا اور نہ مقتدی پر اور اگر کوئی قعدۂ اولیٰ کو بھول گیا پھر (اسے نماز

ہی میں) ایسے وقت یاد آیا کہ وہ بیٹھنے کے زیادہ قریب ہے (یعنی تھوڑا ہی اٹھا ہے) تو وہ بیٹھ جائے اور التحیات پڑھے (اور بعد میں سجدۂ سہو نہ کرے) اور اگر کھڑے ہونے کے زیادہ قریب ہے تو (اسی وقت) کھڑا ہو جائے اور بعد میں سجدۂ سہو کر لے اور اگر کوئی آخر کا قعدہ بھول کر پانچویں رکعت میں کھڑا ہو گیا ہے تو جب تک (اس پانچویں رکعت کا) سجدہ اس نے نہ کیا ہو لوٹ کر بیٹھ جائے اور اس پانچویں رکعت کو چھوڑ دے اور سجدۂ سہو کرے (کیونکہ اس نے ایک واجب یعنی اخیر کے قعدہ میں تاخیر کی ہے) اور اگر یہ پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تو اس کے فرض باطل ہو گئے اور یہ نماز نفل ہو گئی اور اس پر لازم ہے کہ ان نفلوں میں چھٹی رکعت اور ملا دے اور اگر کوئی چوتھی رکعت میں بیٹھ چکا تھا اور سلام اس خیال سے نہیں پھیرا (یعنی یہ سمجھا) کہ یہ قعدۂ اولیٰ ہے تو جب تک اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور سلام پھیر کر سجدۂ سہو کر لے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو ان میں ایک رکعت اور ملا دے اس صورت میں اس کی نماز پوری ہو جائے گی (یعنی چار فرض ہو جائیں گے) اور یہ دو رکعت نفل ہوں گی اور جس شخص کو نماز میں شک ہو جائے اور یہ پتہ نہ رہے کہ تین (رکعت) پڑھی ہیں یا چار، اور یہ بھول اسے پہلی ہی دفعہ ہوئی ہے تو نماز کو پھر سے پڑھے اور اگر اس سے اکثر بھول ہوتی ہے تو اگر کچھ ظن غالب ہے تو اس پر بنا کرے اور اگر ظن غالب کچھ نہیں ہے تو یقین پر بنا کرے (یعنی کم کو اختیار کر کے نماز پوری کرے)۔

باب صلوٰۃ المریض

بیمار کی نماز کا بیان

ترجمہ: جس وقت بیمار پر کھڑا ہونا دشوار ہو جائے تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے (اور بیٹھے ہی) رکوع سجدہ کرے اور اگر رکوع سجدہ (بھی) نہ کر سکے تو (بیٹھے ہی ہوئے) اشارے سے پڑھے اور سجدے کے لئے رکوع سے زیادہ جھکے اور کسی چیز کو اس پر سجدہ کرنے کے لیے چہرہ کی طرف نہ اٹھائے۔ پھر اگر بیٹھ بھی نہ سکے تو چت لیٹ جائے اور دونوں پیر قبلہ کی طرف کرے اور رکوع

سجدہ کو سر کے اشارے سے کرے اور اگر کروٹ سے لیٹ جائے اور منہ قبلہ رخ کرے اور اشاروں سے پڑھے تب بھی نماز ہو جائے گی اور اگر سر سے بھی اشارہ نہ کر سکے تو نماز کو موقوف رکھے (یعنی پھر تندرست ہو کر پڑھے) اور آنکھوں اور ابروؤں اور دل کے اشارہ سے نہ پڑھے (ان اعضاء کے اشاروں سے نماز نہیں ہوتی) اور اگر کوئی کھڑا ہو سکتا ہے اور رکوع سجدہ نہیں کر سکتا تو اس پر کھڑا ہونا (یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا) لازم نہیں ہے اور جائز ہے کہ وہ اشاروں سے بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔

فائدہ: اس مسئلہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص پر کھڑا ہونا لازم ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اس پر کھڑا ہونا لازم نہیں ہے اس کی نماز بیٹھ کر ہو جائے گی (اسی پر فتویٰ ہے)

ترجمہ: اگر تندرست آدمی نے کچھ نماز کھڑے ہو کر پڑھی تھی پھر (نماز ہی میں) اسے کوئی بیماری ہو گئی تو وہ بیٹھ کر نماز پوری کر لے اور رکوع سجدہ کر لے اور اگر رکوع سجدہ نہ کر سکے تو اشاروں سے پڑھے اور اگر بیٹھ بھی نہ سکے تو چت لیٹ کر پڑھے اور جو شخص کسی بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا پھر نماز ہی میں وہ اچھا ہو گیا تو وہ اپنی (بقیہ نماز کو) اسی نماز پر بنا کرے (یعنی جتنی رہ گئی ہے) اسے کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر کچھ نماز اشاروں سے پڑھی تھی پھر (اسی نماز ہی میں) رکوع سجدہ کرنے کی طاقت آ گئی تو پہلے (اس نماز پر بنا نہ کرے بلکہ) نماز پھر سے پڑھے اور جس شخص پر پانچ نمازوں تک یا پانچ سے کم تک بے ہوشی طاری رہی تو وہ تندرست ہونے کے بعد ان کی قضا کرے اور بے ہوشی کی وجہ سے پانچ سے زیادہ نمازیں فوت ہو گئی ہیں تو ان کو قضا نہ کرے۔

باب سجود التلاوۃ

فوت شدہ نمازوں کا بیان

ترجمہ: قرآن (شریف) میں چودہ سجدے ہیں۔

۱۔ یعنی سورہ اعراف کے آخر میں ۲۔ سورۂ رعد میں

۳۔ سورۂ نحل میں ۴۔ سورۂ بنی اسرائیل میں

۵۔ سورۂ مریم میں ۶۔ سورۂ حج میں

۷۔ سورۂ فرقان میں ۸۔ سورۂ نمل میں

۹۔ سورۂ الم تنزیل میں ۱۰۔ سورۂ ص میں

۱۱۔ سورۂ حم سجدہ میں ۱۲۔ سورۂ نجم میں

۱۳۔ سورۂ انشقاق میں ۱۴۔ سورۂ علق میں

اور ان سب جگہوں میں پڑھنے والے اور سننے والے (دونوں) پر سجدہ کرنا واجب ہے خواہ سننے والے نے قرآن (شریف) کے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

فائدہ: اور برابر ہے کہ پڑھنے والا باوضو ہو یا بے وضو ہو یا جنبی ہو۔ اور عورت ہے تو اسے حیض آتا ہو یا نفاس آتا ہو۔

ترجمہ: پس جس وقت امام نے سجدہ کی آیت پڑھی تو وہ سجدہ کرے اور اس کے مقتدی بھی سجدہ کریں (کیونکہ مقتدی پر امام کی متابعت لازم ہے) اور اگر مقتدی نے (سجدہ کی آیت) پڑھی تو اس صورت میں نہ امام پر سجدہ کرنا لازم ہے اور نہ مقتدی پر اور اگر لوگوں نے نماز میں ایسے شخص سے سجدہ کی آیت سنی جو ان کے ساتھ نماز میں نہ تھا تو اس سجدہ کو نماز میں نہ کریں (کیونکہ وہ سجدہ نماز سے متعلق نہیں ہے) اور نماز کے بعد کریں اور اگر یہ سجدہ نماز ہی میں کر لیا تو کافی نہ ہوگا اور نہ ان کی نماز فاسد ہوگی۔

فائدہ: نماز فاسد نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ سجدہ افعال نماز میں سے ہے اور نوادر میں لکھا ہے کہ اس سے نماز فاسد ہو جانے کی اور یہ قول امام محمدؒ کا تھا اور پہلا قول شیخینؒ کا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

ترجمہ: اور جس نے نماز سے باہر سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہاں تک کہ نماز شروع کر کے نماز میں پھر اسی آیت کو پڑھا اور سجدہ (بھی) کر لیا تو یہ سجدہ دونوں تلاوتوں (یعنی دونوں دفعہ پڑھنے) کو بھی کافی ہے۔ اور اگر کسی نے اس آیت کو نماز سے باہر پڑھا اور سجدہ کر لیا پھر نماز میں اسی آیت کو پڑھا تو چاہیے کہ دوسری دفعہ سجدہ کرے اور پہلا سجدہ کافی نہ ہوگا۔

اس کے لیے یہ حکم نہ ہوگا اور اگر معتاد رفتار سے تین دن کا سفر ہو اور گھوڑے سوار دو دن میں یا اس سے کم میں وہاں پہنچ جائے تو اسے قصر نماز پڑھنی چاہیے اور یہی حکم ریل کا ہے یعنی جب مدتِ سفر ہو تو قصر نماز پڑھے اگرچہ ریل میں بیٹھ کر وہاں ایک ہی دن میں پہنچ جائے۔

ترجمہ: اور ہر چہار رکعات فرض میں ہمارے نزدیک مسافر پر دو رکعات فرض ہیں۔

فائدہ: چار رکعت کی قید لگانے سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ فجر اور مغرب کا یہ حکم نہیں ہے کیونکہ ان دونوں میں قصر نماز نہیں ہوا کرتی۔

ترجمہ: اور دو رکعت (فرض) سے زیادہ پڑھنی مسافر کو جائز نہیں ہے (اگر پڑھے گا تو گنہگار ہوگا) ہاں اگر کسی نے چار رکعت پڑھ لیں (اور نیت دو ہی کی تھی) اور دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار بیٹھ چکا تو اس کے ذمہ سے فرض ادا ہونے کے لیے دو رکعت کافی ہو جائیں گی۔ اور آخر کی دو رکعت نفل ہوں گی (اور سلام میں تاخیر کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا) اور اگر دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار نہ بیٹھا تھا تو اس کی یہ نماز باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: اس مسئلہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ چاروں رکعتیں نفل ہوں گی اور امام محمدؒ کا قول ہے کہ یہ نماز ہی باطل ہو جائے گی کیونکہ فرضوں کے ارکان پورے ہونے سے پہلے ہی سب نفلیں مل گئی ہیں۔

ترجمہ: اور جو شخص سفر کے ارادہ سے چلا تو جس وقت وہ شہر کی آبادی سے نکل جائے تو وہ وہیں سے دو رکعتیں پڑھنی شروع کر دے اور جب تک کسی شہر میں پندرہ روز یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ کرے گا مسافر ہی رہے گا یہ نیت کرنے کے بعد اس پر پوری نماز لازم ہوگی اور اگر اس سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہے تو پوری نماز نہ پڑھے اور اگر کوئی شخص شہر میں پہنچا اور وہاں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں کی بلکہ یہ سمجھتا رہا کہ کل جاؤں گا پرسوں جاؤں گا یہاں تک کہ دو برس اسی طرح گذر گئے تو یہ (فرضوں کی) دو ہی رکعت پڑھتا رہے اور جب کوئی لشکر دارالحرب میں پہنچ کر پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس لشکر کے لوگ پوری نماز نہ پڑھیں۔

فائدہ: یعنی پندرہ روز کی نیت کرنے سے یہ لوگ مقیم نہ ہوں گے کیونکہ اگر یہ غالب آ گئے تو یہاں ٹھہر جائیں گے اور اگر مغلوب ہو گئے تو پھر بھاگنا پڑے گا لہٰذا ان کا ٹھہرنا کچھ قابلِ اعتبار

پڑھے۔

فائدہ: یہاں پوری نماز نہ پڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ مکہ اور منیٰ دو جگہ ہیں اور مقیم بننے میں پندرہ روز کی نیت ایک ہی جگہ رہنے کی ہونی چاہیے۔

ترجمہ: اور مسافر کے لیے دو نمازوں کو جمع کرنا فعلاً جائز ہے اور وقتاً جائز نہیں۔

فائدہ: فعلاً جمع کرنے سے یہ مراد ہے کہ ظہر کو موخر کر کے پڑھے اور عصر کو اول وقت میں پڑھ کر دونوں کو ایک جگہ اکٹھی کرے اور وقتاً جمع کرنے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھ لے یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور کشتی کے اندر ہر حالت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

فائدہ: ہر حالت سے یہ مراد ہے کہ خواہ عذر ہو تب یا نہ ہو تب۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کے نزدیک بغیر عذر کے جائز نہیں ہے اور جس کی نماز سفر میں فوت ہو جائے تو وہ حضر میں اس کے عوض دو ہی رکعت پڑھے (کیونکہ قضا مثل ادا کے ہوتی ہے) اور اگر کسی کی نماز حضر میں فوت ہوئی تھی تو سفر میں اس کے عوض چار ہی رکعت پڑھے اور گنہگار اور مطیع سفر کی رخصت میں برابر ہیں۔

ترجمہ: یعنی دونوں قصر نمازیں پڑھیں اور گنہگار سے مراد وہ ہے کہ کوئی چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کے لیے کہیں کا سفر کرے۔

باب صلٰوۃ الجمعۃ

جمعہ کی نماز کا بیان

ترجمہ: جمعہ سوائے شہر جامع یا عیدگاہ کے اور جگہ درست نہیں ہے (شہر جامع اسے کہتے ہیں جہاں رہنے والوں کو ہر قسم کی ضروریات زندگی میسر آتی ہوں)

فائدہ: صحیح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک متعدد جگہوں میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے۔

: گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے اور جمعہ قائم کرنا سوائے بادشاہ کے اور کسی کے لیے

جائز نہیں ہے یا جسے بادشاہ حکم دے دے (یہ دونوں جمعہ صحیح ہونے کی شرطیں ہیں) اور منجملہ اس کی شرطوں کے ایک شرط وقت ہے کہ ظہر کے وقت صحیح ہوتا ہے اور بعد ظہر کے (وقت کے) صحیح نہیں ہوتا اور ایک شرط خطبہ ہے کہ نماز سے پہلے امام دو خطبے پڑھے یعنی دونوں کے درمیان میں تھوڑی دیر بیٹھ جائے۔

فائدہ: خطبہ شرط ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ساری عمر میں جمعہ کی نماز بغیر خطبہ کے نہیں پڑھی۔

ترجمہ: اور امام کھڑا ہو کر باوضو خطبہ پڑھے اگر فقط ذکر الٰہی پر اکتفا کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے فاسعوا الی ذکر اللّٰہ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے ذکر اللہ کی کچھ تفصیل نہیں کی اور یہ تمیز بھی اسی وقت ہے کہ جب خطبے کے قصد سے ذکر الٰہی کرے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کا یہ قول ہے کہ ذکر ایسا طویل ہونا چاہیے جسے خطبہ کہہ سکیں۔

فائدہ: کیونکہ خطبہ واجب ہے اور فقط سبحان اللہ یا الحمدللہ یا لا الہ الا اللہ پڑھنے کو کوئی خطبہ نہیں کہتا۔

ترجمہ: اور اگر امام بیٹھ کر یا بے وضو خطبہ پڑھ لے تب بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور ایک شرط جمعہ کی جماعت (کا ہونا) ہے۔

فائدہ: جمعہ کی چھ شرطیں ہیں جن میں سے پانچ یہ ہیں جو مصنف نے بیان کی ہیں اور چھٹی شرط اذن عام ہے جو کہ فقہ کی اور کتابوں میں مذکور ہے۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام کے سوا کم از کم تین آدمی ہونے ضروری ہیں۔ (اسی پر فتویٰ ہے) اور صاحبینؒ کے نزدیک امام کے سوا دو آدمی (بھی کافی) ہیں اور امام (جمعہ کی) دونوں رکعتوں میں قراءت جہر سے کرے اور ان دونوں رکعتوں میں کوئی سورۃ معین نہیں ہے (قرآن شریف میں سے جہاں سے چاہے پڑھ لے) اور مسافر، عورت، بیمار، لڑکے، غلام، نابینا پر جمعہ واجب نہیں ہے لیکن اگر یہ لوگ آ جائیں اور لوگوں کے ساتھ (جمعہ کی) نماز پڑھ لیں تو اسی وقت کے فرض ان کے ذمے سے ادا ہو جائیں گے (یعنی ظہر پڑھنے کی ضرورت نہ رہے گی)

اور غلام اور مسافر اور بیمار کو جمعہ کی امامت کرنی جائز ہے۔

فائدہ: ان کی امامت جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ذمہ سے جمعہ ساقط فقط ان کی آسانی کے لیے تھا اور جب یہ جمعہ میں آ گئے تو اب ان کی طرف سے فرض ہی ادا ہوگا۔

ترجمہ: اگر جمعہ کے دن امام کے نماز پڑھنے سے پہلے کسی نے اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھ لی اور کوئی عذر اسے نہ تھا تو یہ اس کے لیے مکروہ ہے اور اس کی نماز ہو جائے گی اگر اس کے بعد اس نے جمعہ پڑھنا چاہا اور (جمعہ کے ارادے سے) اس طرف چلا آیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس طرف چلنے ہی سے ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب تک (نماز میں) امام کے ساتھ نہ ملے گا وہ نماز باطل نہ ہوگی اور معذور لوگوں کو جمعہ کے دن جماعت سے ظہر کی نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اسی طرح قیدیوں کے لئے بھی مکروہ ہے۔

فائدہ: کیونکہ جمعہ کے دن ظہر کی جماعت کرنے سے جمعہ میں خلل آتا ہے اس لیے چاہیے کہ یہ لوگ اپنی اپنی پڑھ لیا کریں۔

ترجمہ: اور جمعہ کے دن جو شخص امام کو نماز پڑھتے ہوئے پائے تو جتنی نماز اسے ملے اس کے ساتھ پڑھ لے اور جمعہ کو اس پر بنا کرے۔ اور اگر امام کو تشہد یا سجدۂ سہو میں پائے تب بھی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر جمعہ ہی کو بنا کرے۔ (یعنی تنہا دو رکعت پڑھ لے اور اسی پر فتویٰ ہے) اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر امام کے ساتھ اسے دوسری رکعت کا زیادہ حصہ ملے تو اس پر جمعہ کو بنا کرے۔ اور اگر امام کے ساتھ کم حصہ ملا ہے تو اس پر ظہر کو بنا کرے۔ (یعنی ظہر کے چار فرض پورے کرے) اور جمعہ کے دن جس وقت امام (خطبہ پڑھنے کیلئے) آئے تو جب تک وہ خطبہ سے فارغ نہ ہو لوگوں کو چاہیے کہ نماز پڑھیں اور نہ باتیں کریں۔

فائدہ: اس نماز سے نفل مراد ہیں اور قضا نماز پڑھنی جائز ہے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب تک امام خطبہ شروع نہ کرے باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب موذن جمعہ کے روز پہلی اذان پڑھے تو لوگ خرید و فروخت اور دنیا کے کاروبار کو چھوڑ دیں اور جمعہ (پڑھنے) کے لیے چل پڑیں پھر امام منبر پر بیٹھ جائے اور موذن

منبر کے سامنے کھڑے ہو کر (دوسری) اذان پڑھے پھر امام خطبہ پڑھے اور خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا دے۔

باب صلٰوۃ العیدین

عیدین کی نماز کا بیان

ترجمہ: عید الفطر کے دن مستحب ہے کہ آدمی عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ کھا لے اور غسل کرے اور خوشبو لگائے اور (حتی المقدور) بہت اچھے کپڑے پہنے پھر عیدگاہ جائے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عیدگاہ کے راستے میں (جہر سے) تکبیر نہ پڑھے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل ذکرِ الٰہی میں آہستہ ہی پڑھنا ہے اور عید الاضحیٰ پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس بارے میں حکم شریعت آ چکا ہے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کے نزدیک (آواز سے) تکبیر کہتا ہوا جائے اور عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے نفل نہ پڑھے اور جب آفتاب بلند ہو تو نماز پڑھنی جائز ہے اور عید کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور زوال تک اس کا وقت رہتا ہے پھر جس وقت زوال ہو جائے تو اس کا وقت نکل جاتا ہے۔

فائدہ: زوال تک وقت ہونے سے یہ مراد ہے کہ زوال سے پہلے پہلے عید کی نماز پڑھ لی جائے کیونکہ نبی ﷺ نے عید کی نماز ایسے وقت پڑھی تھی کہ آفتاب ایک دو نیزے کی مقدار اونچا تھا۔

نمازِ عید کا طریقہ ❋ **ترجمہ:** اور امام لوگوں کو دو رکعت پڑھائے پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد تین بار اور تکبیر کہے۔

فائدہ: دوران تین تکبیروں کے درمیان میں تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش کھڑا رہے اور ہاتھ نہ باندھے ہاں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد ہاتھ باندھ لے اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھ کے تین تکبیریں کہے پھر تعوذ و تسمیہ آہستہ پڑھ کے الحمد شروع کرے دونوں رکعتوں کی تکبیریں مل کر نو ہو جائیں گی۔ یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

آخری دن عصر کی نماز کے بعد ختم ہو جاتی ہیں اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ ایام تشریق کے آخری دن یعنی تیرھویں تاریخ عصر کے بعد ختم ہوتی ہیں (اور اسی پر فتویٰ ہے) اور یہ تکبیریں فرض نمازوں کے بعد ہیں اس طرح کہے ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ''۔

فائدہ- امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان تکبیروں کے واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ آدمی مقیم ہو۔

۲۔ دوسرے شہر ہو۔

۳۔ تیسرے جماعت ہو۔

۴۔ چوتھے جماعت مستحب یعنی مردوں کی جماعت ہو عورتوں کی نہ ہو۔

۵۔ پانچویں نماز فرض ہو۔

اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نماز فرض ہونی شرط نہیں ہے۔

باب صلوٰۃ الکسوف

سورج گرہن کی نماز کا بیان

ترجمہ: جب سورج گرہن ہو امام لوگوں کو نفلوں کی طرح دو رکعت پڑھائے اور ہر رکعت میں ایک رکوع کرے۔

فائدہ- نفلوں کی طرح سے یہ مراد ہے کہ نہ اذان ہو نہ تکبیر ہو اور نہ رکوع متعدد ہوں اسی پر فتویٰ ہے امام شافعیؒ کے نزدیک اس میں دو رکوع ہیں کہ امام ایک رکوع کر کے کھڑا ہو جائے اور کچھ قرآن پڑھ کر پھر رکوع کرے۔

ترجمہ: اور دونوں رکعتوں میں قراءت طویل پڑھے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آہستہ پڑھے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جہر سے پڑھے (یہی قول امام شافعیؒ کا ہے) پھر اس کے بعد اتنی دیر تک دعا کرے کہ سورج کھل جائے اور یہ نماز وہی امام پڑھائے جو ان لوگوں کو جمعہ پڑھاتا ہے۔ اگر وہ امام نہ ہو تو لوگ اکیلے پڑھ لیں اور چاند گرہن میں جماعت

(مسنون) نہیں ہے بلکہ ہر ایک اپنی اپنی پڑھ لے اور گہن کے وقت پڑھی جانے والی نماز میں خطبہ نہیں ہے۔

باب صلوٰۃ الاستسقاء

بارش کے لئے نماز پڑھنے کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ بارش کے لیے نماز باجماعت مسنون نہیں ہے اگر لوگ اکیلے اکیلے پڑھ لیں تو جائز ہے اور بارش مانگنے کے لیے فقط دعا اور استغفار ہے اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے کہ امام دو رکعت پڑھائے دونوں میں قراءت جہر سے پڑھے پھر خطبہ پڑھے اور قبلہ رخ ہو کر دعا کرے اور اپنی چادر کو پھیرے اور لوگ (یعنی مقتدی) اپنی چادروں کو نہ پھیریں اور ذمی لوگ اس نماز میں شامل نہ ہوں۔

فائدہ: چادر پھیرنا امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہ پھیرے کیونکہ ان کے نزدیک یہ نماز بمنزلہ دعا کے ہے اس لیے اس کا حکم بھی اور دعاؤں جیسا ہوگا۔

اور چادر پھیرنے کی یہ صورت ہے کہ اگر وہ چوکوش ہے تو اوپر کا کنارہ نیچے کر لے اور نیچے کا اوپر کر لے اور اگر گول ہے تو دائیں جانب کو بائیں جانب کر لے اور بائیں کو دائیں طرف اور ذمی وہ کافر ہیں جو اسلامی سلطنت میں سلطان سے اجازت لے کر رہنے لگیں۔

باب قیام شہر رمضان

رمضان میں تراویح کا بیان

ترجمہ: مستحب ہے کہ ماہ رمضان میں عشاء کے بعد لوگ جمع ہوں اور ان کا امام انہیں پانچ ترویحے پڑھائے۔

فائدہ: ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہے اس حساب سے پانچ ترویحوں میں بیس رکعتیں ہوں گی اور مصنف نے اسے استحباب کے لفظ سے ذکر کیا ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے

کہ آنحضرت ﷺ نے خوف کی نماز اس صورت سے پڑھائی جو مصنف نے بیان کی ہے اور اسی صورت کو اشہب اور اوزاعی نے پسند کیا ہے اور اسی کو ہمارے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے متبعین نے لیا تھا۔

ترجمہ: پھر اگر امام مقیم ہے تو دونوں جماعتوں کو دو دو رکعت پڑھائے اور مغرب کی نماز میں پہلی جماعت کو دو رکعت پڑھائے اور دوسری کو ایک رکعت۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک رکعت میں تنصیف نہیں ہو سکتی پس سبقت کے لحاظ سے پہلی جماعت میں رکھنا بہتر ہے ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور نماز کی حالت میں نہ لڑیں۔

فائدہ: کیونکہ لڑنا عمل کثیر ہے جو اعمال نماز سے نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کی نماز باطل ہوگی اور اگر خوف بہت ہی زیادہ ہو تو اپنی اپنی سواری پر اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیں رکوع و سجود اشاروں سے کریں اور جب قبلہ رخ نہ ہو سکیں تو جس طرف چاہیں پڑھ لیں۔

باب الجنائز

جنازہ کا بیان

ترجمہ: جس وقت کوئی آدمی مرنے لگے تو اسے داہنی کروٹ سے لٹا کر قبلہ رخ کر دیں اور اس کے سامنے کلمہ شہادت پڑھیں۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" یعنی اپنے مردوں سے مراد وہ ہیں جو مرنے کے قریب ہوں ہدایہ میں اسی طرح ہے اور تلقین کی صورت یہ ہے کہ نزع کی حالت میں اس کے پاس کھڑے ہو کر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنا چاہیے تا کہ وہ سن لے اور اس سے یہ نہ کہیں کہ تو کلمہ پڑھ کیونکہ وہ وقت بہت دشواری کا ہوتا ہے شاید وہ کہنے سے اس کا انکار نہ کر دے۔

ترجمہ: اور جب مر جائے تو (ایک کپڑے کی دھجی لے کر) اس کے دونوں جبڑوں کو باندھ دیں اور آنکھوں کو بند کر دیں۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ ابو سلمہ نامی صحابی کے پاس تشریف لے گئے تو ان کے مرنے کے بعد ان کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں حضورؐ نے ان کو بند کر دیا اور یہ فرمایا کہ جب روح قبض ہوتی ہے تو بینائی اس کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے اور آنکھوں ہی سے آدمی کی خوبصورتی ہے کیونکہ جب آنکھیں بند نہ کی جائیں اور نہ جبڑے باندھے جائیں تو آدمی کی صورت بہت ڈراؤنی ہو جاتی ہے اور آنکھیں بند کرتے وقت یہ پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَاَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ وَمَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ.

ترجمہ: پھر میت کو جب غسل دینا چاہیں تو اسے تختے پر لٹائیں اور اس کی ستر عورت پر (پردہ کی غرض سے) کچھ کپڑا ڈال دیں اور اس کے سب کپڑے نکال دیں اور وضو کرائیں لیکن نہ کلی کرائیں اور نہ ناک میں پانی ڈالیں پھر اس کے اوپر پانی بہا دیں اور تختے کو (لوبان وغیرہ سے) طاق مرتبہ دھونی دیں۔

فائدہ: دھونی دینے کی صورت یہ ہے کہ دھونی کی انگیٹھی وغیرہ کو لے کر تختے کے چاروں طرف پھیر دیں ایک دفعہ یا تین دفعہ یا پانچ دفعہ اور اس سے زیادہ نہ کریں۔

ترجمہ: اور بیری کے پتے یا اشنان ڈال کر پانی گرم کیا جائے اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو خالص پانی کافی ہے اور اس کے سر اور داڑھی کو گل خیرو سے دھوئیں پھر بائیں کروٹ پر لٹائیں (تاکہ غسل داہنی طرف سے شروع ہو) پھر بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دیں یہاں تک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ پانی نیچے تک پہنچ جائے پھر (اس کی کمر کے نیچے) کوئی چیز رکھ کر اس کے سہارے بٹھائیں اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ (نیچے کو) سونتیں۔ اگر کچھ نکلے تو اسے دھو دیں اور دوبارہ غسل نہ دیں (نہ پھر وضو کرائیں) پھر کسی کپڑے سے اس (کے جسم) کو خشک کر کے کفنائیں اور سر اور داڑھی پر حنوط (خوشبو) مل دیں اور سجدہ کے اعضاء پر کافور ملیں۔

فائدہ: سجدہ کے اعضاء سے وہ اعضاء مراد ہیں جو سجدہ کرتے وقت زمین پر ٹکتے ہیں یعنی

ناک، پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں قدم۔ اسی پر فتویٰ ہے اور حنوط ایک قسم کا عطر ہے جو چند خوشبودار چیزیں ملا کر بنایا جاتا ہے۔

مرد و عورت کے کفن کا بیان ✽ **ترجمہ:** اور سنت ہے کہ مرد کو ازار، قمیص اور لفافہ تین کپڑوں میں کفنایا جائے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ کو بھی تین ہی سفید کپڑوں میں کفنایا گیا تھا اور اگر دو ہی کپڑوں پر یعنی ازار اور لفافہ پر اکتفا کریں تب بھی جائز ہے۔

فائدہ: ان دو کپڑوں کو کفن کفایہ کہتے ہیں میت کے دو کپڑے کافی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا تھا کہ میرے انہی دو کپڑوں کو دھو ڈالو اور مجھے انہی میں کفنا دو۔

ترجمہ: اور جب میت پر لفافہ لپیٹنا چاہیں تو پہلے بائیں طرف سے لپیٹیں یعنی بائیں طرف سے اس پر ڈال دیں پھر داہنی طرف سے اور اگر (ہوا وغیرہ کی وجہ سے) کفن کے کھلنے کا اندیشہ ہو تو اسے باندھ دیں اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنائیں یعنی ازار، قمیص، اوڑھنی، سینہ بند، لفافہ اور اگر (ازار، لفافہ، اوڑھنی) تین کپڑوں پر اکتفا کریں تب بھی جائز ہے اور عورت کے لیے یہ کفن کفایہ ہے۔

فائدہ: ازار کی لمبائی اس قدر ہونی چاہیے کہ ازار سر سے پیروں تک ہو اور قمیص مونڈھوں سے گھٹنوں کے نیچے تک اور لفافہ ازار سے بھی لمبا ہو۔

ترجمہ: اور اوڑھنی قمیص سے اوپر اور لفافہ کے نیچے رہے اور عورت کے بال اس کے سینہ پر کر دیئے جائیں۔ اور میت کے (سر کے) بالوں اور داڑھی میں کنگھا نہ کیا جائے اور نہ ناخن کترے جائیں اور نہ بال کترے جائیں اور کفنانے سے پہلے سب سے کفن کو طاق مرتبہ خوشبو میں بسا لیں پھر جب اس سے فارغ ہوں تو اس پر نماز پڑھیں۔

میت کی نماز جنازہ کون پڑھائے ✽ جنازہ کی نماز پڑھانے کے لیے سب سے بہتر سلطان ہے اگر موجود ہو اور اگر سلطان نہ ہو تو مستحب ہے کہ اس محلہ کی مسجد کا امام نماز پڑھائے پھر اس کے بعد (میت کے) ولی کا درجہ ہے پس اگر ولی اور سلطان کے علاوہ کسی اور شخص نے نماز پڑھا دی تو ولی (اگر چاہے) دوبارہ نماز پڑھ لے۔

فائدہ: کیونکہ ولی میت کا حق دار ہوتا ہے لہذا اسے اختیار ہے کہ وہ دوبارہ بھی پڑھ لے۔

ترجمہ: اور اگر ولی (اپنی میت کے) جنازہ کی نماز پڑھ چکا ہے تو پھر جائز نہیں ہے کہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھے اور اگر کوئی جنازہ بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا جائے تو تین روز تک اس کی قبر پر نماز پڑھ لی جائے اور اس کے بعد نہ پڑھی جائے اور نماز پڑھانے والا میت کے سینہ کے مقابلہ میں کھڑا ہو۔

فائدہ: کیونکہ یہ دل کی جگہ ہے اور دل ہی میں نور ایمان ہوتا ہے پس اس جگہ کھڑے ہونے سے (اس طرف اشارہ ہے کہ) امام اس کے ایمان کی سفارش کرتا ہے۔

نماز جنازہ کی ترکیب ✲ **ترجمہ:** اور نماز (جنازہ کی) یہ ہے کہ اول اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی حمد و ثنا پڑھے پھر دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجے پھر تیسری دفعہ اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میت اور سب مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔

فائدہ: یعنی یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ.

اور اگر لڑکے کا جنازہ ہے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَ اجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا اور اگر لڑکی ہو تو ہٗ کی جگہ ھا پڑھے۔[1]

ترجمہ: اور جنازہ کی نماز اس مسجد میں نہ پڑھی جائے کہ جس میں جماعت ہوتی ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا اَجْرَ لَهٗ.

"جو جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھے اسے ثواب نہیں ملتا۔"

---

[1] اور شَافِعًا اور مُشَفَّعًا کی جگہ شَافِعَةً اور مُشَفَّعَةً کہے۔

میت لے جانے اور دفن کرنے کے احکام و آداب ❊ ترجمہ: پھر جب میت کو چارپائی وغیرہ پر (رکھ کر) اٹھائیں تو اس (چارپائی) کے چاروں پائے پکڑیں اور جلدی جلدی چلیں۔ دوڑ کے نہ چلیں (اور آہستہ آہستہ بھی چلنا جائز ہے) پھر جب جنازہ قبر پر پہنچے تو جنازہ رکھا جانے سے پہلے لوگوں کو بیٹھنا مکروہ ہے اور قبر کھود کر اس میں لحد بنادی جائے اور میت کو قبلہ رخ کر کے اس میں اتارا جائے اور جس وقت لحد میں اتارا جائے تو اتارنے والے یہ پڑھیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اور لحد میں رکھ کے اس کا منہ قبلہ کی طرف کریں۔

فائدہ: قبلہ کی طرف منہ کر دینا واجب ہے۔ عبدالمطلب کے خاندان کا ایک شخص مر گیا تھا تو اس کو قبر میں رکھتے وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہی حکم دیا تھا کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دو۔

ترجمہ: اور کفن کے بند کھول دیں (کیونکہ اب کفن کھلنے کا اندیشہ نہیں ہے) اور لحد پر کچی اینٹیں لگائیں۔ پکی اینٹیں اور تختے لگانا مکروہ ہیں اور بانس وغیرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے پھر اس پر مٹی دے دی جائے اور قبر کوہان جیسی بنادی جائے اور چوکور نہ بنائی جائے اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد رویا (اور پھر مر گیا) تو اس کا نام رکھا جائے اور غسل دے کر اس کی نماز پڑھی جائے اور اگر رویا نہیں (بلکہ مرا ہی پیدا ہوا ہے) تو اسے ایک مختصر کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور اس کی نماز نہ پڑھی جائے۔

فائدہ۔ اس کے غسل دینے میں دو روایتیں ہیں صحیح یہی ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے۔

باب الشہید

شہید کا بیان

ترجمہ: شہید وہ ہے جسے مشرک (اور کافر) لوگوں نے مارا ہو (اور ڈاکو وغیرہ بھی اسی حکم میں ہیں) یا میدان جنگ میں سے مرا ہوا ملے اور اس (کے بدن) پر کاری زخم ہوں یا کسی کو مسلمانوں نے ظلماً مار دیا ہو اور اس کے مارنے پر خون بہا واجب نہ ہوا ہو تو اس کو کفن دیا جائے اور اس کی نماز پڑھی جائے اور غسل نہ دیا جائے اور جب کوئی جنبی شہید ہو جائے تو امام ابو حنیفہ

رحمہ اللہ کے نزدیک اسے غسل دیا جائے (اور اسی پر فتویٰ ہے) اور یہی حکم لڑکے (اور دیوانے)
کا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو بھی غسل نہ دیا جائے اور شہید
(کے بدن) سے اس کا خون نہ دھویا جائے اور نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں اور پوستین
وغیرہ جو کفن کی قسم سے نہیں ہے اور موزے اور ہتھیار اتار لیے جائیں اور مرتث کو غسل دیا
جائے اور مرتث وہ شخص ہے جو زخمی ہونے کے بعد کچھ کھائے یا پیے یا اس کا علاج کیا جائے یا
وہ اتنی دیر زندہ رہے کہ اس کے ہوش میں ایک نماز کا وقت گذر جائے یا وہ میدان جنگ سے
زندہ (اپنے گھر) آ جائے اور جو شخص کسی حد یا قصاص میں مارا جائے تو اس کو غسل بھی دیا جائے
اور اس کی نماز بھی پڑھی جائے (کیونکہ وہ ظلماً نہیں مارا گیا) اور جو شخص بغاوت یا رہزنی میں
مارا گیا ہو تو اس کی نماز نہ پڑھی جائے۔

فائدہ: اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے باغیوں پر نماز نہیں پڑھی تھی۔

باب الصلوۃ فی الکعبۃ

کعبہ میں نماز پڑھنے کا بیان

ترجمہ: (نماز) کعبہ میں نماز پڑھی جائے فرض بھی اور نفل بھی۔ پس اگر خانہ کعبہ میں کوئی
امام نماز پڑھائے اور مقتدیوں میں سے کوئی اپنی پیٹھ امام کی پیٹھ کی طرف کرے تو اس کی نماز ہو
جائے گی اور جو ان میں سے اپنا منہ امام کے منہ کی طرف کرے تو اس کی نماز بھی ہو جائے گی
لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی اپنی پیٹھ امام کے منہ کی طرف کرے تو اس کی نماز نہ ہوگی
(کیونکہ وہ امام سے آگے ہے اور یہ جائز نہیں) اور جب امام مسجد حرام میں نماز پڑھائے تو
لوگ خانہ کعبہ کے گرد اگرد حلقہ باندھ لیں اور امام کی نماز کے ساتھ (ساتھ) نماز پڑھیں پھر ان
میں جو شخص امام کی نسبت کعبہ سے زیادہ نزدیک ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی (لیکن) جبکہ امام
کی طرف نہ ہو اور جو شخص (خانہ کعبہ کی) چھت پر نماز پڑھے تو اس کی نماز بھی ہو جاتی ہے۔

فائدہ: امام شافعی کے نزدیک کعبہ کی چھت پر نماز نہیں ہوتی کیونکہ ان کے نزدیک قبلہ وہ عمارت
ہے اور ہمارے نزدیک کعبہ کے اندر کا میدان اور ہوا آسمان تک قبلہ ہے نہ کہ عمارت۔

کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: زکوٰۃ ایسے شخص پر واجب (یعنی فرض) ہے جو آزاد مسلمان بالغ ہو عاقل ہو جس وقت وہ پورے نصاب کا پورا مالک ہو جائے اور اس پر پورا ایک سال گذر جائے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا زَکٰوۃَ عَلٰی مَالٍ حَتّٰی یَحُوْلَ عَلَیْہِ الْحَوْلُ.

"یعنی کسی مال میں زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ اس پر پورا سال نہ گذر جائے۔"

ترجمہ: لڑکے اور دیوانے اور مکاتب پر زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے۔

فائدہ: یہ قول ہمارے ائمہ ثلاثہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام شافعی کے نزدیک لڑکے اور دیوانے پر بھی واجب ہے۔

ترجمہ: اگر اس کے ذمہ اس کے مال کے برابر ہی قرض بھی ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے اور جس کے پاس قرض سے زیادہ مال ہو تو اگر یہ زیادہ مال نصاب کو پہنچ جائے تو اس کی زکوٰۃ دینی واجب ہے اور رہنے کے گھروں میں اور پہننے کے کپڑوں میں اور گھر کے اسباب میں اور سواری کے جانوروں میں اور خدمت کے غلاموں میں اور استعمالی ہتھیاروں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور بغیر نیت کے زکوٰۃ ادا کرنی جائز نہیں ہے یا تو دینے کے وقت نیت ہو (کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں اور) یا جس قدر مال اسے زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔ اس واجب کی مقدار مال سے نکالتے وقت نیت ہو کہ یہ میں زکوٰۃ نکالتا ہوں اور جس شخص نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا اور زکوٰۃ کی نیت نہ کی تو زکوٰۃ کی فرضیت اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گی۔

باب زکوٰۃ الابل

اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان

: پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے اور جب پانچ ہو جائیں اور وہ

جنگل میں چرتے ہوں اور پورا سال ان پر گذر جائے تو ان میں نو تک ایک بکری ہے پھر جب دس ہو جائیں تو ان میں چودہ تک دو بکریاں ہیں اور جب پندرہ ہو جائیں تو ان میں انیس تک تین بکریاں ہیں اور جب بیس ہو جائیں تو ان میں چوبیس تک چار بکریاں ہیں اور جب پچیس ہو جائیں تو ان میں سے پینتیس تک ایک بنت مخاض ہے۔

فائدہ: بنت مخاض اونٹنی کے اس بوتہ (بچہ) کو کہتے ہیں جسے ایک سال ختم ہو کر دوسرا سال لگ گیا ہو۔

ترجمہ: اور جب چھتیس ہو جائیں تو ان میں پینتالیس تک ایک بنت لبون ہے۔

فائدہ: بنت لبون وہ بوتہ ہے جسے تیسرا سال لگ جائے۔

ترجمہ: اور جب چھیالیس ہو جائیں تو ان میں ساٹھ تک ایک حقہ ہے۔

فائدہ: حقہ اس بوتہ کو کہتے ہیں جو تین سال پورے کر کے چوتھے میں لگ جائے۔

ترجمہ: اور جب اکسٹھ ہو جائیں تو ان میں پچہتر تک ایک جذعہ ہے۔

فائدہ: جذعہ اس بوتہ کو کہتے ہیں جو چار سال پورے کر کے پانچویں میں لگ جائے۔

ترجمہ: اور جب چھہتر ہو جائیں تو ان میں نوے تک دو بنت لبون ہیں اور جب اکیانوے ہو جائیں تو ان میں ایک سو بیس تک دو حقے ہیں (اور جب اس سے بھی زیادہ ہو جائیں) تو پھر زکوٰۃ کا حساب نئے سرے سے شروع کیا جائے پس پانچ میں (یعنی ایک سو پچیس میں) دو حقے اور ایک بکری ہے اور (اسی طرح) دس میں دو بکریاں ہیں اور پندرہ میں تین بکریاں ہیں اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں (یعنی ایک سو پچیس میں) ایک سو پچاس تک (دو حقے اور) ایک بنت مخاض ہوگا اور پورے ایک سو پچاس میں تین حقے ہوں گے (اس کے بعد) پھر نئے سرے سے حساب کیا جائے گا پس پانچ میں ایک بکری اور دس میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں ایک بنت مخاض اور چھتیس میں ایک بنت لبون اور جب یہ ایک سو چھیانوے ہو جائیں تو ان میں سے دو سو تک چار حقے ہوں گے اور پھر جیسا کہ ان پچاس میں نئے سرے سے حساب کیا جاتا ہے جو ڈیڑھ سو کے بعد ہوں گے اسی طرح ہمیشہ نئے سرے سے حساب ہوتا رہے گا اور بختی اور عربی اونٹ برابر ہیں (یعنی ان میں زکوٰۃ

کی بابت کوئی فرق نہیں ہے)۔

باب صدقة البقر

گائے بیل کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: تیس گائے یا بیلوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جب وہ تیس ہو جائیں اور سب جنگل میں چرتے ہوں اور ایک سال (پورا) ان پر گذر جائے تو ان میں ایک تبیع یا ایک تبیعہ ہے۔

فائدہ: تبیع اور تبیعہ اس بچھڑے بچھڑی کو کہتے ہیں جنہیں ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال لگ جائے اور دونوں کے ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس بارے میں نر اور مادہ دونوں برابر ہیں اور یہی حکم بکریوں میں ہے۔

ترجمہ: اور چالیس میں ایک مسن یا مسنہ ہے۔

فائدہ: مسن اور مسنہ اس بچھڑے بچھیا کو کہتے ہیں جنہیں دو سال پورے ہو کر تیسرا سال لگ جائے۔

ترجمہ: اور جب چالیس سے زیادہ ہو جائیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس زیادتی میں ساٹھ تک اسی مقدار سے واجب ہے یعنی ایک میں مسنہ کا چالیسواں حصہ ہے اور دو میں دو حصے اور تین میں مسنہ کے چالیس حصوں میں سے تین حصے۔ اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا یہ قول ہے کہ اس زیادتی میں کچھ زکوٰۃ نہیں یہاں تک کہ یہ ساٹھ ہو جائیں پھر ساٹھ میں دو تبیع ہوں گے اور ستر میں ایک مسنہ اور ایک تبیعہ اور اسی میں دو مسنے اور نوے میں تین تبیع اور سو میں دو تبیع اور ایک مسنہ اور اسی طریقہ پر ہر دس میں تبیعہ سے مسنہ کی طرف یہ فرض (زکوٰۃ) بدلتا رہے گا اور بھینس اور گائے زکوٰۃ میں برابر ہیں۔

باب صدقة الغنم

بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان

: چالیس بکریوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جب پوری چالیس ہو جائیں اور وہ

جنگل میں چرتی ہوں اور ان پر ایک سال پورا گذر جائے تو ان میں ایک سو بیس تک ایک بکری ہے اور جب ایک سو بیس سے ایک زیادہ ہو جائے تو ان میں دو سو تک دو بکریاں ہیں پھر جب (دو سو سے بھی ایک زیادہ ہو جائے تو ان میں تین بکریاں ہیں اور جب چار سو ہو جائیں تو ان میں چار بکریاں ہیں ہر سینکڑے میں ایک بکری ہے۔

فائدہ: آنحضرت ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کتاب میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے جسے بخاری نے نقل کیا ہے اور اسی پر اجماع ہے اور بھیڑ بکریاں (زکوٰۃ کے) حکم میں برابر ہیں۔

باب زکٰوۃ الخیل

گھوڑوں کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: اور جب گھوڑے گھوڑیاں ملے ہوئے ہوں اور سب جنگل میں چرتے ہوں اور ایک سال پورا ان پر گذر جائے تو ان کے مالک کو اختیار ہے چاہے ہر گھوڑی کی زکوٰۃ میں ایک دینار دے دے (یعنی دو روپے آٹھ آنے) اور چاہے ان کی قیمت کر کے دو سو درہم میں سے پانچ درہم دے دے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فقط گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں میں (خواہ نر و مادہ دونوں ہوں) بالکل زکوٰۃ نہیں ہے اور خچر اور گدھوں میں (بالاتفاق) کچھ زکوٰۃ نہیں ہے ہاں اگر وہ سوداگری کے لیے ہوں۔

فائدہ: خچروں اور گدھوں میں زکوٰۃ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهِمَا شَيْءٌ" یعنی ان دونوں کی بابت مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا اور یہ احکام آنحضرت ﷺ کے فرمانے ہی سے ثابت ہوتے ہیں۔

متفرق مسائل ✱ **ترجمہ**: اونٹ اور گائے اور بکری کے بچوں میں امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ نہیں ہے (اور یہی صحیح ہے اسی طرح تحفہ میں ہے) ہاں اگر ان میں بڑے بھی شامل ہوں اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک دے دینا واجب ہے اور جس شخص پر (زکوٰۃ میں) مسنہ (دینا) واجب ہو اور اس کے پاس مسنہ نہ ہو تو مصدق اس سے اعلیٰ درجہ کا جانور (یعنی جید) لے لے (اس کی قیمت ٹھہرا کے مسنہ کی قیمت رکھ لے) اور باقی درہم

اسے واپس دے دے یا اس سے کم درجہ کا لے لے۔ اور باقی دام اس سے وصول کرے اور زکوٰۃ میں قیمتوں کا دے دینا بھی واجب ہے۔

فائدہ مصدق اس آدمی کو کہتے ہیں جو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور سب سے وصول کر کے امام کے حوالے کر دے۔

ترجمہ: اور عوامل، حوامل اور علوفہ میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

فائدہ: عوامل اور حوامل ان چوپایوں کو کہتے ہیں جو مالک کے گھر کے کام میں رہتے ہوں۔ اور علوفہ وہ جانور ہیں جنہیں گھاس دانہ دیا جاتا ہو۔

ترجمہ: مصدق سب سے اچھا مال (چھانٹ کر) نہ لے اور نہ سب سے ردی لے بلکہ اوسط درجہ کا لے۔

فائدہ اوسط درجہ کا مال لینے کی یہ وجہ ہے کہ اس میں جانبین کی رعایت ہے یعنی زکوٰۃ دینے والے کی بھی اور شریعت کی بھی۔

ترجمہ: ایک شخص (شروع سال میں)، ایک نصاب تھا پھر درمیان سال میں اس نے اور مال کما لیا تو اسے اپنے مال میں ملا کر سارے کی زکوٰۃ دے اور سائمہ (یعنی جنگل میں چرنے والے) سے وہ چوپایہ مراد ہے جو چھ مہینے سے زیادہ اتفاق چرنے ہی پر اکتفا کرے (یعنی گھر آ کے نہ کھائے) اور اگر اس نے چھ مہینے یا اس سے کچھ کم جنگل میں چرا تو ایسے چوپایوں میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک زکوٰۃ نصاب میں ہے عفو میں نہیں ہے اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک دونوں میں واجب ہے۔

فائدہ نصاب اور عفو کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس اسّی بکریاں تھیں اور ان پر ایک سال گزر گیا لیکن اس کے زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے ان میں سے چالیس بکریاں مر گئیں تو چالیس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ایک بکری دینی واجب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک نصف بکری واجب ہے۔

ترجمہ: اور جب زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد مال ہلاک ہو جائے تو (اس صورت میں) زکوٰۃ بھی (اس کے ذمہ سے) ساقط ہو جائے گی اور اگر کوئی مالک نصاب تھا اور سال پورا

ہونے سے پہلے ہی اس نے زکوٰۃ دے دی تو یہ بھی جائز ہے۔

باب زکوٰۃ الفضۃ

چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: دو سو درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے لیکن جب دو سو درہم ہوں اور ایک سال ان پر گذر جائے تو ان میں (زکوٰۃ کے) پانچ درہم ہیں اور دو سو سے زیادہ میں زکوٰۃ نہیں ہے یہاں تک کہ وہ چالیس ہو جائیں (یعنی دو سو کے بعد اتنے میں زکوٰۃ نہیں ہے) اور پورے چالیس میں ایک درہم ہے پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر چالیس میں ایک درہم ہے اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دو سو سے زیادہ میں بھی اسی حساب سے زکوٰۃ ہے اور اگر کسی چیز میں چاندی ہو تو وہ چاندی ہی کے حکم میں ہے اور اگر اس میں (چاندی سے) ملاوٹ زیادہ ہو تو وہ اسباب کے حکم میں ہے اور ایسی چیزوں میں معتبر یہ ہے کہ ان کی قیمت نصاب (زکوٰۃ کی مقدار) کو پہنچ جائے۔

باب زکوٰۃ الذھب

سونے کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: سونے کے بیس مثقال سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے لیکن جب پورے بیس مثقال ہوں اور ان پر پورا سال گذر جائے تو ان میں نصف مثقال ہے پھر ہر چار مثقالوں میں دو قیراط ہیں۔

فائدہ: چار مثقال میں دو قیراط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ میں مال کا چالیسواں حصہ دینا واجب ہے اور چار مثقال اسی قیراط کے ہوتے ہیں اور یہ چالیسواں حصہ دو قیراط ہوئے اور شریعت نے ایک بہ دس درہم کا معیار رکھا ہے پس چار مثقال مثل چالیس درہموں کے ہیں۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چار مثقال سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ بیس سے جس قدر زیادہ ہوں ان کی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے ہے اور سونے اور چاندی کی چیزوں اور ان کے زیورات اور برتنوں میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

فائدہ: یہ ہمارے علماء کے نزدیک ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سونے یا چاندی کی چیزوں میں واجب ہے اور اگر اس کے زیور یا برتن بنا لیے جائیں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

باب زکوٰۃ العروض

اسباب کی زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: تجارتی مال میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ وہ کسی قسم کا ہو جس وقت اس کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کو پہنچ جائے اور اس کی ایسی چیز سے قیمت کریں جس میں فقیروں اور مسکینوں کو زیادہ فائدہ ہو اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اسی سے اس کی قیمت کریں جس سے اسے خریدا ہو۔ اگر روپیہ پیسہ سے نہیں خریدا تو ایسی چیز سے قیمت کریں جس کا اس شہر میں زیادہ رواج ہو اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ ہر حال میں اسی سے قیمت کریں جس کا اس شہر میں زیادہ رواج ہو اور جب سال کے اول و آخر میں نصاب پورا ہو (اور درمیان میں کمی آ گئی ہو) تو (یہ) درمیانی کمی زکوٰۃ کو ساقط نہیں کرتی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نصاب پورا کرنے کے لیے (تجارتی) اسباب کی قیمت سونے چاندی میں ملا دی جائے اور اسی طرح سونے کی قیمت چاندی میں ملا دی جائے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کچھ تجارتی اسباب تھا اور کچھ سونا چاندی تھا لیکن پورا نصاب دونوں میں کسی میں بھی نہ تھا ہاں اگر ان دونوں میں سے کسی کی قیمت کر کے دوسری چیز میں ملا دیں تو نصاب پورا ہو جاتا ہے ایسی صورت میں ایک کی قیمت معین کر کے دوسرے میں ملا دیں گے تاکہ نصاب پورا ہو جائے۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ سونے کی قیمت کر کے چاندی میں نہ ملایا جائے اور اجزاء ملا دیے جائیں گے۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے مثلاً کسی کے پاس پانچ دینار پچاس درہم کی قیمت کے تھے اور اس کے پاس سو درہم بھی تھے تو ایسے شخص پر امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ اجزاء کے اعتبار سے نصاب پورا ہے یعنی اس صورت میں نصف نصاب سونے کا ہے اور

بعث ہو۔

فائدہ: یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور عشری زمین اس کو کہتے ہیں جس کی پیداوار میں سے دسواں حصہ بادشاہ کو دیا جائے۔

ترجمہ: اور اس بارے میں امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ دسواں حصہ اس وقت واجب ہے کہ شہد دس مشکیں ہوں اور امام محمدؒ پانچ فرق فرماتے ہیں اور فرق چھتیس رطل عراقی کا ہوتا ہے۔

فائدہ: رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے چھتیس رطل اٹھارہ سیر کے ہوئے۔ اس حساب سے کل نوے سیر ہوں گے۔

ترجمہ: اور خراجی زمین کی پیداوار میں سے دسواں حصہ دینا واجب نہیں ہے۔

باب من يجوز رفع الصدقة اليه ومن لا يجوز

مستحقین زکوٰۃ کا بیان

ترجمہ: اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے کہ:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ.

یعنی یہ آٹھ قسم کے آدمی ہیں اور مؤلفۃ القلوب ان میں سے ساقط ہو گئے ہیں۔

فائدہ: مؤلفۃ القلوب ان کافروں کو کہتے ہیں جو شروع اسلام میں رسول مقبول ﷺ کی لڑائیوں میں مدد کرتے تھے ان کے دل پر چانے کے لیے زکوٰۃ کا مال ان کو دیا جاتا تھا اس لیے وہ لوگ مؤلفۃ القلوب کہلاتے تھے۔

ترجمہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کو اللہ نے قوت دے دی ہے اور ان سے بے پرواہ کر دیا ہے اور فقیر وہ ہے جس کے پاس تھوڑا سا مال ہو (یعنی نصاب کی مقدار نہ ہو) اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔

فائدہ: بعض فقہاء نے اس کے برعکس معنی کیے ہیں یعنی یہ کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ

ہو اور مسکین وہ ہے جس کا مال نصاب سے کم ہو اور کچھ پہلے ہی گئی ہیں۔

ترجمہ: اور عامل وہ ہے کہ بادشاہ اس کے کام کا اندازہ کر کے کھانے دے دے۔

فائدہ: عامل میں یہ شرط ہے کہ وہ بادشاہ کا مقرر کیا ہوا ہو اس کام پر کہ لوگوں سے زکوۃ وصول کر کے بادشاہ کے سپرد کیا کرے۔

ترجمہ: اور فی الرقاب سے یہ مراد ہے کہ مکاتب غلاموں کے چھڑانے میں ان کی مدد کی جائے۔

فائدہ: مکاتب وہ غلام ہوتا ہے جس نے اپنے آپ کو اپنے آقا سے خرید لیا ہو یعنی اپنی قیمت اپنے ذمے لے لی ہو۔

ترجمہ: غارم وہ ہے جس کے ذمہ قرض ہو (اور اس کے پاس دینے کو نہ ہو) اور فی سبیل اللہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو (راہ خدا میں) لڑنے سے عاجز ہوں (یعنی ان کے پاس ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ نہ ہوں) اور ابن السبیل سے وہ (مسافر) لوگ مراد ہیں جن کا مال ان کے وطن میں ہو اور وہ دوسری جگہ ہوں کہ وہاں ان کے پاس کچھ نہ ہو یہی یہ (سات) مصارف زکوۃ ہیں اور مالک کو (یعنی زکوۃ ادا کرنے والے کو) اختیار ہے کہ چاہے ان میں سے ہر ایک کو دے اور چاہے ایک ہی قسم کے لوگوں کو دے دے۔

فائدہ: یہ مذہب ہمارے ائمہ کا ہے اور امام شافعی کے اس بارے میں دو قول ہیں ایک قول ہمارے ائمہ کے موافق ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ زکوۃ ادا ہونے کے لیے ہر قسم میں سے تین تین آدمیوں کو دینا ضروری ہے۔

ترجمہ: اور ذمی کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "خُذْهَا مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَ رُدَّهَا فِي فُقَرَائِهِمْ" یعنی زکوۃ مسلمان دولت مندوں سے لے کر مسلمان فقیروں کو دے دیا کرو اور زکوۃ کے سوا اور صدقہ ذمی کو دینا جائز ہے اور ذمی اس کافر کو کہتے ہیں جو باجگذار ہو اور مسلمانوں سے امان لے کر دار السلام میں رہنے لگا ہو۔

ترجمہ: اور زکوۃ کے مال سے نہ مسجد بنائی جائے اور نہ اس سے (خرید کر) میت کو کفن دیا

جائے اور نہ آزاد کرنے کے لیے اس سے کوئی غلام خریدا جائے اور نہ زکوٰۃ دولت مندوں کو دی جائے اور نہ زکوٰۃ دینے والا اپنی زکوٰۃ اپنے باپ دادا اور پردادا وغیرہ کو دے اور نہ بیٹے پوتوں وغیرہ کو دے اور نہ ماں نانی اور دادی کو دے اور نہ اپنی بیوی کو دے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہ عورت اپنے خاوند کو دے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ بیوی اپنے خاوند کو دے سکتی ہے۔

فائدہ - ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سے فرمایا تھا کہ اگر تم اپنے خاوند کو دے دو تو تمہارے لیے دو اجر ہے ایک اجر صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ اسی حدیث کی وجہ سے صاحبینؒ اس کے قائل ہیں کہ عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے دے تو جائز ہے یعنی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ حدیث نفلی صدقہ پر محمول ہے فرض زکوٰۃ خاوند کو دینا ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور نہ زکوٰۃ اپنے (غلام) مکاتب کو دے اور نہ اپنے غلام کو اور نہ کسی امیر کے غلام اور نہ امیر کے بچے کو دے جب کہ وہ چھوٹا ہو۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ چھوٹا بچہ اپنے باپ کے مال کی وجہ سے امیر ہی شمار کیا جاتا ہے بخلاف بڑے کے کہ وہ باپ کے مال کی وجہ سے امیر شمار نہیں ہوتا اگرچہ اس کا خرچ باپ ہی کے ذمہ ہو۔

ترجمہ: اور نہ زکوٰۃ بنی ہاشم کو دی جائے اور بنی ہاشم وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، جعفرؓ، عقیلؓ، حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں ہوں اور نہ ان کے غلاموں کو زکوٰۃ دی جائے۔

فائدہ کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غلام انہی لوگوں میں شمار ہوتا ہے کہ جن کا وہ غلام ہو۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کسی کو فقیر سمجھ کر زکوٰۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ امیر آدمی ہے یا ہاشمی ہے یا کافر ہے یا اندھیرے میں کسی فقیر کو زکوٰۃ دے دی تھی پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کا باپ یا بیٹا ہے تو اس پر دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی اس کے ذمہ سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ اسے دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم ہے اور کسی کو زکوٰۃ دی پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کا غلام یا مکاتب تھا تو ان سب ائمہ کے نزدیک زکوٰۃ جائز نہ ہوگی۔

فائدہ: اس زکوۃ کے ناجائز ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جس کو زکوۃ دی جائے اس کو زکوۃ کا مالک بنا دینا زکوۃ کا رکن ہے اور چونکہ غلام اور مکاتب میں مالک بننے کی قابلیت نہیں ہے لہٰذا وہ مالک نہ ہوں گے کیونکہ ان کا مال آقا کا مال ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور ایسے شخص کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے جو (مقدار) نصاب کا مالک ہے خواہ وہ مال کسی قسم کا ہو اور ایسے شخص کو دینا جائز ہے جو نصاب سے کم کا مالک ہو اگر چہ وہ تندرست کمانے والا ہو (یعنی پیشہ ور) ہو اور ایک شہر کی زکوۃ دوسرے شہر میں لے جانا مکروہ ہے بلکہ ہر قوم کی زکوۃ وہیں کے لوگوں میں تقسیم کر دی جائے ہاں اگر کسی کو اپنے قرابت داروں یا ایسے لوگوں کے لیے لے جانے کی ضرورت ہو جو اس شہر والوں میں سے زیادہ حاجت مند ہوں۔

باب صدقة الفطر

صدقۂ فطر کا بیان

فائدہ۔ صدقۂ فطر کو ہماری زبان میں فطرہ کہتے ہیں۔

ترجمہ: فطرہ آزاد مسلمان پر واجب ہے جب کہ وہ مقدار نصاب کا مالک ہو اور یہ نصاب رہنے کے گھر اور پہننے کے کپڑوں اور اسباب اور سواری کے گھوڑے اور ہتھیار اور خدمت کے غلاموں سے زیادہ ہو اس کو ہر مسلمان (آزاد) اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی اولاد اور خدمت کے غلاموں کی طرف سے ادا کرے اور اپنی بیوی کی طرف سے ادا نہ کرے اور نہ اپنی بڑی اولاد کی طرف سے اگر چہ ان کا خرچ کھانے پینے کا اسی کے ذمہ ہو اور نہ کوئی اپنے مکاتب کی طرف سے دے اور نہ سوداگری کے غلاموں کی طرف سے اور جو غلام دو آدمیوں کی شراکت میں ہو تو (اس کا) فطرہ ان میں سے کسی پر واجب نہیں ہے اور مسلمان اپنے کافر غلام کی طرف سے فطرہ ادا کرے۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافر غلام کا فطرہ آقا کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

ترجمہ: اور فطرہ گیہوں کا نصف صاع ہے اور جو اور کھجور سے اور منقیٰ کا ایک صاع اور صاع امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عراقی رطل سے آٹھ رطل کا معتبر ہے۔

فائدہ: اور رطل وزن میں بیوہ شاہی روپیہ سے چالیس روپیہ کے قریب ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ (صاع) پانچ رطل اور تہائی رطل کا معتبر ہے اور فطرہ عید کے روز صبح صادق ہونے کے بعد واجب ہو جاتا ہے پس جو شخص اس سے پہلے مر جائے اس پر فطرہ واجب نہیں ہے اور جو شخص صبح صادق ہونے کے بعد مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا تو اس پر واجب نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ لوگ عیدگاہ جانے سے پہلے فطرہ نکال دیں اور اگر عید کے روز سے پہلے دے دیں تب بھی جائز ہے اور اگر عید کے روز سے مؤخر کر دیں تو وہ ادا نہ ہوگا بلکہ ادا کرنا ان کے ذمہ لازم ہے۔

کتاب الصوم

روزے کا بیان

ترجمہ: روزے کی دو قسمیں ہیں واجب اور نفل۔ پھر واجب کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جو کسی خاص زمانہ سے تعلق رکھے جیسے رمضان شریف اور نذر معین کے روزے پس یہ روزے رات سے نیت کر لینے سے ہوتے ہیں اگر کسی نے صبح تک نیت نہیں کی تو اسے زوال سے پہلے پہلے نیت کر لینی کافی ہے۔

فائدہ: جامع صغیر میں دوپہر سے پہلے نیت کرنی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے۔

ترجمہ: اور دوسری قسم وہ ہے جو ذمہ ثابت ہوتی ہے جیسے رمضان شریف کی قضا اور نذر مطلق اور کفارے کے روزے پس اس قسم کا روزہ رات سے نیت کیے بغیر نہیں ہوتا اور یہی حکم ظہار کے روزے کا ہے اور نفلی سب روزے زوال سے پہلے نیت کر لینے سے ہو جاتے ہیں۔

چاند دیکھنے کا بیان ✱ اور لوگوں کو چاہیے کہ شعبان کی انتیسویں تاریخ کو خوب غور سے چاند دیکھیں اگر چاند نظر آ جائے تو روزے رکھنے شروع کر دیں اور اگر ابر ہو تو شعبان کے پورے

تیس روزے پورے کر کے پھر روزے رکھے۔ اگر کسی اکیلے شخص نے رمضان شریف کا چاند دیکھا تو (اگلے روز) وہ روزہ رکھے اگرچہ امام (یعنی مسلمانوں کا حاکم) اس کی گواہی کو نہ مانے اور جب آسمان میں کوئی علت (یعنی غبار یا ابر) ہو تو چاند دیکھنے کے بارے میں امام ایک ہی عادل آدمی کی گواہی کو مان لے مرد ہو یا عورت ہو۔ آزاد ہو یا غلام ہو۔

فائدہ: کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے رمضان شریف کے چاند کے بارے میں ایک آدمی کی گواہی مان لی تھی اس حدیث کو اصحاب سنن اربعہ نے نقل کیا ہے۔

ترجمہ: اور اگر آسمان میں کوئی علت (ابر وغیرہ کی) نہیں ہے تو یہ گواہی مانی نہ جائے یہاں تک کہ اتنے لوگ چاند دیکھ لیں کہ جن کے بیان کرنے پر یقین آجائے۔

روزہ کا وقت ✻ اور روزے کا وقت صبح صادق سے لے کر آفتاب غروب ہونے تک ہے اور روزہ اسے کہتے ہیں کہ آدمی (روزہ کی) نیت کے ساتھ دن کو کھانے اور پینے اور صحبت کرنے سے رکا رہے اور اگر کوئی روزہ دار بھول کر کھا لے یا پی لے یا صحبت کر لے تو اس کا روزہ نہیں جاتا۔ اور اگر روزہ دار سو گیا تھا اور اسے احتلام ہو گیا یا اس نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا تھا اور دیکھنے ہی سے انزال ہو گیا یا کسی نے (سر میں) تیل لگایا یا پچھنے لگوائے یا سرمہ ڈال لیا یا (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا (اور اسے انزال نہیں ہوا) تو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں جاتا۔

<u>**روزہ ٹوٹنے کے مسائل**</u> ✻ اور اگر بوسہ لینے یا چھونے سے انزال ہو گیا تو اس کے ذمہ (اس روزہ کی) قضا لازم ہے اور کفارہ لازم نہیں ہے اور جب کسی کو اپنے اوپر اطمینان ہو (یعنی شہوت بڑھ جانے اور انزال ہونے کا شبہ نہ ہو) تو بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اطمینان نہیں تو بوسہ لینا مکروہ ہے اور اگر کسی کو خود بخود قے ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں جاتا اور اگر کسی نے جان بوجھ کر منہ بھر کے قے کی تو اس پر (اس روزہ کی) قضا لازم ہے اور کسی شخص نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا یا گٹھلی نگل لی تو اس کا روزہ جاتا رہا وہ قضا رکھے (اس پر کفارہ نہیں ہے) اور جو شخص جان بوجھ کر قبل یا دبر میں جماع کر لے یا کھا لے یا کوئی چیز پی لے جو غذا ہو سکے یا دوا ہو سکے تو اس کے ذمہ قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

فائدہ: یعنی قضا تو روزہ توڑ دینے کی وجہ سے اور کفارہ پوری خطا کرنے کی وجہ سے۔

ترجمہ: اور (روزہ کا) کفارہ مثل کفارہ ظہار کے ہے۔

فائدہ: کیونکہ مروی ہے کہ ایک گنوار رسول ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں تو مر مٹا۔ حضرت نے پوچھا کیوں کیا کیا؟ کہنے لگا کہ میں نے رمضان شریف میں جان بوجھ کر دن میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک غلام آزاد کر دو۔ عرض کیا کہ میں سوائے اپنی اس گردن کے اور کسی گردن کا مالک نہیں ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا دو مہینے کے پے در پے روزے رکھو۔ عرض کیا یہ بلا مجھ پر روزے ہی رکھنے سے آئی ہے یعنی اس بھوک میں میں روزوں کے سبب پھنسا ہوں پھر دو مہینے کے روزے پے در پے کس طرح رکھ سکتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو الی آخر الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفارہ اس طریقہ پر واجب ہے جس طرح کفارہ ظہار کا ہے۔

ترجمہ: اور جس شخص نے فرج کے سوا اور کہیں جماع کیا اور اسے انزال ہو گیا تو اس پر قضا لازم ہے کفارہ لازم نہیں ہے اور رمضان شریف کے روزے کے سوا اور کسی روزے کے توڑنے میں کفارہ نہیں ہے۔

روزہ کے متفرق مسائل ✽ اور جس نے حقنہ کیا (یعنی عمل لیا) یا ناک میں دوا ڈالی یا کان میں دوا ڈالی یا پیٹ یا سر کے زخم میں تر دوا لگائی اور وہ دوا پیٹ کے اندر یا دماغ میں پہنچ گئی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

فائدہ: یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ترجمہ: اور کوئی اپنے ذکر کے سوراخ میں کوئی دوا ڈالے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس سے روزہ نہیں جاتا (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس سے روزہ جاتا رہتا ہے۔

فائدہ: اس اختلاف کا دارومدار اس پر ہے کہ مثانہ اور پیٹ کے درمیان میں کوئی منفذ ہے یا نہیں۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہے اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نہیں ہے کیونکہ مثانہ اس

کے درمیان میں حائل ہے۔ اور یہ اختلاف اسی صورت میں ہے کہ وہ دوا مثانہ تک پہنچ جائے لیکن اگر دوا ذکر ہی میں رہے تو پھر بالاجماع روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر عورت اپنی فرج میں دوا ڈالے تو اس سے بالاجماع روزہ جاتا رہتا ہے جو ہرہ اور خلاصہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی شخص نے اپنی زبان سے کوئی چیز چکھی تو اس سے روزہ نہیں جاتا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور عورت کے لیے مکروہ ہے کہ وہ بلا ضرورت اپنے بچہ کو روٹی وغیرہ چبا کر دے۔

فائدہ: بلا ضرورت سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی اور چھوٹا بچہ ہو جس کا روزہ نہ ہو اور وہ اس کے بچہ کو کھلا دے یا کوئی حائضہ عورت ہو یا کھانا ایسا ہو کہ اس کے چبانے کی ضرورت نہ ہو تو ان صورتوں میں اسے چبا کر دینا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت جائز ہے۔

ترجمہ: اور گوند کے چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن یہ مکروہ ہے۔

فائدہ: اس سے روزہ نہ ٹوٹنے کی یہ وجہ ہے کہ گوند پیٹ تک نہیں پہنچتا بلکہ دانتوں میں چپک جاتا ہے یہ اس گوند کا حکم ہے جو سفید اور جما ہوا ہو۔ ریزہ ریزہ نہ ہو اور اگر سیاہ گوند ہے تو اس کے چبانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ وہ جما ہوا ہو۔ کیونکہ وہ باریک ہو کر پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ جوہرہ

ترجمہ: اور جو شخص رمضان شریف میں بیمار ہوا اور یہ ڈر ہو کہ روزہ رکھنے سے بیماری بڑھ جائے گی تو وہ روزہ نہ رکھے اور (بعد میں) قضا رکھے اور اگر کوئی مسافر ہے کہ اسے روزہ رکھنے میں کچھ تکلیف نہیں ہوتی تو اس کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے تو اگر اس وقت نہ رکھے اور (بعد میں) قضا رکھے تو تب بھی جائز ہے اور اگر بیمار یا مسافر اپنی اسی حالت (بیماری اور سفر) میں مر جائیں تو ان کے ذمہ روزوں کی قضا لازم نہیں ہے اور اگر بیمار تندرست ہو گیا تھا یا مسافر مقیم ہو گیا تھا پھر یہ دونوں مر گئے تو ان دونوں کے ذمہ تندرست اور مقیم ہونے کی مقدار کے روزوں کی قضا لازم ہے۔

فائدہ: ان پر لازم ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان پر واجب ہے کہ اپنے روزوں کے عوض میں کھانا کھلانے کی وصیت کر دیں۔

ترجمہ: اور رمضان کو قضا کے روزے چاہے کوئی متفرق طور پر رکھے اور چاہے پے در پے

رکھ لے اور اگر کسی نے (قضا روزے رکھنے میں) اتنی تاخیر کر دی کہ دوسرا رمضان آ گیا تو وہ دوسرے ہی رمضان کے روزے رکھے اور پہلے رمضان کی بعد میں قضا رکھے اور اس پر فدیہ نہیں ہے۔

فائدہ: یہ مذہب ہمارے ائمہ کا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاخیر کی صورت میں فدیہ دینا لازم ہے۔

ترجمہ: اور حمل والی اور دودھ پلانے والی عورتوں کو جب یہ اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے سے ہمارے بچوں کو بھوک وغیرہ کی تکلیف ہوگی تو یہ روزہ نہ رکھیں۔ اور (بعد میں) قضا رکھ لیں اور ان پر فدیہ نہیں ہے۔

فائدہ: اور نہ ان دونوں قسم کی عورتوں پر کفارہ ہے۔ کیونکہ انھوں نے ایک عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا اور کفارہ اس پر لازم ہوتا ہے جو بلا عذر اور بلا ضرورت کے روزہ نہ رکھے۔

ترجمہ: اور جو آدمی بہت بوڑھا ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتا تو وہ افطار کرے اور (رمضان میں) ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلاتا رہے جیسا کہ کفاروں میں کھانا کھلایا جاتا ہے۔

اگر کسی کے ذمہ رمضان کی قضا تھی اور اس نے (اپنے روزوں کی بابت) وصیت کر دی تو اس کا ولی اس کی طرف سے ہر روز ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوہارے یا جو دے اور اگر کسی نے نفلی روزہ شروع کر کے پھر اسے توڑ دیا تو وہ اس کی قضا رکھے اور اگر کوئی لڑکا رمضان میں بالغ ہو گیا یا کوئی کافر مسلمان ہو گیا تو انہیں چاہیے کہ جتنا دن باقی ہے اس میں کھانے پینے سے رکے رہیں اور اس روزے کے بعد اور سب روزے رکھیں اور جو دن پہلے گذر چکے ہیں ان کی قضا نہ رکھیں۔

اگر کوئی شخص رمضان میں بے ہوش ہو گیا تو جس روز بے ہوش ہوا ہے اس روز کا قضا روزہ نہ رکھے اور اس کے بعد کے روزے قضا رکھے۔

فائدہ: اس روز کی قضا نہ رکھنی بھی اسی صورت میں ہے کہ اس کے حلق میں کوئی چیز نہ گئی ہو یعنی دوا وغیرہ نہ دی گئی ہو۔ اور اگر دوا وغیرہ دی گئی ہے تو اس روزہ کی قضا بھی واجب ہوگی۔

: اور جب رمضان کے بعض دنوں میں کسی دیوانے کو افاقہ ہو جائے تو باقی دنوں کے

روزے رکھے اور گذشتہ دنوں کی قضا کرے اور اگر (رمضان شریف میں) عورت کو حیض آ جائے یا نفاس آ جائے تو وہ روزہ قضا کرلے۔ اور پاک ہونے کے بعد قضا روزے رکھے اور اگر رمضان کے اندر دن میں مسافر (اپنے گھر) آ گیا یا عورت حائضہ تھی پاک ہوگئی تو یہ دونوں باقی دن میں کھانے پینے وغیرہ سے رکے رہیں۔

اگر کسی نے سحری کھائی روزہ دار سمجھتا تھا کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی یا کسی نے اس خیال سے روزہ افطار کرلیا کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے پھر معلوم ہوا کہ صبح صادق ہو چکی ہے یا آفتاب غروب نہیں ہوا تو یہ شخص اس روزے کے عوض قضا روزہ رکھے اور اس پر کفارہ نہیں۔

اگر کسی نے تنہا عید کا چاند دیکھا تو وہ (احتیاطاً) روزہ افطار نہ کرے اور جب آسمان میں ابر وغیرہ ہو تو عید کے چاند میں امام دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی گواہی نہ لے اور اگر آسمان میں کچھ ابر وغیرہ نہیں ہے تو امام کسی کی گواہی نہ لے جب تک اتنے لوگ گواہی نہ دیں کہ ان کے بیان کرنے پر یقین آ جائے۔

باب الاعتکاف

اعتکاف کا بیان

ترجمہ: اعتکاف مستحب ہے (صحیح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے) اور اعتکاف کے معنی یہ ہیں کہ روزے اور اعتکاف کی نیت کے ساتھ مسجد میں رہے تو معتکف (یعنی اعتکاف کرنے والے) پر صحبت کرنا اور عورت کو چھونا اور بوسہ لینا حرام ہے اور اگر بوسہ لینے سے انزال ہو گیا یا (عورت کو) چھو لیا تو اس کا اعتکاف باطل ہو گیا اور اس پر قضا لازم ہے اور معتکف مسجد سے نہ نکلے مگر حاجت انسانی یا جمعہ کے لئے۔

فائدہ: کیونکہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنے معتکف (یعنی اعتکاف کی جگہ) سے نہ نکلتے تھے مگر حاجت انسانی کے لیے اور حاجت انسانی سے مراد پیشاب و پاخانہ کی ضرورت ہے۔

ترجمہ: اور مسجد کے اندر بغیر اسباب لائے خرید و فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (اور اگر کوئی اسباب لے آیا تو یہ فعل مکروہ ہے) اور معتکف کو چاہیے کہ اچھی ہی باتیں کرے اور چپ رہنا بھی مکروہ ہے۔

اگر معتکف نے رات کو یا دن کو بھول کر یا جان کر جماع کر لیا تو اس کا اعتکاف باطل ہو گیا۔

اگر کوئی معتکف بغیر عذر کے ایک گھڑی مسجد سے باہر رہا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ فاسد نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ نصف دن سے زیادہ باہر رہے اگر کسی نے چند خاص دنوں کا اعتکاف کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا تو اس پر ان دنوں کی راتوں کا اعتکاف کرنا بھی لازم ہوگا اور اعتکاف کے دن پے در پے ہوں گے۔ اگرچہ اس نے پے در پے کرنے کی نیت نہ کی ہو۔

کتاب الحج

حج کا بیان

حج ایسے لوگوں پر واجب ہے جو آزاد مسلمان بالغ عاقل تندرست ہوں اور جن کے گھر اور ضروریات اور واپس آنے تک اپنے بال بچوں کے خرچ سے بچ کر اتنا مال اور ان کے پاس ہو کہ راستہ اور سواری کا خرچ اٹھا سکیں اور راستہ بھی امن کا ہو۔

عورت کے حق میں یہ معتبر ہے کہ اس کے ساتھ کوئی اس کا محرم یا اس کا خاوند ہو جس کے ساتھ (جا کر) وہ حج کرے۔ اور جس وقت اس کے اور مکہ کے درمیان تین دن کی یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو ان دونوں کے سوا اور کسی کے ساتھ (جا کر) اسے حج کرنا جائز نہیں ہے۔

<u>میقات احرام</u> ✽ وہ مواقیت جن سے آدمی کو احرام باندھے بغیر گزر جانا جائز نہیں ہے یہ ہیں۔ اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ۔

فائدہ: ذوالحلیفہ ایک چشمہ کا نام ہے اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان میں چھ میل کا فاصلہ

ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سات میل اور آنحضرت ﷺ جب مدینے سے چلے تھے تو آپ نے بھی یہیں پڑاؤ کیا تھا۔ آپ اس درخت کے نیچے ٹھہرے تھے جہاں ذوالحلیفہ میں آج کل مسجد بنی ہوئی ہے۔

ترجمہ: اور اہل عراق کے لیے ذات عرق ہے۔ اہل شام کے لئے جحفہ ہے۔ اہل نجد کے لئے قرن ہے۔ اہل یمن کے لئے یلملم ہے۔

فائدہ: مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہی مواقیت معین فرمائی تھیں اور اہل ہند و پاکستان کی میقات بھی یلملم ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی ان مواقیت سے پہلے ہی احرام باندھ لے تب بھی جائز ہے اور جو شخص ان مواقیت سے پرے رہتا ہو تو اس کی میقات (یعنی احرام باندھنے کی جگہ) حل ہے۔

فائدہ: حل سے مراد وہ ہے جو مواقیت اور حرم کے درمیان میں ہے اور حج اور عمرہ دونوں کے احرام کے لئے کافی ہے۔

احرام کے احکام ✱ **ترجمہ:** اور جو شخص مکہ میں ہو اس کی میقات حج (کا احرام باندھنے) کے لئے حرم ہے اور عمرہ کے لئے حل ہے۔

جب کوئی احرام باندھنا چاہے (خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا یا دونوں کا) تو (اول) غسل کرے یا وضو کرے۔ اور غسل کرنا افضل ہے۔ اور دو کپڑے یعنی تہبند اور چادر نئے یا دھلے ہوئے پہنے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی احرام باندھتے وقت یہی دو کپڑے پہنے تھے جسے امام بخاری نے نقل کیا ہے اور یہ دونوں کپڑے سلے ہوئے نہ ہوں۔

ترجمہ: اور خوشبو لگائے اگر اس کے پاس ہو اور دو رکعت پڑھے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی ذوالحلیفہ میں احرام باندھتے وقت دو رکعت پڑھی تھیں۔

اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

"یعنی الٰہی میں حج کرنا چاہتا ہوں تو اسے میرے لئے آسان کر دے۔ اور قبول فرما

ہے۔"

پھر اس نماز کے بعد تلبیہ (یعنی لبیک کہے) پھر اگر فقط حج ہی کا ارادہ کیا ہے تو اپنے تلبیہ میں حج ہی کی نیت کر لے اور تلبیہ یہ ہے۔ اس طرح کہے:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

ان کلمات میں سے کچھ کم کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کچھ زیادہ کر دے تو جائز ہے اور جب کسی نے تلبیہ کہہ لیا تو وہ محرم ہو گیا۔ اب اسے چاہیے کہ جن چیزوں سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے بچے یعنی جماع کرنے اور جھوٹ بولنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بہت ہی پرہیز کرے اور شکار نہ کرے اور نہ شکار کی طرف اشارہ کرے اور نہ شکار کسی کو بتلائے۔

فائدہ: یعنی زبان سے یہ نہ کہے کہ شکار فلاں جگہ ہے۔

ترجمہ: اور نہ کرتا پہنے اور نہ پاجامہ اور نہ عمامہ باندھے اور نہ ٹوپی اوڑھے اور نہ قبا پہنے اور نہ موزے۔ ہاں اگر کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے اور اپنے سر اور منہ کو نہ ڈھکے اور نہ (سر اور چہرہ کو) کوئی خوشبو لگائے۔

فائدہ: اور نہ تیل لگائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک ایسے شخص کے حق میں فرمایا تھا جو احرام کی حالت میں مر گیا تھا کہ

وَ لَا تُخَمِّرُوْا وَجْھَہٗ وَ لَا رَاْسَہٗ فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مُلَبِّیًا.

"یعنی اس کے چہرہ اور سر کو نہ ڈھانپو کیونکہ قیامت کے دن یہ تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔"

ترجمہ: اور نہ سر منڈوائے اور نہ بدن کے بال منڈوائے اور نہ داڑھی کترے اور نہ ناخن ترشے اور نہ گلاب اور زعفران اور کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنے۔ ہاں اگر وہ دھلا ہوا ہو اور رنگ نہ چڑھتا ہو کیونکہ ممانعت خوشبو کی ہے نہ کہ رنگ کی۔

ترجمہ: اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ محرم غسل کرے اور حمام میں داخل ہو اور بیت اللہ اور ہودہ کے سایہ میں بیٹھے اور ہمیانی کو کمر سے باندھ لے اور اپنے سر اور داڑھی کو خطمی سے نہ دھوئے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ خطمی میں ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ اس سے سر کی جوئیں مر جاتی ہیں اور احرام کی حالت میں جوؤں کا مارنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور سب نمازوں کے بعد تلبیہ بکثرت کہے اور اس وقت بھی تلبیہ کہے کہ جب کسی بلندی پر چڑھے یا نیچان میں اترے یا سواروں سے ملے اور جب صبح کو اٹھے۔

طواف قدوم کا بیان ٭ جب مکہ پہنچے تو اول مسجد حرام میں جائے۔ پھر جس وقت بیت اللہ کو دیکھے تو (اس کی تعظیم کے لئے) تکبیر اور تہلیل (یعنی اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ) کہے پھر حجر اسود کی طرف منہ کر کے تکبیر اور تہلیل کہے اور تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو (مونڈھوں تک) اٹھائے اور اسے استلام کرے۔

فائدہ: استلام کی یہ صورت ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو حجر اسود پر رکھے اور اپنے منہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان میں رکھے اور اسے بوسہ دے یعنی منہ سے چومے۔ اگر ہو سکے اور اگر نہ ہو سکے تو اپنے ہاتھوں کو اس کی طرف کر کے ہاتھوں ہی کو چوم لے۔

نہایہ میں کہا ہے کہ طواف کے لئے حجر اسود کو استلام کرنا ایسا ہے جیسے نماز کے لئے تکبیر ہے۔ یعنی نماز تکبیر سے شروع ہو جاتی ہے اور طواف استلام سے شروع ہو جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن حجر اسود اس کیفیت سے اٹھایا جائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے گا اور ایک زبان ہوگی جس سے یہ ان لوگوں کی گواہی دے گا جنھوں نے اسے استلام کیا ہے۔

ترجمہ: اور اگر بلا کسی مسلمان کو تکلیف دیئے ہو سکے تو حجر اسود کو بوسہ دے۔ پھر حجر اسود کی داہنی طرف سے یعنی جو جانب دروازے کی طرف ہے طواف شروع کرے۔

فائدہ: اگر کسی نے بائیں طرف سے شروع کیا تب بھی جائز ہے اور اس پر دم لازم ہے یعنی اس کی سزا میں اللہ کے نام پر ایک جانور ذبح کرے اور اس طواف کو الٹا طواف کہتے ہیں۔

ترجمہ: اور طواف کرنے سے پہلے اپنی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال لے پھر بیت اللہ کے چو طرف سات مرتبہ پھرے (اسے طواف کہتے ہیں) اور طواف میں حطیم (کعبہ) کو بھی شامل رکھے اور پہلے تین پھیروں میں اکڑتا ہوا چلے اور باقی چار پھیروں

میں اپنی چال سے چلے۔

فائدہ: ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس اکڑ کر چلنے کا سبب یہ تھا کہ جب حضور اقدس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کے حج کرنے تشریف لے گئے تو مشرکین مکہ نے صحابہ کے حق میں کہا کہ مدینہ کے بخار نے انہیں کم طاقت کر رکھا ہے۔ اس وقت حضور نے یہ حکم دیا کہ تم اکڑتے ہوئے چلو تاکہ تمہاری توانائی ان پر ظاہر ہو کر انہیں صدمہ ہو۔ پھر سبب زائل ہونے کے بعد بھی یہ حکم اسی طرح رہا۔

ترجمہ: اور اگر ہو سکے تو جب بھی حجر اسود کے پاس سے گذرے اسے استلام کرے۔

فائدہ۔ کیونکہ طواف کے پھیرے مثل نماز کی رکعتوں کے ہیں۔ پس جیسا کہ ہر رکعت تکبیر سے شروع کی جاتی ہے اسی طرح ہر پھیرا بھی حجر اسود کے استلام سے شروع کیا جائے۔ اور اگر اژدحام کی وجہ سے استلام نہ ہو سکے تو اس کی طرف منہ کر کے تکبیر اور تہلیل کرلے۔

رکن یمانی کا استلام ظاہر الروایۃ میں بھی مستحب ہے اور امام محمد نے اسے مسنون فرمایا ہے اور ان دونوں رکنوں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا اور کسی رکن کو استلام نہ کرے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی دونوں کا استلام کیا ہے اور رکن یمانی کو بوسہ دینا مسنون نہیں ہے اس وجہ سے کہ حضور نے اسے بوسہ نہیں دیا فقط استلام ہی کیا ہے اسی طرح جوہرہ میں ہے۔

ترجمہ: اور طواف کو استلام پر ختم کرے۔ پھر (اس سے فارغ ہونے کے بعد) مقام (ابراہیم) میں آئے اور اس کے پاس (کھڑا ہو کر) دو رکعت پڑھے (یہ دونوں رکعتیں ہمارے نزدیک واجب ہیں) یا مسجد حرام (یعنی حرم) میں جہاں آسانی سے پڑھ سکے وہیں پڑھ لے اور یہ طواف قدوم ہے اور یہ سنت ہے واجب نہیں ہے اور اہل مکہ پر طواف قدوم نہیں ہے۔

سعی کا بیان * پھر صفا کی (پہاڑی کی) طرف جائے (یعنی باب الصفا سے حرم کے باہر آئے) اور صفا پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف منہ کرے۔

فائدہ: یعنی صفا کی پہاڑی پر اتنا اونچا چڑھ جائے کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آنے لگے کیونکہ اوپر چڑھنے سے مقصود اس کی طرف منہ کرنا اور اسے دیکھنا ہے۔

جائے تو امام لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز پڑھائے۔ لیکن نماز سے پہلے اوّل امام دو خطبے پڑھے دونوں میں نماز پڑھنا اور عرفہ اور مزدلفہ میں وقوف کرنا اور رمی جمار اور قربانی (کرنے کے احکام) اور سر منڈوانا اور طواف زیارت کرنا سکھلائے اور ظہر ہی کے وقت ایک اذان اور دو تکبیروں سے لوگوں کو ظہر و عصر دونوں نمازیں پڑھائے۔

فائدہ: کیونکہ حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ یہ دونوں نمازیں آنحضرت ﷺ نے ایک اذان اور دو تکبیروں سے پڑھائی تھیں۔

ترجمہ: اور جو شخص اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر اکیلا ظہر کی نماز پڑھے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان دونوں نمازوں میں سے ہر ایک کو اس کے وقت پر پڑھے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اکیلا پڑھنے والا بھی دونوں کو جمع کر لے۔

پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد موقف کی طرف (یعنی کھڑے ہونے کی جگہ جائے) اور پہاڑ کے قریب کھڑا ہو۔

فائدہ: یہ پہاڑ عرفات کے میدان میں ہے اس پہاڑ کا نام جبل رحمت ہے اور اس کو کوہ دعا بھی کہتے ہیں۔

ترجمہ: عرفات سارا موقف ہے (یعنی عرفات میں ہر جگہ قیام جائز ہے) سوائے بطن عرنہ کے (اور یہ ایک جگہ کا نام ہے) اور امام کو چاہیے کہ عرفہ میں اپنی سواری پر سوار رہے۔ اور دعا کرے۔

فائدہ: یعنی دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔ کیونکہ عرفہ کے دن نبی ﷺ نے اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کی تھی جیسے کوئی مسکین فقیر کھانا مانگا کرتا ہے۔

ترجمہ: اور امام لوگوں کو حج کے احکام سکھلائے اور مستحب ہے کہ عرفات میں کھڑے ہونے سے پہلے امام غسل کرے۔

فائدہ: اور ہدایہ میں کہا ہے کہ یہ غسل سنت ہے۔

ترجمہ: اور خوب دعاء کرے۔

فائدہ: کیونکہ نبی ﷺ نے اپنی امت کے لئے اس موقف میں بہت کوشش سے دعا کی تھی اور

حق خونریزیاں اور ظلم نہ ہونے میں آپ کی دعا قبول بھی ہوئی۔

قیام مزدلفہ ✽ ترجمہ: جب آفتاب غروب ہو جائے تو امام اور اس کے ساتھ سب لوگ میانہ چال سے مزدلفہ آئیں اور وہیں اتر جائیں۔ اور مستحب یہ ہے کہ اس پہاڑ کے پاس اتریں جس پر میقدہ ہے اسے قزح کہتے ہیں۔

فائدہ: میقدہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں آگ جلائی جائے یہاں بھی اس لفظ سے ایک جگہ مراد ہے زمانہ جاہلیت کے لوگ اس پر آگ جلایا کرتے تھے اسی طرح نہایہ میں ہے۔

ترجمہ: پھر امام عشاء کے وقت ایک اذان اور ایک تکبیر سے لوگوں کو مغرب اور عشاء دونوں کی اکٹھی نماز پڑھائے۔

فائدہ: ان دونوں نمازوں کے درمیان میں نفلیں نہ پڑھے۔ کیونکہ اس سے نمازوں کے جمع کرنے میں خلل واقع ہوتا ہے اور اگر کسی نے نفلیں پڑھیں اور کوئی کام کیا تو چاہیے کہ تکبیر دوبارہ کہے اسی طرح جوہرہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی مغرب کی نماز (مزدلفہ کے) راستہ میں پڑھنی چاہے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

فائدہ: اگر کسی نے پڑھ لی تو اس پر لازم ہے کہ صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے اس نماز کو دوبارہ پڑھ لے اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ نماز ہو جائے گی کیونکہ اس نے اس کے وقت پر پڑھی ہے اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے۔

ترجمہ: اور جب صبح صادق ہو تو امام لوگوں کو اندھیرے میں نماز پڑھائے۔

فائدہ: یعنی اول وقت نماز پڑھائے کیونکہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس روز اندھیرے میں نماز پڑھائی تھی۔

ترجمہ: پھر امام کھڑا ہو اور اس کے ساتھ لوگ بھی کھڑے ہوں۔

فائدہ: یہ کھڑا ہونا ہمارے نزدیک واجب ہے اور رکن نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کوئی بغیر عذر کے اس کو چھوڑے گا تو اس پر دم لازم آئے گا۔

: اور امام دعا کرے۔

کرے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس وقت اس کے لئے عورتیں بھی حلال ہو جاتی ہیں گی اور حج میں یہی طواف فرض ہے اور ان ایام (یعنی قربانی کے دنوں) سے اسے موخر کرنا مکروہ ہے۔ پس ان سے اگر کسی نے اسے موخر کر دیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر دم لازم ہے۔

فائدہ: کیونکہ اس نے واجب کو ترک کر دیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔

پھر منیٰ کو لوٹ جائے اور وہیں رہے۔ اور عید کے دوسرے روز جب آفتاب ڈھل جائے تو تینوں جمروں پر (سات سات) کنکریاں مارے اور اس جمرہ سے شروع کرے جو (خیف کی) مسجد کے پاس ہے۔ اس پر سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتا رہے۔ پھر اس جمرہ کے پاس کھڑا رہے اور دعا مانگے۔ پھر اسی طرح جمرہ پر کنکریاں مارے جو اس کے پاس ہے اور اس کے پاس بھی تھوڑی دیر کھڑا ہو۔ پھر اسی طرح جمرۂ عقبہ پر مارے اور اس کے پاس کھڑا نہ ہو۔

فائدہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل حج کی تفصیل بیان کی ہے تو اس میں اسی طرح ہے اور یہی ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور جب اگلا روز ہو تو آفتاب ڈھلنے کے بعد اسی طرح تینوں جمروں پر کنکریاں مارے اور جب کوئی جلدی چلا جانا چاہے (تو تیرھویں تاریخ کی صبح صادق ہونے سے پہلے) مکہ چلا جائے اور اگر رہنا چاہے تو عید کے چوتھے روز بھی آفتاب ڈھلنے کے بعد اسی طرح تینوں جمروں پر کنکریاں مارے پس اگر اس روز کسی نے صبح صادق ہونے کے بعد اور آفتاب ڈھلنے سے پہلے کنکریاں ماردیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔

یہ مکروہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اسباب وغیرہ کو پہلے ہی مکہ روانہ کر دے اور کنکریاں مارنے تک خود وہیں رہے۔

طواف صدر: جب مکہ میں آئے تو اول محصب میں اترے پھر بیت اللہ کا

فائدہ: ورنہ تمتع افراد سے افضل ہے اور ایک روایت میں امام ابوحنیفہؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ
اول درجہ قران ہے پھر افراد پھر تمتع اور اسی پر فتویٰ ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک افراد افضل ہے۔ پھر تمتع پھر قران اور یہی قول امام مالکؒ اور
امام احمدؒ کا ہے۔

امام احمدؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ سب سے افضل تمتع ہے پھر افراد پھر قران۔

ترجمہ: اور قران کی تفصیل یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھے اور نماز
(احرام کی دو رکعتوں) کے بعد یہ کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ۔

"الٰہی میں حج اور عمرہ کرنا چاہتا ہوں تو ان دونوں کو میرے لئے آسان کر دے اور
ان کو میری طرف سے قبول فرمالے۔"

پھر جب یہ مکہ میں داخل ہو جائے تو طواف سے شروع کرے یعنی بیت اللہ کا طواف
سات پھیروں سے کرے پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور باقی پھیروں میں اپنی چال سے
چلے اور اس کے بعد صفا و مروہ (کی پہاڑیوں) کے درمیان میں سعی کرے اور یہ افعال عمرہ کے
ہیں۔ پھر سعی کے بعد طواف قدوم کرلے اور قران حج کے لئے صفا مروہ کے درمیان میں سعی
کرے جیسا کہ مفرد (یعنی فقط حج کرنے والے) کے حق میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اور حج اور عمرہ کے بیچ میں سر نہ منڈائے کیونکہ یہ حج کے احرام پر جنایت ہے۔ بلکہ
قربانی کے دن سر منڈائے۔

پھر جب قربانی کے دن جمرہ (عقبہ) پر کنکریاں مار چکے تو ایک بکری یا ایک گائے یا
ایک اونٹ ذبح کرے یا اونٹ یا گائے میں ساتواں حصہ لے لے پس یہ دم قران کا ہے۔

اگر اس کے پاس کوئی جانور ذبح کرنے کو نہیں ہے تو وہ حج کے دنوں میں تین
روزے رکھے اس طرح کہ آخر روزہ عرفہ کے دن کا ہو۔

اگر روزے نہیں رکھ سکا یہاں تک کہ قربانی کا دن آ گیا تو اب اس کے لئے سوائے
دم قران کے اور کوئی چیز کافی نہ ہوگی پھر (یعنی ایام تشریق گذر جانے کے بعد) جب گھر آ کر

باندھے اور جو (فقط) حج کرنے والا کرتا ہے وہ ہی یہ بھی کرلے اور تمتع کا دم اس پہ لازم ہے پس اگر دم میسر نہ ہو تو حج (کے دنوں) میں تین روزے رکھے اور گھر آتے وقت سات روزے رکھے اور اگر کوئی متمتع ہدی لے جانی چاہے تو وہ (عمرہ کا) احرام باندھ کر اپنی ہدی کو لے جائے پس اگر ہدی اونٹ ہے تو اس کی گردن میں پرانا مشکیزہ یا پرانے جوتے ڈال دے۔

فائدہ: یہ مشکیزہ وغیرہ جو ہدی کی گردن میں ڈالا جاتا ہے اسے عرب میں قلادہ کہتے ہیں اس سے مقصود یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ یہ ہدی ہے قربانی کے لئے بھیجی گئی ہے۔ کیونکہ وہاں کے لوگ جس جانور کو ہدی سمجھ لیتے ہیں اسے پانی پینے اور گھاس وغیرہ چرنے سے نہیں روکتے اور یہ حکم انہیں جانوروں کا ہے جو اپنے مالک کے ساتھ نہ ہونے سے تلف نہ ہوں جیسے اونٹ اور گائے اور بکری کی گردن میں قلادہ ڈالنے کا حکم نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ اگر اس کا مالک نہ ہو تو تلف ہو جائے گی اور بہتر یہ ہے کہ لبیک کہہ کر قلادہ ڈالے کیونکہ قلادہ ڈالنے سے محرم ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اونٹ کو اشعار کردے (اور اونٹ کے سوا اور جانوروں میں اشعار مسنون نہیں ہے) اور اشعار کے یہ معنی ہیں کہ اس کی دائیں جانب سے اس کے کوہان میں زخم کردے۔

فائدہ: اور اولیٰ یہ ہے کہ بائیں جانب میں زخم کردے کیونکہ نبی ﷺ نے بائیں جانب میں قصداً زخم کیا تھا اور دائیں جانب میں بھی اتفاقاً کیا ہے۔

ترجمہ: اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اشعار نہ کرے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

فائدہ: امام موصوف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ لوگوں کو اس کا ہدی ہونا ظاہر کرنے کے لئے اس کے کوہان پر خون چھڑک دے۔

ہدایہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اشعار مکروہ ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک حسن ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ سے مروی ہے۔

طحاویؒ اور شیخ ابو منصور ماتریدیؒ لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں فرمایا اور امام مکروہ کیونکر فرما سکتے تھے باوجودیکہ اس بارے میں بہت سی حدیثیں مشہور ہیں۔ بلکہ

انھوں نے اپنے زمانہ کے اشعار کو مکروہ فرمایا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ ایسا زخم کرتے تھے کہ اونٹ کے مر جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے امام موصوف نے عام لوگوں کو اس سے منع ہی کر دینا بہتر سمجھا۔ لیکن اگر کوئی اشعار کے معنی سے بخوبی واقف ہو کر فقط کھال ہی کے گوشت تک نوبت نہ پہنچے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کرمانیؒ نے کہا ہے کہ یہی صحیح بھی ہے اسی طرح ردالمحتار اور عینی میں ہے۔

ترجمہ: پس جب مکہ میں داخل ہو تو طواف کرے اور سعی کرے اور حلال نہ ہو یہاں تک کہ ترویہ کے دن حج کا دوسرا احرام باندھے اور اگر اس سے پہلے احرام باندھ لیا تب بھی جائز ہے اور اس پر دم تمتع کا لازم ہوگا۔

فائدہ: یہ دم تمتع کا شکرانہ کے طور پر لازم ہوتا ہے اور احرام باندھنے میں جس قدر جلدی ہوگی اتنا ہی یہ فعل افضل ہوگا۔

ترجمہ: پس جب یہ قربانی (یعنی عید) کے دن سر منڈوا لے گا تو دونوں احراموں سے حلال ہو جائے گا اور اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے اور نہ قران ہے بلکہ ان کے لئے خاص افراد ہے۔

فائدہ: یعنی فقط حج ہی کرنا ہے اور اگر کسی مکہ والے نے ایسا کرلیا تو وہ گنہگار ہوگا۔ اور اس گناہ کی وجہ سے اس پر دم دینا لازم ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر متمتع اپنے عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے شہر کو چلا آیا اور وہ ہدی نہیں لے گیا تھا تو اس کا تمتع باطل ہو گیا۔

فائدہ: اور اگر ہدی لے گیا تھا تو تمتع باطل نہ ہوگا۔ بلکہ اسے چاہیے کہ حج کے افعال ادا کرے اور اس کے بعد حلال ہو جائے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور اس کے طواف کے چار پھیروں سے (بھی) کم کئے۔ پھر حج کے مہینے شروع ہو گئے تو ان سے ان پھیروں کو پورا کر دیا (یعنی پورے سات پھیرے کر لئے) اور حج کا احرام باندھ لیا تو یہ شخص متمتع ہو جائے گا۔

اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے اپنے طواف کے چار پھیرے یا اس سے زیادہ کر لئے تھے اور پھر اسی سال اس نے حج کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا۔

حج کے مہینے یہ ہیں۔ شوال ذیقعدہ اور دس روز ذی الحجہ کے۔ اگر کسی نے ان سے

پہلے حج کا احرام باندھ لیا تو تب بھی جائز ہے اور اس کا حج درست ہو جائے گا۔

فائدہ: حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے اور آدمی گنہگار ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر احرام کے وقت عورت کو حیض آ جائے تو وہ غسل کر کے احرام باندھ لے اور جس طرح حاجی کرتے ہیں اسی طرح کرے سوائے اس کے کہ پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور اگر وقوف عرفات اور طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے تو وہ مکہ سے لوٹ (کر اپنے گھر آ) جائے اور طواف صدر ترک کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی۔

باب الجنایات

جنایتوں (یعنی قصوروں) کا بیان

فائدہ: جب مصنف محرموں کے احکام کو بیان کر چکا تو اب ان کوتاہیوں اور قصوروں وغیرہ کا بیان کیا جو محرموں کو پیش آتے ہیں۔

جنایت لغت میں اس فعل کو کہتے ہیں جو شرعاً حرام ہو خواہ مال میں ہو یا نفس میں ہو۔ لیکن شرع میں جنایت اس فعل کو کہتے ہیں جو نفوس اور اعضاء میں ہو۔ یعنی ان کے متعلق احرام میں کوئی ممنوع فعل کرے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی محرم خوشبو لگائے تو اس پر کفارہ دینا واجب ہے۔ پس اگر ایک پورے عضو یا اس سے زیادہ کو خوشبو لگائے تو اس پر ایک دم واجب ہے اور اگر ایک عضو سے کم کو لگائی ہے تو اسے صدقہ دینا واجب ہے اور اگر کسی نے سلا ہوا کپڑا پہنا یا سارے دن اپنے سر کو ڈھکے رکھا تو اس پر ایک دم واجب ہے اور اگر اس سے کم پہنا تو صدقہ واجب ہے۔

فائدہ: امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر کوئی نصف دن سے زیادہ سلا ہوا کپڑا پہنے رہا تو اس پر دم واجب ہے۔

فائدہ: امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جتنی دیر پہنے گا اتنا ہی دم واجب ہوگا۔ مثلاً اگر کسی نے نصف دن پہنا ہے تو اس پر نصف بکری واجب ہوگی اور اگر نصف سے زیادہ یا کم پہنا ہے تو اسی کی مقدار بکری واجب ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے چوتھائی یا اس سے زیادہ سر منڈوا لیا (یا چوتھائی یا اس سے زیادہ داڑھی منڈوالی) تو اس پر دم واجب ہے اور اگر چوتھائی (وغیرہ وغیرہ) سے کم منڈایا ہے تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

اگر کسی نے گدی پر پچھنے لگوانے کی جگہ کے بال منڈوا دیے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صدقہ واجب ہے۔

اگر کسی نے اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کے ناخن تراش لئے تو اس پر دم واجب ہے اور اگر ایک ہاتھ اور ایک پیر کے تراشے تب بھی دم واجب ہے اور اگر کسی نے پانچ انگلیوں سے کم کے تراشے تو اس پر صدقہ واجب ہے۔

فائدہ: صدقہ واجب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ہر ناخن کے بدلے گیہوں کا نصف صاع صدقہ کر دینا واجب ہے اور واضح رہے کہ یہ سب احکام محرم ہی کے ہیں۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے پانچ ناخن اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں میں سے مختلف طور پر تراشے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر صدقہ واجب ہے (اسی پر فتویٰ ہے)۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دم واجب ہے۔

اگر کسی نے عذر کی وجہ سے خوشبو لگائی یا سر منڈایا یا سلا ہوا کپڑا پہنا تو اسے اختیار ہے کہ چاہے ایک بکری قربانی کر دے چاہے چھ مسکینوں کو نصف نصف صاع اناج (یعنی گیہوں) صدقہ کر دے۔ اور چاہے تین روزے رکھے۔

اگر کسی (محرم) نے (عورت وغیرہ کا) بوسہ لے لیا یا شہوت سے چھو لیا تو اس پر دم واجب ہے۔ انزال ہو یا نہ ہو (یعنی منی نکلے یا نہ نکلے)۔

اگر کسی نے وقوف عرفات سے پہلے مجامعت کر لی۔ خواہ فرج میں کی ہو یا دبر میں تو اس کا حج باطل ہو گیا اور اس پر ایک بکری واجب ہے اور یہ حج کے سب افعال کو اسی طرح کرے جیسے کوئی باطل نہ کرنے والا کر رہا ہے اور اس پر (اس کی) قضاء واجب ہے۔

فائدہ: اصل اس بارے میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے۔ آپ سے کسی

نے ایسے شخص کی بابت پوچھا تھا جس نے اپنی بی بی سے مجامعت کر لی تھی اور محرم دونوں تھے یعنی دونوں حج کا احرام باندھے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا دونوں قربانی کریں اور اس حج کے افعال کو دونوں پورے کر لیں اور آئندہ سال پھر دونوں پر حج کرنا واجب ہے اور اسی طرح بہت سے صحابہؓ سے بھی منقول ہے۔

ترجمہ: اور اس (مرد) پر ہمارے نزدیک یہ واجب نہیں ہے کہ اگر اس کی بیوی بھی (جس سے گذشتہ سال مجامعت ہوگئی تھی) اس کے ساتھ حج کو قضا کرنا چاہے تو یہ اسے علیحدہ کر دے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے اکٹھے رہنے کا سبب نکاح ہے اور وہ ان دونوں میں ابھی تک قائم ہے لہٰذا اس کے جدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے نہ احرام سے پہلے کیونکہ اس وقت تو صحبت بھی درست تھی اور نہ احرام کے بعد۔ کیونکہ اگر دونوں ہوں گے تو انہیں یہ بات ضرور یاد آ جائے گی کہ ہم نے تھوڑی سی لذت کے سبب سے اتنی بڑی مشقت اپنے ذمہ لے لی تھی اس سے انہیں اور ندامت ہوگی اور پہلے سے بھی زیادہ پرہیز رکھیں گے لہٰذا علیحدہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے وقوف عرفات کے بعد مجامعت کی تو اس کا حج باطل نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ فَقَدْ تَمَّ حَجُّهٗ. جس نے وقوف عرفات کر لیا تو اس کا حج پورا ہوگیا۔

ترجمہ: اور اس پر ایک بدنہ واجب ہے۔

فائدہ: بدنہ اونٹ اور گائے کو کہتے ہیں اور اونٹ اور گائے واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جماع بڑے درجہ کی جنایت ہے اس لئے اس کی سزا بھی بڑے درجہ کی ہوگی۔ پھر اگر کسی نے دوبارہ جماع کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہے کیونکہ یہ شخص ناقص احرام میں آیا ہے اس واسطے اس کو ایک بکری ہی واجب ہے۔ اسی طرح نہایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے سر منڈانے کے بعد مجامعت کر لی تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اگر کسی نے عمرے کے طواف میں چار پھیرے پھرنے سے پہلے مجامعت کر لی تو اس کا عمرہ باطل ہوگیا وہ اس عمرے کے افعال پورے کرے اور اس کی قضا کرے اور اس پر ایک بکری

واجب ہے اور اگر چار پھیروں کے بعد جماع کیا تو اس پر ایک بکری واجب ہوگی اور عمرہ باطل نہ ہوگا اور نہ اس کی قضا لازم آئے گی۔

اگر کسی نے بھول کر جماع کر لیا تو وہ حکم میں مثل اسی شخص کے ہے جو جان کر کرے۔

اگر کوئی شخص بے وضو طواف قدوم کر لے تو اس پر صدقہ واجب ہے اور اگر کوئی جنبی تھا (اور طواف قدوم کر لیا) تو اس پر ایک بکری واجب ہے۔

اگر کسی نے طواف زیارت بے وضو کر لیا تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور جنبی تھا تو اس پر بدنہ واجب ہے اور افضل یہ ہے کہ جس وقت تک مکہ میں ہو تو اس طواف کو دوبارہ کر لے اور اس کے بعد قربانی کرنا اس پر واجب نہیں ہے۔

اگر کسی نے بے وضو طواف صدر کیا تو اس پر صدقہ واجب ہے اور اگر جنبی تھا تو اس پر بکری واجب ہے۔

اگر کسی نے طواف زیارت کے تین پھیرے یا اس سے کم چھوڑ دیئے تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اگر چار پھیرے چھوڑ دیئے ہیں تو جب تک وہ اس طواف کو دوبارہ نہ کرے گا محرم ہی رہے گا۔

فائدہ: کیونکہ متروک نصف سے زیادہ ہے پس یہ ایسا ہو گیا کہ گویا اس نے ابھی بالکل طواف ہی نہیں کیا۔

تشریح: اور اگر کسی نے طواف صدر کے تین پھیرے چھوڑ دیئے تو اس پر صدقہ واجب ہے اور اگر طواف صدر کو بالکل ہی چھوڑ دیا یا اس کے چار پھیرے چھوڑ دیئے ہیں تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اگر کسی نے صفا مروہ کے درمیان کی سعی کو چھوڑ دیا تو اس پر ایک بکری واجب ہے اور اس کا حج پورا ہو جائے گا۔

فائدہ: بکری واجب ہونے کی [illegible] کہ سعی ہمارے نزدیک واجب ہے۔ لہٰذا اس کے ترک کرنے سے دم لازم آئے گا اور حج پورا ہو جائے گا اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ حج پورا نہ ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک طواف زیارت کے لیے سعی فرض ہے۔

: اور اگر کوئی امام سے پہلے عرفات (کے میدان) سے چلا آئے تو اس پر دم واجب

ہے اور اگر کسی نے مزدلفہ کا وقوف چھوڑ دیا تو اس پر دم واجب ہے۔

اگر کسی نے سب دنوں میں جمروں کی رمی (یعنی ان پر کنکریاں مارنی) چھوڑ دی تو اس پر دم واجب ہے اور اگر تینوں جمروں میں سے ایک کی رمی چھوڑ دی تو اس پر صدقہ واجب ہے۔ اور اگر کسی نے قربانی کے دن جمرۂ عقبہ کی رمی کو چھوڑ دیا ہے تو اس پر دم واجب ہے۔

اگر کسی نے سر منڈوانے میں اس قدر تاخیر کی کہ قربانی کے دن گذر گئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی نے طواف زیارت میں تاخیر کر دی تو امام موصوف کے نزدیک اس پر بھی دم ہی واجب ہے۔

اگر کسی محرم نے خود شکار کیا۔ یا شکار شکاری کو بتلا دیا تو اس پر (اس شکار کی) جزا واجب ہے اور اس میں (یعنی جزا واجب ہونے میں) جان کر بتلانے والا اور بھول کر بتلانے والا اور پہلی دفعہ بتلانے والا اور دوسری دفعہ بتلانے والا سب برابر ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جزا یہ ہے کہ جہاں اس کو شکار کیا ہے وہیں اس کی قیمت ٹھہرائی جائے۔ اور اگر جنگل میں ہے تو جو آبادی اس کے قریب ہو (وہاں) دو منصف آدمی قیمت ٹھہرائیں۔

فائدہ: قیمت ٹھہرانے میں ایک آدمی بھی کافی ہے اگر دو ہوں تو اور زیادہ اچھا ہے اور بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ نص کی وجہ سے دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔

تنبیہ: پھر قیمت میں اسے اختیار ہے چاہے اس کی ایک ہدی خرید کر اس کی قربانی کر دے اگر اس قیمت میں ہدی آ سکے۔ اور اگر چاہے تو اس قیمت کا غلہ خرید کر وہ مسکینوں کو خیرات کر دے۔ اگر گیہوں ہے تو ہر مسکین کو نصف صاع دے اور اگر چھوہارے یا جو ہیں تو ہر مسکین کو ایک ایک صاع دے۔

اگر چاہے تو اس حساب سے روزے رکھ لے یعنی گیہوں کے نصف صاع کے عوض میں ایک روزہ اور جو (وغیرہ) کے پورے صاع کے عوض میں ایک روزہ۔ پھر اگر نصف صاع سے کم فاضل بچ جائے تو اس میں بھی اسے اختیار ہے چاہے اسے خیرات کر دے اور چاہے اس کے عوض میں پورے ایک دن کا روزہ رکھ لے۔

فائدہ: سارے دن کی قید اس لیے ہے کہ نصف صاع سے کم غلہ ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ کرے کہ روزہ میں کمی کر دے کیونکہ دن سے کم کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مثلی شکار میں (اس کا) مثل ہی واجب ہوگا۔ مثلاً ہرن اور کفتار کے شکار کرنے میں بکری ہے اور خرگوش (کے عوض) میں عناق ہے اور نعامہ (کے عوض) میں بدنہ ہے اور یربوع (کے عوض) میں جفرہ ہے۔

فائدہ: عناق بکری کے چھ مہینے کے بچہ کو کہتے ہیں اور نعامہ شتر مرغ کو اور یربوع لومڑی کو کہتے ہیں اور جفرہ بکری کے چار مہینے کے بچہ کو۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی شکار کو زخمی کر دیا یا اس کے بال اکھیڑ لیے یا اس کا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو جتنا نقصان اس کے عوض میں آئے گا اس کا دینا واجب ہے اور اگر پرندہ کے پر اکھیڑ لیے یا کسی شکار کے ہاتھ ہی کاٹ ڈالے کہ اب وہ پرندہ اڑ نہیں سکتا یا وہ شکار دوڑ نہیں سکتا تو اس صورت میں اس پر پوری قیمت واجب ہے۔

اگر انڈے میں سے مرا ہوا بچہ نکلا ہے تو اس جیسے زندہ بچہ کی قیمت اس پر واجب ہے اور کوے، چیل، بھیڑیے، سانپ، بچھو، چوہے، کٹکھنے کتے کے مارنے میں کچھ واجب نہیں ہے اور نہ مچھر اور پسو اور چیچڑی کے مارنے میں کچھ واجب ہے اور اگر کسی نے جوں کو مار دیا تو جتنا چاہے صدقہ دے دے۔

فائدہ: یعنی چاہے ایک مٹھی اناج دے دے اور چاہے روٹی کا ذرا سا ٹکڑا دے دے کیونکہ جوں بدن کے میل وغیرہ سے پیدا ہوتی ہے۔

جوہرہ میں لکھا ہے کہ اس صدقہ کا حکم اس صورت میں ہے کہ بدن سے یا کپڑے پر سے یا سر میں سے جوں کو پکڑے اور اگر محرم زمین پر پکڑ کر مار دے تو اس پر کچھ نہیں ہے اور مچھر وغیرہ میں صدقہ نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ چیزیں شکار نہیں ہیں اور نہ بدن کے میل وغیرہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ طبعاً موذی بھی ہیں اس لیے ان کے مارنے کی جزا واجب نہیں ہے۔

: اور اگر اس نے ٹڈی کو مار دیا تو وہ جو کچھ چاہے صدقہ دے دے اور ایک کھجور ٹڈی

سے بھیڑیے اور اگر درندوں وغیرہ میں سے (محرم) ایسے جانور کو مار دے جس کا گوشت کھایا نہ جاتا ہو تو اس پر جزا واجب ہے اور یہ جزا قیمت میں ایک بکری (کی قیمت) سے نہ بڑھے گی۔

فائدہ: درندوں سے مراد یہ ہیں۔ جیسے شیر، چیتا، تیندوا، کتا اور وغیرہ اور پنجے سے پکڑنے والے پرندے مراد ہیں جیسے باز اور شکرا وغیرہ اور یہ جانور خواہ کسی قیمت کے ہوں لیکن ان کی جزا ایک بکری کی قیمت سے نہ بڑھے گی۔ ہاں ان کی صورت میں یہ حکم ہو جائے گا۔

ترجمہ: اگر کسی درندے نے محرم پر حملہ کیا اور اس محرم نے اسے مار دیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔

اگر کسی محرم کو مجبوراً شکار کا گوشت کھانا ہو اور وہ شکار کر لے تو اس پر جزا واجب ہے۔

اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ بکری اور گائے اور اونٹ اور مرغی اور گھر کی پلی ہوئی بطخ کو محرم ذبح کرے اور اگر وہ پالتو کبوتر اور سدھے ہوئے ہرن کو ذبح کرے گا تو اس پر جزا واجب ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ دونوں جانور اصل میں وحشی اور جنگلی ہیں اور ان کا پلا ہوا ہونا عرضی امر ہے اس لیے اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

ترجمہ: اگر محرم کسی شکار کو ذبح کر دے تو اس کا ذبح کیا ہوا مردار ہے اس کا کھانا درست نہیں ہے اور محرم کو ایسے شکار کے گوشت کھانے میں کچھ حرج نہیں ہے جو کسی حلال آدمی نے شکار کیا ہو اور اسی نے ذبح کیا ہو جس وقت کہ محرم نے وہ شکار اسے نہ بتلایا ہو اور نہ اس کے شکار کرنے کے لیے اسے کہا ہو اور حرم کے شکار میں جس وقت اسے حلال آدمی ذبح کرے تو اس پر جزا واجب ہے۔

فائدہ: اس جزا کے عوض میں روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا کیونکہ یہ تاوان ہے کفارہ نہیں ہے یہ مالوں کی ضمانت کے مشابہ ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی محرم نے حرم کی گھاس اکھیڑ لی یا وہاں کا ایسا درخت کاٹ دیا جو کسی کی ملکیت نہ تھا اور نہ ایسا تھا کہ جسے لوگ بوتے ہوں تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے۔

جو احکام ہم نے آپ کے ذکر کیے ہیں کہ ان میں مفرد پر ایک دم واجب ہوتا ہے اگر ان

کہ قارن کرے گا تو اس پر دو دم واجب ہوں گے۔ ایک اس کے حج کی وجہ سے اور دوسرا اس عمرے کی وجہ سے۔ ہاں اگر وہ بغیر احرام باندھے میقات سے گذر جائے۔ پھر حج و عمرہ کا احرام باندھے تو اس پر ایک دم لازم ہوگا۔

اگر حرم کے شکار کرنے میں دو محرم شریک ہو جائیں تو دونوں پر پوری پوری جزا واجب ہوگی۔ اور اگر حرم کے شکار میں دو حلال شریک ہو جائیں تو دونوں پر ایک ہی جزا واجب ہوگی (یعنی دونوں نصف نصف جزا دیں) اور اگر کوئی محرم شکار کو بیچ دے یا خریدے تو یہ خرید و فروخت باطل ہے۔

باب الاحصار

حج میں رکاوٹ پڑنے کا بیان

فائدہ: لغت میں احصار کے معنی روک دینے کے ہیں اور شریعت میں احصار سے مراد یہ ہے کہ محرم کسی امر شرعی کی وجہ سے وقوف عرفات اور طواف کرنے سے روک دیا جائے۔ اس کے لیے حتی الامکان قضا شرط ہونے پر ایک دم دے کے حلال ہو جانا جائز ہے جیسے کہ جوہرہ میں ہے۔ پھر اگر وہ ان دونوں یعنی وقوف اور طواف میں سے ایک پر قادر ہو جائے تو محصر نہیں رہتا۔ اسی طرح کنز کی شرح عینی میں ہے۔

ترجمہ: اور محرم دشمن یا بیماری کی وجہ سے (حج یا عمرہ کے لیے) جانے سے رک جائے تو اسے حلال ہونا جائز ہے اور بعض (فقہاء) کا قول یہ ہے کہ یہ ایک بکری (یا ایک بکری کی قیمت) بھیج دے جو حرم میں ذبح کی جائے (اور اس بکری کے ذبح ہونے سے پہلے سے حلال ہونا جائز نہیں ہے) اور جو شخص اس بکری کو لے جائے اس سے کہہ دے کہ فلاں روز ذبح کرنا پھر (اسی روز) آپ حلال ہو جائے۔

اگر وہ قارن تھا تو دو بکریاں بھیجے (کیونکہ اسے دو احراموں سے حلال ہونے کی ضرورت ہے)

احصار کی بکری حرم کے سوا اور کہیں ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قربانی کے دن سے پہلے سے ذبح کر دینا جائز ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی حج سے رک گیا ہے تو اس کی بکری کو فقط قربانی ہی کے دن ذبح کرنا جائز ہے اور عمرے سے رکنے والا بکری کو (بالاتفاق) جب چاہے ذبح کر دے۔ (لیکن حرم ہی میں کرے)

حج سے رک جانے والا جب حلال ہو جائے تو (دوسرے سال) ایک حج اور ایک عمرہ کرنا اس پر واجب ہے۔ اور عمرہ سے رک جانے والے پر (ایک ہی عمرے کی) قضا واجب ہے۔ اور قارن پر ایک حج اور دو عمرے کرنے واجب ہیں۔

جب محرم نے ہدی بھیجی اور جانے والوں سے کہہ دیا کہ اسے فلانے ہی روز ذبح کرنا اور بعد اس کے وہ احصار جاتا رہا تو اگر حج اور ہدی دونوں اسے مل سکتے ہیں تو اسے حلال ہونا جائز نہیں ہے اور جانا لازم ہے اور اگر فقط ہدی مل سکتی ہے اور حج نہیں مل سکتا (یعنی حج کے تھوڑے دن رہ گئے ہیں) تو یہ حلال ہو جائے اور اگر حج مل سکتا ہے اور ہدی نہیں مل سکتی تو استحساناً اسے حلال ہونا جائز ہے۔

فائدہ: استحسان خلاف قیاس کو کہتے ہیں۔ قیاس یہاں یہ چاہتا تھا کہ اسے حلال ہونا جائز نہ ہوتا کیونکہ یہ اصل یعنی حج پر قادر ہے۔ مگر چونکہ حلال ہدی کے ذریعے ہوتا ہے اور اب ہدی نہیں مل سکتی تو اس لیے خلاف قیاس اسے حلال ہونا جائز ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی مکہ میں روک دیا گیا مگر اس نے ابھی وقوف (عرفات) اور طواف نہ کیا تھا تو وہ محصر ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کو کر سکتا ہے تو وہ محصر نہیں ہے۔

باب الفوات

حج فوت ہونے کا بیان

فائدہ: اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور وقوف عرفات نہ کر سکا یہاں تک کہ عید کے دن صبح صادق ہو گئی تو اس کا حج فوت ہو گیا (کیونکہ حج وقوف عرفات ہی ہے)

اس پر لازم ہے کہ طواف وسعی کر کے حلال ہو جائے اور آئندہ سال حج کرے اور اس پر دم واجب نہیں ہے۔

عمرہ فوت نہیں ہوتا اس کو سارے سال میں جب کوئی چاہے کر سکتا ہے مگر پانچ دنوں میں کرنا مکروہ ہے۔ عرفہ کے دن میں۔ اور عید کے دن اور تشریق کے تین دنوں میں۔

عمرہ کرنا سنت ہے اور اس کے افعال یہ ہیں: احرام طواف سعی۔

باب الهدی

ہدی کا بیان

ترجمہ: سب سے ادنیٰ درجہ کی ہدی بکری ہے اور ہدی کی تین قسمیں ہیں اونٹ گائے بکری ان سب میں ثنی یا اس سے زیادہ عمر کی جائز ہے۔ سوائے بھیڑ کے کہ اس کا چھ مہینے کا بچہ بھی ہدی میں کافی ہے۔

فائدہ: ثنی اونٹوں میں اسے کہتے ہیں جو چھٹے برس میں ہو اور گائے میں وہ کہ جو تیسرے برس میں ہو اور بکری میں وہ جو دوسرے برس میں ہو اسی طرح کشف میں ہے۔

ترجمہ: ہدی میں ایسا جانور (بھیجنا) جائز نہیں ہے جس کے کان بالکل ہی کٹے ہوئے ہوں۔ یا آدھے سے زیادہ کٹے ہوئے ہوں اور نہ دم کٹی ہو اور نہ پیر کٹا ہو اور نہ ہاتھ کٹا ہو اور نہ اندھا ہو اور نہ (ایسا) دبلا (کہ جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو) اور نہ لنگڑا جو مذبح تک نہ جا سکے۔

سب جنایتوں میں بکری جائز ہے مگر دو موقعوں پر۔ ایک یہ کہ جنبی طواف زیارت کر لے اور دوسرے یہ کہ وقوف عرفات کے بعد کوئی مجامعت کرے کیونکہ دونوں صورتوں میں سوائے اونٹ یا گائے کے اور کچھ جائز نہیں ہے۔

اونٹ اور گائے میں سے ہر ایک سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہو سکتی ہے۔ جب کہ ان ساتوں کی نیت قربانی کی ہو اور اگر ان میں ایک آدمی (بھی) اپنے حصہ میں گوشت کا ارادہ کرے تو دوسروں کے لیے اس کی قربانی جائز نہ ہوگی۔

تطوع (یعنی نفل) اور تمتع اور قران کی ہدی میں سے کھانا جائز ہے۔ اور باقی ہدیوں میں سے (کھانا) جائز نہیں ہے۔ اور تطوع اور تمتع اور قران کی ہدی کو فقط عید ہی کے دن ذبح کرنا جائز ہے اور باقی ہدیوں کو جس وقت کوئی چاہے ذبح کر دینا جائز ہے۔

ہدیوں کو فقط حرم ہی میں ذبح کرنا جائز ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بالغ الکعبۃ) اور جائز ہے کہ ہدیوں کا گوشت حرم کے مسکینوں وغیرہ پر صدقہ کرے۔

فائدہ: کیونکہ حرم کے مسکینوں فقیروں کو دینا افضل ہے۔ ہاں اگر اور لوگ ان سے بھی زیادہ حاجت مند ہوں ان کو دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ترجمہ: اور ہدیوں کو شہرت دینا واجب نہیں ہے اور اونٹوں میں افضل نحر کرنا ہے اور گائے اور بکری کو ذبح کرنا افضل ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ آدمی اپنی قربانیوں کو خود ذبح کرے جبکہ وہ اچھی طرح کر سکتا ہو اور ان کی جھولوں اور نکیلوں کو خیرات کر دے اور قصاب کی مزدوری اس میں سے نہ دے۔ اور اگر کوئی شخص اونٹ یا گائے کو (ہدی کر کے) لے جائے۔ پھر (بیماری وغیرہ کی وجہ سے) اسے سواری کی سخت ضرورت ہو تو ہدی پر سوار ہو جائے اور اگر ضرورت نہیں ہے تو اس پر سوار نہ ہو اور اگر اس کے دودھ ہے تو اسے نہ دوہے بلکہ اس کے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک دے تا کہ دودھ خشک ہو جائے۔

اگر کسی نے ہدی روانہ کر دی تھی پھر وہ مر گئی۔ اگر یہ ہدی نفل کی تھی تو اور ہدی واجب نہ ہوگی۔ اور اگر واجب کی تھی تو دوسری ہدی اس کے قائم مقام کرنی اس پر واجب ہے اور اگر ہدی میں کوئی بڑا عیب پیدا ہو گیا ہو تب بھی اور ہدی اس کے قائم مقام کرے اور عیب دار کو جو

چاہے کرے اور جس وقت ہدی کا اونٹ راستہ میں مر جائے اگر وہ نفل کا تھا تو اسے نحر کر دے اور
اس کے نعلوں کو اس کے خون میں رنگ دے اور اسے اس کے شانہ پر مار دے اور اس کا
گوشت نہ خود کھائے اور نہ اس کے سوا مالدار لوگ کھائیں اور اگر وہ واجب کا تھا تو اس کے
قائم مقام اور دوسرا کر دے اور اسے جو چاہے کرے۔

نفل اور تمتع اور قران کی ہدی کے قلادہ ڈالا جائے اور احصار اور جنایتوں کے دم کے
نہ ڈالا جائے۔

کتاب البیوع

خرید و فروخت کا بیان

ترجمہ: بیع ایجاب سے ہو جاتی ہے جب کہ یہ دونوں ماضی کے لفظ سے ہوں۔

فائدہ: ماضی گذشتہ زمانہ کو کہتے ہیں اور مستقبل زمانہ آئندہ کو۔ ماضی کے لفظ سے کہنے کے یہ
معنی ہیں یعنی ایک کہے میں نے بیچا دوسرا کہے میں نے خریدا اور اگر ایک نے ماضی کے لفظ
سے کہا اور دوسرے نے مستقبل کے لفظ سے تو بیع نہ ہوگی۔

ترجمہ۔ اور جب ان دونوں یعنی بیچنے اور خریدنے والوں میں سے ایک نے بیع کا ایجاب
کر دیا (یعنی یہ کہہ دیا کہ میں نے بیچ دیا) تو دوسرے کو اختیار ہے اگر چاہے اسی مجلس میں (یعنی
وہیں بیٹھا ہوا) اسے قبول کر لے اور چاہے رد کر دے۔ پس قبول کرنے سے پہلے اگر کوئی ان
دونوں میں سے اس مجلس سے کھڑا ہو جائے گا تو یہ ایجاب باطل ہو جائے گا۔

جس وقت ایجاب و قبول دونوں ہو جائیں تو بیع لازم ہو جائے گی۔ اور ان دونوں
میں سے کسی کو کچھ اختیار نہ رہے گا۔ ہاں اگر بیع میں یعنی جو چیز خریدی ہے اس میں کوئی عیب
نکل آئے یا بلا دیکھے خریدی تھی (اور پھر کچھ نقص معلوم ہوا) اور بیع کے جائز ہونے میں ان
چیزوں کی مقدار وغیرہ معلوم کرانے کی ضرورت نہیں ہے جو سامنے موجود ہوں۔

اثمان مطلقہ کے ساتھ بیع درست نہیں ہوتی ہاں اگر ان کی مقدار اور وصف معلوم ہو۔

فائدہ : اثمان مطلق کے ساتھ بیع ہونے کی یہ صورت ہے مثلاً بائع یہ کہے کہ میں نے یہ چیز تمہارے ہاتھ فروخت کی جو بھی اس کی قیمت ہے۔ تو جب تک یہ بائع قیمت مقرر کر کے نہ کہے گا یہ بیع درست نہ ہوگی۔

ترجمہ: نقد اور ادھار دونوں طرح بیچنا جائز ہے مگر ادھار اس صورت میں جائز ہے کہ اس کی مدت معین ہو اور اگر کسی نے قیمت کو بیع میں مطلق چھوڑ دیا ہے تو اس سکہ پر عمل کیا جائے گا جو اس شہر میں چلتا ہوگا۔

فائدہ : قیمت کو مطلق چھوڑ دینے کی یہ صورت ہے مثلاً کسی بائع نے کہا کہ میں اپنی یہ چیز دس روپیہ میں فروخت کر چکا اور اس نے کوئی سکہ مقرر نہیں کیا تو یہ بیع جائز ہے لیکن اس روپیہ کے ساتھ جو اس شہر میں چلتا ہو وہی روپیہ اس بائع کو دے دیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر اس شہر میں کئی طرح کے روپیہ چلتے ہیں تو یہ بیع فاسد ہوگی ہاں اگر وہ کسی ایک قسم کے روپیہ کو بیان کر دے اور سب قسم کے اناج کو پیمانے اور اٹکل سے بیچنا جائز ہے اور ایسے معین برتن سے اور ایسے وزن دار معین پتھر سے بھی کہ جن کی مقدار معلوم نہ ہو۔

فائدہ : یہ اس صورت میں جائز ہے کہ وہ پتھر اور برتن اسی طرح باقی رہیں اور اگر اس بیع کے سونپ دینے سے پہلے وہ تلف ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ جس سے بیچا ہے اس کی مقدار معلوم نہ ہوگی اور پھر جھگڑا ہوگا۔

ترجمہ: اگر کسی نے اناج کا ڈھیر اس طرح بیچا کہ ایک قفیز (یعنی ایک پیمانہ) ایک درہم کا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع فقط ایک پیمانہ میں جائز ہوگی (اسی پر فتویٰ ہے) اور باقی میں باطل ہو جائے گی۔ ہاں اگر سب پیمانوں کا نام لے دے (یعنی یہ کہہ دے کہ دس پیمانے دس درہم کے ہیں تو ان میں جائز ہوگی)

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے (یعنی خواہ سب پیمانوں کا نام لے یا نہ لے)

اگر کوئی بکریوں کا ریوڑ اس حساب سے بیچے کہ ایک بکری ایک درہم کی ہے تو یہ بیع سب بکریوں میں فاسد ہوگی (اسی پر فتویٰ ہے) اور اسی طرح اگر کسی نے اس طرح کپڑا بیچا ہو

کہ فی گز ایک درہم کا ہے اور سب گزوں کا نام نہ لیا (تو یہ بیع بھی درست نہ ہوگی)

اگر کسی نے اناج کا ڈھیر خریدا اس شرط پر کہ سو پیمانے سو درہم کے ہیں۔ پھر اناج (کو ناپا تو) اس سے کم نکلا۔ تو خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے اس موجودہ اناج کو اسی کے حصہ کی قیمت دے کر لے لے اور چاہے بیع کو فسخ کردے۔

فائدہ: مثلاً سو پیمانے اناج ٹھہرا تھا اور نوے پیمانے نکلا تو اب خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے نوے درہم دے کر ان نوے پیمانوں کو لے لے اور چاہے پھیر دے۔

ترجمہ: اور اگر اس سے زیادہ پیمانے نکل آئیں تو وہ زیادہ بیچنے والے کے ہیں اور اگر کسی نے کوئی کپڑا خریدا اس شرط پر کہ دس گز کپڑا دس درہم کا ہے یا زمین خریدی اس شرط پر کہ سو گز سو درہم کی ہے پھر وہ کپڑا یا وہ زمین اس سے کم نکلی تو خریدنے والے کو اختیار ہے، چاہے پوری قیمت کے عوض میں اسے لے لے اور چاہے چھوڑ دے، اور اگر جتنے گزوں کا نام لیا تھا اس سے زیادہ نکل آئے تو وہ خریدنے والے کے ہیں بیچنے والے کو کچھ اختیار نہیں ہے۔

اگر بیچنے والے نے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ اس کپڑے کو اس شرط پر بیچتا ہوں کہ یہ سو گز سو درہم کا ہے۔ فی گز ایک درہم تو پھر وہ کپڑا اس سے کم نکلا تو خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے اس کے حصہ کی قیمت دے کر اسے لے لے اور چاہے اسے چھوڑ دے اور اگر زیادہ نکل آیا ہے تب بھی خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے سارے کو فی گز ایک درہم کے حساب سے لے لے اور چاہے بیع فسخ کردے۔

اگر بیچنے والے نے یہ کہا کہ یہ تمہارے ہاتھ اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اس میں دس کپڑے سو درہم کے ہیں۔ ہر کپڑا دس درہم کا ہے پس اگر خریدنے والا اس سے کم پائے تو اسی حصہ میں بیع ہو جائے گی اور اگر دس کپڑوں سے زیادہ پائے تو بیع فاسد ہے۔ اور اگر کوئی شخص مکان بیچے تو اس کی دیواریں اور چھت بیع میں داخل ہوں گی اور اگرچہ اس کا نام نہ لے اور اگر کسی نے زمین بیچی تو جس قدر کھجوروں وغیرہ کے درخت اس میں ہوں گے وہ سب بیع میں داخل ہوں گے۔

باب خیار الشرط

سودا قبول کرنے نہ کرنے کا بیان

ترجمہ: بیع میں بائع اور مشتری دونوں کے لیے خیار شرط جائز ہے اور دونوں کو تین دن یا اس سے کم اختیار رہتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے زیادہ جائز نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مدت مقرر کرلے تو اس سے زیادہ بھی جائز ہے۔

بائع کا خیار مبیع کو اس کی ملک سے نکلنے سے روک دیتا ہے۔

فائدہ: یعنی اگر صرف بائع ہی کو خیار ہے تو اس صورت میں بیع کرنے کے بعد مبیع اس کی ملک سے نہیں نکلتی۔

ترجمہ: پس اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا تھا اور خیار کی مدت میں مبیع اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوگئی تو مشتری اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: یعنی جب کہ وہ مبیع مثلی نہ ہو اور اگر مثلی ہوگی تو مشتری پر اس کی مثل دینا واجب ہوگا۔

ترجمہ: اور مشتری کا خیار مبیع کو بائع کی ملک سے نہیں روکتا۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مشتری بھی اس کا مالک نہیں ہوتا۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مشتری مالک ہو جاتا ہے پس اگر وہ چیز (جس میں مشتری کا خیار تھا) مشتری کے ہاتھ سے جاتی رہی تو مشتری کو اس کا ثمن دینا پڑے گا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اس چیز میں کوئی عیب نکل آئے۔

فائدہ: ثمن ان داموں کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے عوض آپس میں ٹھہر جائیں خواہ وہ چیز اتنے کی ہو یا نہ ہو۔ اور قیمت اسے کہتے ہیں جو بازار کے نرخ وغیرہ سے اس کے دام ٹھہریں۔

ترجمہ: اور جو شخص اپنے لیے خیار شرط کرے تو اسے اختیار ہے کہ خیار کی مدت میں چاہے اس چیز کو رکھ لے اور چاہے پھیر دے۔ لیکن اگر رد کرے تو یہ بلا موجودگی بائع جائز ہے۔ اور اگر

پھیرے تو اس کے موجود ہوتے ہوئے پھیرنا جائز نہیں ہے (اسی پر فتویٰ ہے)

اگر جس کے لیے خیار تھا وہ مر گیا تو خیار باطل ہو گیا۔ وہ وارثوں کی طرف منتقل نہ ہو گا۔ اگر کسی نے ایک غلام کو اس شرط پر بیچا کہ یہ روٹی پکانا جانتا ہے یا کاتب ہے۔ پھر وہ اس کے خلاف نکلا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے پوری قیمت دے کر لے لے اور چاہے تو رد کر دے۔

باب خيار الرؤية

سودے کو دیکھنے کے اختیار کا بیان

ترجمہ: اگر کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خریدی تو یہ بیع جائز ہے اور اسے اختیار ہے کہ جس وقت دیکھے چاہے (پوری قیمت میں) اسے رکھ لے اور چاہے پھیر دے۔ اور اگر کسی نے اپنی کوئی چیز بغیر دیکھے فروخت کر دی تو اسے اختیار نہیں رہتا۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے مثلاً کسی کو ورثہ میں کوئی چیز ملی تھی اور اس نے اسے بے دیکھے ہی فروخت کر دی ایسی صورتیں اکثر پیش آتی ہیں۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے اناج کے ڈھیر کو اوپر سے دیکھ لیا تھا (حالانکہ اندر ہاتھ ڈال کر نہیں دیکھا تھا) یا لپٹے ہوئے کپڑے کو اوپر سے دیکھ لیا تھا یا لونڈی کے منہ کو دیکھ لیا تھا۔ یا چوپائے کی ڈاڑھی اور پچھاڑی کو دیکھ لیا تھا (اور پھر خرید لیا) تو اب اسے اختیار نہ رہے گا۔

فائدہ: اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بیع میں ساری مبیع کو دیکھنا شرط نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دشوار امر ہے اس لیے فقط اتنا دیکھ لینا کافی ہے جو مقصود کا علم ہو جانے پر دلالت کرے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے مکان کا صحن دیکھ کر اسے خرید لیا تھا تو اسے بھی اختیار نہیں رہتا اگرچہ اس کے کمرے (وغیرہ) نہ دیکھے ہوں اور اندھے کی خرید و فروخت جائز ہے اور وہ جب خریدے گا اسے اختیار ہوگا اور بیع کو چھو (کر دیکھ) لینے سے اس کا اختیار ساقط ہو جائے گا۔ جس وقت کہ وہ ایسی چیز ہو جو چھونے سے معلوم ہو جاتی ہو اور جو سونگھنے سے معلوم ہوگی اس کا اختیار سونگھنے سے ساقط ہو جائے گا اور جو چکھنے کی ہوگی اس میں چکھنے سے ساقط ہو جائے گا

اور اگر اس نے زمین خریدی ہے تو جب تک زمین کی حالت اس سے بیان نہ کر دی جائے گی اس کا اختیار ساقط نہ ہوگا۔

اگر کوئی کسی کی چیز کو بغیر اس کی اجازت کے بیچ دے تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے بیع کو رد کرے اور چاہے جائز رکھے اور اس کی اجازت دینی اس وقت ہے کہ وہ بیع اور لینے دینے والے دونوں موجود ہوں۔

اگر (دو کپڑے رکھے تھے اور) کسی نے ایک کو دیکھ کر دونوں خرید لیے۔ پھر دوسرے کو دیکھا تو اسے دونوں کو لوٹا دینا جائز ہے اور اگر کسی کو دیکھنے کا اختیار تھا اور وہ مر گیا تو اس کا اختیار باطل ہو گیا۔

فائدہ: یعنی اختیار باطل ہو کر بیع پوری ہو گئی اور خیار شرط کی طرح یہ بھی وارثوں کی طرف منتقل نہ ہوگا۔

ترجمہ: اور کسی نے کوئی چیز دیکھی تھی اور ایک مدت کے بعد خریدی تو اگر وہ اسی حالت پر ہے جس حالت میں اس نے دیکھی تھی تو اسے کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر اس میں کچھ فرق آ گیا ہے تو اسے اختیار ہے چاہے رکھے چاہے نہ رکھے۔

باب خیار العیب

عیب کے سبب سے واپس کرنے کا بیان

ترجمہ: اگر مشتری کو بیع ہو جانے کے بعد مبیع میں کوئی عیب معلوم ہو تو اسے اختیار ہے چاہے قیمت کے عوض اسے لے لے اور چاہے پھیر دے اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ بیع کو رکھ لے اور عیب کے نقصان کا طالب ہو۔

سوداگروں کے نزدیک جس سے قیمت میں کمی آ جائے وہی عیب ہے اور غلام کا بھاگنا اور بچھونے میں پیشاب کرنا اور چوری کرنا عیب ہے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہوں۔ یہاں تک کہ بالغ ہونے کے بعد (بائع کے ہاں) وہ پھر دوبارہ کریں۔

فائدہ: یعنی اگر کسی غلام کے اندر بچپنے میں یہ چیزیں پائی جاتی تھیں اور اب بالغ ہونے کے بعد بائع کے یہاں یہ چیزیں نہ رہی ہوں تو اگر بیع ہونے کے بعد مشتری کے ہاں جا کر پھر ہو جائیں تو انہیں حادث عیب شمار کریں گے کیونکہ یہ عیب مشتری کے ہاں پیدا ہوا ہے۔ قدیم نہیں ہے۔ لہٰذا مشتری کو ایسے غلام کو پھیرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر بالغ ہونے کے بعد بھی بائع کے یہاں ان چیزوں کا ظہور رہا ہے تو ان کو قدیم عیب شمار کریں گے۔

ترجمہ: اور گندہ دہنی اور گندہ بغلی لونڈی میں ہو تو عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے۔ مگر یہ کہ کسی بیماری سے ہو (تو غلام میں بھی عیب شمار ہوگا) اور زنا ہو تو لونڈی میں عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے۔

فائدہ: مگر یہ کہ غلام کی عادت ہی زنا کی ہو جائے اور عادت سے مراد یہ ہے کہ دو مرتبہ سے زیادہ زنا کرے۔ کیونکہ عورتوں کے پیچھے پھرنے سے ضرور خدمت گزاری میں قصور آئے گا اس سے یہ عیب شمار ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر مشتری کے ہاں کوئی عیب پیدا ہو گیا پھر اسے (اس میں) ایک ایسا عیب معلوم ہوا جو بائع کے ہاں بھی تھا تو مشتری کو اختیار ہے کہ عیب ثانی کو اس سے واپس لے لے اور بیع کو نہ پھیرے۔ ہاں اگر بائع بوجہ بیع کے عیب دار ہونے کے اسے لینے پر راضی ہو۔

اگر مشتری نے کپڑے کو قطع کیا ہو یا سی لیا ہے یا رنگ دیا ہے۔ یا ستو تھا اور (اس میں) گھی وغیرہ ملا لیا ہے پھر اس کے بعد اس میں کسی عیب کا علم ہوا تو مشتری اس عیب کا نقصان بائع سے لے سکتا ہے اور بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس چیز کو بعینہٖ واپس لے لے۔

اگر کسی نے ایک غلام خریدا تھا پھر اسے آزاد کر دیا یا وہ اس کے پاس آ کر مر گیا پھر مشتری کو اس کا کوئی عیب معلوم ہو تو مشتری اس عیب کا نقصان بائع سے لے لے۔ اور اگر غلام (یعنی مبیع) کو خود مشتری نے مار دیا ہو یا (مبیع) کھانا تھا اور وہ مشتری نے کھا لیا پھر اسے اس کا کوئی عیب معلوم ہوا تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اب مشتری کچھ واپس نہیں لے سکتا۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس عیب کا نقصان بائع سے لے لے۔

فائدہ: نہایہ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے اور اگر کسی نے کوئی

کھانے کی چیز خریدی اور اس میں سے کچھ کھا لی پھر رکھ لی پھر اس میں کوئی ایسا عیب معلوم ہوا جو بائع کے گھر کا تھا تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہ بچی ہوئی کو پھیر سکتا ہے اور نہ اس عیب کا نقصان لے سکتا ہے۔

صاحبین کا قول یہ ہے کہ جو بچی ہوئی ہے یا تو اسے واپس کر دے یا عیب کا نقصان لے لے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک غلام خریدا اور خریدنے والے نے اور کسی کے ہاتھ بیچ دیا۔ پھر وہ کسی عیب کی وجہ سے اس کے پاس واپس آیا تو اگر اس پہلے خریدنے والے نے اس غلام کو قاضی کے حکم سے قبول کیا تھا تو اس کے لیے جائز ہے کہ اپنے بائع کو پھیر دے اور اگر بدون حکم قاضی کے لیا تھا تو اب اپنے بائع کو نہیں پھیر سکتا اور اگر کسی نے غلام (وغیرہ) خریدا اور بائع نے ہر عیب سے بری الذمہ ہونے کی شرط کر لی (یعنی یہ کہہ دیا کہ اب اس میں خواہ کوئی عیب ہو میں واپس نہ کروں گا) تو پھر کسی عیب کی وجہ سے مشتری کو اس کے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اگرچہ سب عیبوں کا نام نہ لیا ہو۔ اور نہ انھیں شمار کر کے کہا ہو۔

باب البیع الفاسد

بیع کی ناجائز صورتوں کا بیان

ترجمہ: جس وقت مبیع اور قیمت میں سے ایک یا دونوں حرام چیزوں میں سے ہوں (اور ان کی حرمت خواہ نص سے ہو یا اجماع سے) تو بیع فاسد (یعنی باطل) ہے جیسے مردار کو یا خون کو یا شراب کو یا سور کو بیچنا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب مبیع ملکیت میں نہ ہو جیسے آزاد آدمی کو بیچ دینا اور ام ولد اور مدبر اور مکاتب کی بیع فاسد ہے۔

فائدہ: ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جس کے اپنے آقا سے اولاد ہو جائے۔

مدبر وہ غلام ہے جس سے آقا کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔

مکاتب وہ غلام ہے جو آقا سے اپنی قیمت اپنے ذمہ لے لے۔ اور یہاں بیع فاسد ہونے سے

مراد بیع کا باطل ہونا ہے۔ کیونکہ یہ لونڈی اور دونوں قسم کے غلام آزاد ہو جانے کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: مچھلی شکار کرنے سے پہلے دریا ہی میں بیع دینا جائز نہیں ہے۔ اور نہ پرندے کو ہوا میں بیع دینا جائز ہے اور نہ حمل کو پیٹ میں بیع دینا جائز ہے اور نہ نتاج (یعنی حمل کا حمل) بیچنا جائز ہے اور نہ اون کو بکری وغیرہ کی پیٹھ پر (یعنی کترنے سے پہلے) بیچنا جائز ہے اور نہ تھنوں میں دودھ کو بیچنا جائز ہے اور نہ کپڑے میں سے (جو بناوٹ میں مختلف ہو) ایک گز۔ اور نہ چھت میں سے ایک کڑی بیچنا جائز ہے اور نہ ضربۃ القانص (یعنی جال کی پھینک) کا بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: ضربۃ القانص اسے کہتے ہیں جو ایک دفعہ دریا میں جال ڈالنے سے کچھ شکار وغیرہ آجائے اور چونکہ بیع مجہول ہے۔ یعنی یہ معلوم نہیں ہے کہ اب جال میں کیا آجائے گا۔ اس لیے یہ بیع ناجائز ہے کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ کچھ بھی نہیں آتا۔ اسی طرح ہدایہ کی شرح کفایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور نہ بیع مزابنہ جائز ہے اور بیع مزابنہ اسے کہتے ہیں کہ ٹوٹے ہوئے پھل سے اندازہ کر کے درخت پر لگے ہوئے پھل کو بیع دینا اور نہ بیع بالقاء حجر اور نہ بیع ملامسہ جائز ہے۔

فائدہ: بیع بالقاء حجر اسے کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری نے ایک چیز کا نرخ ٹھہرا لیا۔ پھر مشتری نے مبیع پر کچھ پتھر وغیرہ ڈال دیا تو یہ مبیع مشتری کی ہوگئی خواہ اس وقت اور اس کے دینے سے بائع راضی ہو یا نہ ہو اور اگر مشتری نے مبیع کو ہاتھ لگا دیا تو اسے بیع ملامسہ کہتے ہیں۔ اس قسم کی بیع زمانہ جاہلیت کے لوگ کیا کرتے تھے۔ اب اس طرح سے بیع کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور نہ دو کپڑوں میں سے ایک کو بلا تعیین بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: مثلاً بائع کے پاس دو کپڑے ہیں اور وہ کہے ان میں سے میں نے ایک بیع دیا۔ تو یہ بیع جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ اس کو معین نہ کر دے۔ چونکہ کپڑے مختلف ہوتے ہیں اس لیے ایسی بیع سے جھگڑا ہوگا۔

: اور اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پہ بیچا کہ مشتری اسے (خرید کر) آزاد کر دے یا

مدبر کر دے یا مکاتب کر دے یا لونڈی کو اس شرط پر بیچا کہ اسے ام ولد کرے تو یہ بیع فاسد ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ بیع مع شرط ہے اور نبی ﷺ نے بیع مع شرط سے منع فرمایا ہے (جوہرہ)

ترجمہ: اور اسی طرح اگر کسی نے ایک غلام کو اس شرط پر بیچا کہ ابھی ایک مہینہ اس سے خدمت لے گا یا مکان بیچا اس شرط پر کہ اتنی مدت تک بائع اس میں رہے گا یا اس شرط پر کہ مشتری بائع کو ایک درہم قرض دے دے یا اس شرط پر کہ مشتری کچھ تحفہ دے دے (ان میں سے ہر بیع فاسد ہے)

اگر کسی نے ایک لونڈی یا ایک چوپایہ بیچا اور اس کا حمل مستثنیٰ کر لیا تو یہ بیع بھی فاسد ہے۔ اگر کسی نے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ بائع اسے کترے اور سی کر کرتا یا قبا سی دے یا جوتے کا چمڑا خریدا اس شرط پر کہ بائع اسے سئے یا اس میں تسمہ لگائے تو یہ بیع بھی فاسد ہے۔

اگر کسی نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اس کی قیمت نوروز کے دن دوں گا یا مہرجان کے دن دوں گا یا نصاریٰ کے روزے کے دن دوں گا۔ یا یہودیوں کی عید کے دن تو اگر بائع اور مشتری ان نوروز وغیرہ کو جانتے ہیں تو یہ بیع جائز ہے ورنہ یہ بیع فاسد ہے۔ اور اگر مشتری نے یہ شرط کی کہ گیہوں کٹنے یا گاہے جانے یا انگور اترنے یا حاجیوں کے آنے کے وقت روپیہ ادا کروں گا تو یہ بیع بھی جائز نہیں ہے اور اگر لوگوں کے گیہوں کاٹنے اور گاہنے اور حاجیوں کے آنے سے پہلے بائع اور مشتری دونوں اس مدت کے ساقط کرنے پر رضامند ہو گئے تو یہ جائز ہو جائے گی۔

<u>بیع فاسد کا حکم</u> ✱ جب بیع فاسد میں مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر لیا اور عوضین میں سے (یعنی مبیع اور قیمت میں سے) ہر دو حصہ مال تھا تو مشتری مبیع کا مالک ہو جائے گا اور اس کی قیمت اسے دینی لازم ہوگی اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو اس کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے پھر اگر مشتری نے اس مبیع کو بیچ دیا تو اس کی بیع جائز ہو جائے گی۔

اگر کسی نے آزاد کو اور غلام کو یا ذبح کی ہوئی اور مری ہوئی بکری کو اکٹھا بیچ دیا تو یہ بیع دونوں چیزوں میں باطل ہے۔ اور اگر کسی نے ایک غلام اور ایک مدبر کو یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو ملا کے بیچ دیا تو غلام کی اس کے حصہ کی قیمت سے بیع ہو جائے گی۔

فائدہ : اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ مثلاً بائع نے غلام اور مدبر دونوں کو ملا کر کر دیا تھا۔ لیکن دونوں کی قیمتیں علیحدہ علیحدہ متعین کر دی تھیں۔ یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ غلام سو روپے کا ہے اور مدبر پچاس روپیہ کا ہے۔ یہ صورت تو بالاتفاق جائز ہے کہ غلام سو روپیہ میں بیع ہو جائے گا اور مدبر نہ ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مثلاً بائع یہ کہہ دے کہ میں نے ان دونوں کو سو روپیہ میں فروخت کیا اور یہ نہیں متعین کیا کہ اس کی یہ قیمت ہے اور اس کی یہ ہے تو یہ صورت بالاتفاق ناجائز ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بائع اس طرح کہے کہ ان دونوں کو سو روپیہ پر میں نے فروخت کر دیا۔ لیکن ہر ایک کو پچاس کو تو یہ صورت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ غلام میں جائز ہوگی اور مدبر وغیرہ میں جائز نہ ہوگی۔

اگر کسی نے دوسرے کی چیز کو بغیر اس کی اجازت کے بیچ دیا تو یہ بیع اصل مالک کی اجازت پر موقوف رہتی ہے اگر اس نے اجازت دے دی تو بیع جائز ہے ورنہ ناجائز۔

بیع مکروہ کی صورتیں ✱ **ترجمہ**: اور بلا ارادہ خرید کے کسی چیز کی قیمت بڑھانے اور دوسرے کو بھاؤ کرتے ہوئے بھاؤ کرنے اور ارزاں مال خریدنے کے لیے (باہر جا کر) سوداگروں سے مل جانے اور دیہاتی کا مال شہری کے ہاتھ فروخت کرنے اور جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور یہ سب صورتیں مکروہ ہیں اور ان سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔

فائدہ : بیع فاسد نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان کی اصل قیمت یعنی جو بازار میں عام طور پر ہے وہ مشتری کے ذمہ لازم ہو جاتی ہے اور قبضہ کرنے سے پہلے وہ اس چیز کا مالک ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی چھوٹے چھوٹے دو غلاموں کا مالک ہو گیا۔ یعنی خواہ خریدے ہوں یا ورثہ وغیرہ کے ذریعہ سے آ گئے ہوں۔ اور وہ دونوں آپس میں بہت ہی قریب کے رشتہ دار ہیں تو ان میں جدائی نہ کرے (یعنی اس طرح کہ ایک کو خود رکھ لے اور دوسرے کو بیچ دے۔ یا دونوں کو دو آدمیوں کے ہاتھ بیچ دے)

یہی حکم اس صورت میں ہے کہ ایک بڑا ہو اور دوسرا چھوٹا ہو۔ پس اگر ان میں جدائی کر دے تو مکروہ ہے اور بیع ہو جائے گی۔ اور اگر دونوں بڑے ہیں تو جدائی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

باب الاقالة

سودا واپس کرنے کا بیان

فائدہ: اقالہ کے لغوی معنی پہلے قول کو ختم کر دینے کے ہیں اور شریعت میں اقالہ بیع کو توڑنے یعنی مبیع اور قیمت کے واپس کر دینے کو کہتے ہیں۔

ترجمہ: بیع میں بائع اور مشتری دونوں کو پہلی قیمت کے ساتھ اقالہ کرنا جائز ہے اور اگر کسی نے پہلی قیمت سے زیادہ و کمی کی شرط کی تو یہ شرط باطل ہے اور بیع پہلی قیمت کے ساتھ واپس کر دی جائے گی۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اقالہ ان بائع اور مشتری کے حق میں بیع کو توڑنا ہے وہ ان کے سوا تیسرے کے حق میں بیع جدید ہے

فائدہ: اس بیع کے جدید ہونے کا نتیجہ ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے اپنی کوئی چیز دوسرے کو ہبہ کر دی اور جس کو ہبہ کی تھی پھر اس نے وہ فروخت کر دی تو ہبہ کرنے والے کو جو اپنی چیز پھیر لینے کا حق حاصل تھا وہ اس بیع سے جاتا رہے گا۔ اب اگر یہ بائع اور مشتری اقالہ کر لیں تو ہبہ کرنے والا اپنی دی ہوئی چیز کو نہیں پھیر سکتا۔ کیونکہ اقالہ تیسرے کے حق میں بیع جدید ہے۔ گویا اس ہبہ کرنے والے کے اعتبار سے تو اب اس چیز کو بائع نے مشتری سے خریدا ہے۔ لہٰذا اب اس چیز سے اسے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ترجمہ: اور قیمت کا تلف ہونا اقالہ کے صحیح ہونے کو نہیں روکتا۔ ہاں مبیع کا تلف ہونا اس کی صحت کو روک دیتا ہے (یعنی پھر اقالہ نہیں ہو سکتا) اور اگر مبیع کا کچھ حصہ تلف ہو گیا ہے تو باقی مبیع میں اقالہ کر لینا جائز ہے۔

باب المرابحة و التولية

بیع مرابحہ اور تولیہ کا بیان

ترجمہ: پہلی خرید پر کچھ نفع زیادہ کر کے کسی چیز کو بیچنے کا نام مرابحہ ہے اور پہلی خرید پر بلا نفع کے کسی چیز کو بیچنے کا نام تولیہ ہے۔

فائدہ: خلاصہ یہ ہے کہ نفع سے بیچنے کو مرابحہ کہتے ہیں اور بے نفع بیچنے کو تولیہ۔

ترجمہ: اور مرابحہ اور تولیہ اسی وقت درست ہوتی ہے کہ اس کا عوض مثلی چیزوں میں سے ہو۔

فائدہ: یعنی ایسی چیز ہو کہ اس کے تلف ہو جانے سے ویسی ہی چیز دینا پڑے جیسے روپیہ وغیرہ اور وہ چیزیں جو ناپ سے یا تول سے فروخت ہوتی ہیں۔

ترجمہ: اور دھوبی اور رنگریز اور کپڑا بننے والے اور غلہ ڈھونے کی مزدوری کو اصل ثمن میں ملا دینا جائز ہے اور یہ کہے کہ یہ چیز مجھ کو اتنے میں پڑی ہے اور یہ نہ کہے کہ اتنے میں میں نے خریدی ہے۔

فائدہ: مثلاً کسی نے ایک تھان کپڑے کا خرید لیا پانچ روپیہ میں اور ایک روپیہ اس کی دھلائی یا رنگوائی وغیرہ میں دیا تو جب اسے مرابحہ یا تولیہ کے طور پر فروخت کرے تو یہ کہے کہ یہ تھان مجھے چھ روپے میں پڑا ہے یہ نہ کہے کہ میں نے چھ روپیہ میں خریدا ہے۔

ترجمہ: جب مرابحہ میں مشتری کو کچھ خیانت معلوم ہوئی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسے اختیار ہے چاہے اس چیز کو کل ثمن کے عوض لے لے اور چاہے واپس کر دے اور اگر تولیہ میں خیانت معلوم ہوئی ہے تو خیانت کی مقدار قیمت کم کر دے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (مرابحہ اور تولیہ) دونوں میں کم کر دے۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیمت کی میں کمی نہ کرے۔ لیکن اسے اختیار دونوں میں ہے (کہ چاہے پوری قیمت سے لے لے اور چاہے نہ لے)

اگر کسی نے کوئی منقولہ چیز خریدی تو اس پر اسے اپنا قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: بیع دو قسم کی ہوتی ہے ایک منقولہ جیسے چوپایہ غلہ اور کپڑے وغیرہ۔ اور دوسری غیر منقولہ جیسے زمین اور مکانات وغیرہ۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک زمین کو قبضہ کرنے سے پہلے بیع کر دینا جائز ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا بیع کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

اگر کسی نے کوئی جیسی چیز پیمانے سے اور وزن سے بکنے والی وزن کرا کے خریدی اور پھر خود بھی اس کو ناپ لیا یا تول لیا۔ پھر اس کو وزن سے یا ناپ سے بیچ دی تو اب اس دوسرے مشتری کو بغیر ناپے یا تولے اس چیز کا بیچنا یا کھانا جائز نہیں ہے اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے۔

فائدہ: یعنی اس طرح کہ اگر مشتری نے ثمن میں درہم دیا تھا اور بائع نے ابھی ان پر قبضہ نہیں کیا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ ان درہموں کی جگہ کوئی کپڑا وغیرہ لے لے۔

ترجمہ: اور مشتری کے لیے جائز ہے کہ بائع کے واسطے کچھ قیمت میں بڑھا دے۔ مثلاً کوئی چیز دو روپیہ میں ٹھہری تھی تو مشتری کے ذمہ تو اصل میں دو ہی روپیہ ہیں۔ لیکن اگر مشتری بائع کی رعایت سے دو کی جگہ تین دے دے تو یہ بھی جائز ہے۔

ترجمہ: اور بائع کو بیع میں مشتری کے لیے کچھ بڑھا دینا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ (بائع) قیمت میں کچھ کمی کر دے اور سب کے ساتھ استحقاق متعین ہو جاتا ہے۔

فائدہ: یعنی جو اصلی چیز تھی اس کے ساتھ بھی اور جو بڑھوئی گئی ہے اس کے ساتھ بھی پس مثلاً بائع کو اختیار ہے کہ جب تک مبیع کی اصلی قیمت اور جو مشتری نے اپنی طرف سے بڑھا دی تھی وصول نہ ہو جائے مبیع کو نہ دے۔ اور مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ زبان دے چکنے کے بعد اب زیادہ رقم کو نہ دے کیونکہ اب اس رقم میں بھی بائع کا حق اصل بیع کی وجہ سے ثابت ہو گیا ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ مشتری کے لیے مبیع میں جو کچھ بائع نے بڑھا دیا ہے اسے بھی

اس کا تمد دینا جائز نہیں ہے اور اگر ایسی بیع میں اقالہ ہو تو بائع کو مشتری نے جس قدر دیا ہے سب پھیرنا پڑے گا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی چیز نقد فروخت کی اور پھر کچھ میعاد متعین کر کے (مشتری کو) مہلت دے دی تو یہ مہلت جائز ہو جائے گی اور یہ مہلت میں جب اس کا مالک مہلت دے دے تو وہ مہلت ہو جاتی ہے۔ مگر قرض میں مہلت کر دینا درست نہیں ہے۔

فائدہ: یہاں درست ہونے نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً اگر روپیہ پیسہ قرض دیا ہے اور قرض لینے والا کچھ دنوں کی مہلت متعین کرتا ہے تو یہ مہلت متعین کرنا درست نہیں ہے۔ بلکہ قرض خواہ مہلت کے اندر جب چاہے مانگ سکتا ہے۔

اگر کوئی چیز بیچی تھی تو اس کی قیمت مشتری کے ذمہ دین ہے اگرچہ بیع کے وقت نقدا نقدی سودا ہوا ہو۔ لیکن اگر بائع نے پھر اسے مہلت دے دی ہے تو یہ مہلت درست ہو گی۔ یعنی اب مہلت کے اندر اس سے قیمت طلب نہیں کر سکتا۔

باب الربو

سود کا بیان

ترجمہ: سود حرام ہے۔ ہر چیز میں خواہ کیلی ہو یا وزنی (یعنی پیمانہ سے ناپ کر بکنے والی ہو یا وزن ہو کر) جس وقت ایک جنس دوسری جنس کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچی جائے (برابر ہے کہ کھانے کی ہو یا کھانے کی نہ ہو) پس علت اس میں یا تو کیل مع جنس ہے اور یا وزن مع جنس ہے۔

فائدہ: یعنی علت سود ہونے کی یہ ہے کہ دونوں چیزیں کیلی بھی ہوں اور ایک جنس کی ہوں۔ جیسے گیہوں کو گیہوں سے بیچنا یا دونوں وزن سے بکنے والی بھی ہوں اور ایک جنس کی ہوں جیسے چاندی سونا وغیرہ یعنی جو چیزیں وزن ہی ہو کر بکتی ہیں۔

: پس اگر کوئی کیلی یا وزنی چیز اپنی جنس کے ساتھ برابر سرابر بیچی جائے تو جائز ہے اور

اگر کمی زیادتی کے ساتھ بیچی جائے تو جائز نہیں ہے۔ (کیونکہ ایک کو زیادہ دینا ہی سود ہے) اور جن چیزوں میں سود ہے ان میں سے عمدہ کو ردی کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے۔ مگر اس وقت کہ دونوں برابر ہوں اور جب یہ دونوں وصف یعنی جنس اور قدر ایک نہ ہو تو زیادتی اور ادھار دونوں جائز ہیں۔

فائدہ: قدر ایک نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ دونوں کیلی نہ ہوں یا دونوں وزنی نہ ہوں بلکہ ایک کیلی ہو اور دوسری وزنی ہو تو اس صورت میں ان میں سود کا حکم نہیں رہتا۔

ترجمہ: اور جب یہ دونوں وصف نہ ہوں گے تو زیادتی اور ادھار دونوں حرام ہوں گے اور اگر ان میں سے ایک ہوگا اور دوسرا نہ ہوگا تو زیادتی جائز ہو جائے گی اور ادھار حرام ہوگا۔

فائدہ: مثلاً کسی نے گیہوں کو جو کے ساتھ بیچا کہ اس صورت میں کہ یہ دونوں ہم وصف نہیں ہیں بلکہ فقط ایک وصف ہے کہ دونوں پیمانے سے بکتے ہیں۔ اور دوسرا وصف یعنی جنس دونوں کی ایک نہیں ہے۔ یا مثلاً کوئی سونے کو چاندی سے بیچے تو ان دونوں صورتوں میں کمی زیادتی سے دینا تو جائز ہوگا کہ بیس تولہ چاندی کا ایک تولہ سونا دے۔ یا چندرہ سیر جو کے دس سیر گیہوں دے مگر اس میں ادھار جائز نہ ہوگا۔

ترجمہ: اور جس غلہ وغیرہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرما دیا ہو کہ اس میں بطور کیل (یعنی پیمانہ) کے زیادتی کرنا حرام ہے تو وہ غلہ ہمیشہ کے لیے کیلی ہے اگرچہ لوگوں نے اس میں کیل کرنا (یعنی ناپنا) چھوڑ دیا ہو۔ جیسے گیہوں جو چھوہارے نمک اور جس چیز کے متعلق آپ نے یہ فرمایا ہو کہ اس میں بطور وزن زیادہ حرام ہے تو وہ ہمیشہ کے لیے وزنی ہے اگرچہ لوگوں نے اس میں وزن کرنا چھوڑ دیا ہو جیسے چاندی سونا۔ اور جس چیز پر کوئی نص نہ ہوگی تو وہ لوگوں کی عادت پر محمول ہوگی۔

فائدہ: عادت پر محمول ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر لوگ اسے ناپ کر فروخت کرتے ہوں گے تو اسے کیلی شمار کریں گے اور اگر وزن سے فروخت کرتے ہوں گے تو وہ وزنی شمار ہوگی۔

ترجمہ: اور عقد صرف وہ (بیع) ہے جو قیمت کی جنس (یعنی چاندی سونے) پر واقع ہو اس میں دونوں عوض پر اسی مجلس میں قبضہ ہو جانا معتبر ہے اور اس کے سوا جن چیزوں میں سود جاری

ہوتا ہے (جیسے کیلی اور وزنی چیزیں) ان میں متعین کرنا معتبر ہے (اسی مجلس میں) جانبین سے
قبضہ ہونا معتبر نہیں ہے اور گیہوں کو آٹے اور ستو کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ آٹے کو
ستو کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس طرح بیچنا جائز ہے۔ امام
صاحب کی دلیل یہ ہے کہ ان میں ایک قسم کی مجانست باقی ہے یعنی قریب قریب ایک ہی جنس
کے ہیں کیونکہ یہ دونوں گیہوں کے اجزاء ہیں اور ان کو برابر کرنے کا آلہ پیمانہ ہے لیکن
پیمانہ میں آٹا اور گیہوں برابر نہیں آتے بلکہ گیہوں کے دانوں میں خلا رہتا ہے اور آٹا
وغیرہ خوب بھر جاتا ہے اس لیے اگر ایک کیلی کو ایک ہی کیلی سے بیچیں گے تو باوجود دونوں کی ایک
جنس ہونے کے پھر برابر سرابر نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح بیچنا جائز نہیں ہے اسی طرح ہدایہ
میں ہے۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک گوشت کو حیوان کے ساتھ بیچنا
جائز ہے (اسی پر فتویٰ ہے)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے جب تک کہ اس سے زیادہ گوشت نہ ہو جتنا کہ
اس حیوان میں ہے تاکہ گوشت گوشت کے مقابلہ میں ہو جائے اور باقی گوشت کھال وغیرہ
کے مقابلہ میں ہو جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تر چھوہاروں کو سوکھے ہوئے چھوہاروں سے برابر
سرابر بیچنا جائز ہے اور اسی طرح انگوروں کو منقی کے ساتھ مگر زیتون کو روغن زیتون کے ساتھ
اور تلوں کو میٹھے تیل کے ساتھ بیچنا جائز نہیں ہے جب تک کہ روغن زیتون اور میٹھا تیل اس
سے زیادہ نہ ہو جتنا اس موجودہ زیتون اور تلوں میں ہے تاکہ تیل تیل کے برابر رہے اور
باقی تیل کھلی کے بدلہ میں ہو جائے اور مختلف گوشتوں میں بعض کو بعض کے ساتھ کمی زیادتی
سے بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: مختلف گوشتوں سے مراد یہ ہے کہ اونٹ گائے بکری تینوں کے گوشت ہوں تو ان کو کمی
زیادتی سے بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مثلاً بکری کے سیر بھر گوشت کو اونٹ کے چار سیر

گوشت سے بیچنا جائز ہے۔

ترجمہ: اور اسی طرح اونٹ گائے اور بکری کے دو حصوں میں بعض کو بعض کے ساتھ کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے اور چھوہارے اور انگور کے سرکہ کو کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے اور روٹی کو گیہوں اور آٹے کے ساتھ کمی زیادتی سے بیچنا جائز ہے۔

غلام اور مولی کے درمیان اگر کسی خرید وفروخت میں زیادتی ہو تو ان میں سود نہیں ہوتا اور نہ دار الحرب میں مسلمان اور حربی میں ہوتا ہے۔

فائدہ: کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

لا ربوٰ بین المسلم و الحربی فی دار الحرب.

''دار الحرب میں مسلمان اور حربی میں ربٰو نہیں ہوتا''۔

اگر حربی دار الحرب سے دار الاسلام میں آجائے اور اس پر بادشاہ کی طرف سے خراج وغیرہ مقرر ہو جائے تو پھر اس بیع میں بھی سود ہو جاتا ہے اور غلام مولی میں سود نہ ہونا اس شرط سے ہے کہ غلام اس کی ملک میں ہو ورنہ سود ہو جائے گا۔

باب السلم

بیع سلم کا بیان

ترجمہ: بیع سلم (یعنی بدلی) ان چیزوں میں جائز ہے جو ناپ کر یا تول کر یا گنتی کے ساتھ فروخت ہوتی ہیں جن میں کچھ (ایسا زیادہ) تفاوت نہیں ہوتا جیسے اخروٹ اور انڈے اور ان چیزوں میں بھی جائز ہے جو گزوں سے ناپ کر بکتی ہیں (جیسے کپڑا وغیرہ) لیکن حیوان اور اس کے اطراف (یعنی سری وغیرہ) میں بیع سلم جائز نہیں ہے اور نہ کھالوں میں گنتی کے ساتھ اور نہ سوختہ کے بندھے ہوئے گٹھے اور ترکھاس کے پولے میں۔

فائدہ: یعنی ان چیزوں کی اس طرح بیع سلم جائز نہیں ہے بلکہ وزن کے ساتھ جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور بدنی فقط ایسی چیز میں جائز ہے جو بدنی کرنے کے وقت سے بدنی کی مدت گذرنے تک موجود رہے (اسی پر فتویٰ ہے) اور بدنی بے مہلت جائز و درست نہیں ہے اور نہ بغیر مہلت معلوم کے درست ہے۔

فائدہ: مہلت معلوم سے مراد یہ ہے کہ اس مہلت کی مدت کے مہینے اور دن خوب معین ہو جائیں۔ بغیر ان کے معین کیے بدنی درست نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور بدنی کسی خاص آدمی کے پیمانے سے کرنی جائز نہیں ہے اور نہ کسی خاص آدمی کے گز سے اور نہ کسی خاص گاؤں کے غلہ میں اور نہ کسی خاص کھجور کے پھل میں۔

فائدہ: خاص آدمی کے پیمانے سے بدنی ناجائز ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ پیمانہ اور گز وغیرہ ایسے ہوں جن کی مقدار معلوم نہ ہو کیونکہ بعض لوگ ان چیزوں کو کم و زیادہ بھی رکھا کرتے ہیں اور چونکہ بدنی کے اور مبیع کے سپرد کرنے میں ایک عرصہ لگتا ہے اس لیے شاید وہ خاص پیمانہ وغیرہ تلف ہو پھر جھگڑے کی نوبت آئے اور ان کا انسداد ضروری ہے۔ اس کے علاوہ پیمانہ ایسا ہونا چاہیے جو خشک ہونے وغیرہ کی وجہ سے خود بخود چھوٹا بڑا نہ ہوتا ہو اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بدنی بغیر سات شرطوں کے جائز نہیں ہے جو بدنی کرتے وقت ذکر کر دی جائیں۔

① اول جنس معلوم ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ گیہوں ہیں یا چنے وغیرہ ہیں)

② دوسری یہ کہ قسم معلوم ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ گیہوں وغیرہ نہری زمین کے ہوں گے یا بارانی کے)

③ تیسری یہ کہ صفت معلوم ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ لال گیہوں ہوں گے یا سفید یا نئے یا پرانے)

④ چوتھی یہ کہ مقدار معلوم ہو (یعنی یہ بیان کیا جائے کہ اتنے پیمانے ہوں گے یا اتنے من ہوں گے)

⑤ پانچویں یہ کہ مدت معین ہو (یعنی یہ بیان کر دیا جائے کہ چار مہینے میں یا اتنے دنوں میں

دیں گے)

⑥ چھٹے یہ کہ اصل مال کی مقدار معلوم ہوتی ہے۔ یہ شرط اس صورت میں ہے کہ اصل اس قسم کا ہو کہ اس کی مقدار سے بیع وغیرہ کو تعلق ہوتا ہو جیسے کیلی اور وزنی چیزیں۔

⑦ ساتویں شرط یہ ہے کہ بدنی کے ادا کرنے کی جگہ مقرر کر دی جائے یہ شرط اس بدنی کی چیز میں ہے جس کی بار برداری میں کچھ مشقت اٹھانی پڑتی ہو (اسی پر فتویٰ ہے)

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب اصل مال معین ہو تو اس کے نام لینے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ بدنی کے ادا کرنے کی جگہ کے نام لینے کی ضرورت ہے بلکہ جہاں بدنی کی ہے وہیں اسے ادا کر دے۔

بدنی اس وقت تک درست نہیں ہوتی کہ بدنی کرنے والا دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے اصل مال پر قبضہ نہ کرے اور اصل مال میں اور مسلم فیہ میں (یعنی جس میں بدنی کی ہے) دونوں میں قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور مسلم فیہ میں قبضہ کرنے سے پہلے نہ شرکت جائز ہے اور نہ تولیہ (کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا تصرف ہے)

کپڑوں میں بدنی جائز ہے جب کہ ان کی لمبائی چوڑائی اور قفص یا ہلکا ہونا بیان کر دیا جائے۔

جواہرات اور موتیوں میں بدنی جائز نہیں ہے اور کچی پکی اینٹوں کے اندر بدنی کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے جب کہ اس کا سانچہ مقرر کر دیا جائے۔

بیع سلم کا ضابطہ ✱ (کلیہ) قاعدہ یہ ہے کہ جن چیزوں کی صفت کو ضبط (اور بیان) کر سکیں اور ان کی مقدار معلوم کر سکیں تو ان میں بدنی جائز ہے اور جن میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں ان میں بدنی جائز نہیں ہے۔

کتے اور چیتے اور درندے کو بیچنا جائز ہے (یعنی خواہ وہ سکھے ہوئے ہوں یا نہ ہوں) اور شراب اور سور کی بیع جائز نہیں ہے اور نہ ریشم کے کیڑوں کی بیع جائز ہے اگر وہ ریشم کے ساتھ ہوں اور نہ شہد کی مکھی کی بیع جائز ہے ہاں اگر وہ سب چھتوں کے ہوں اور ذمی لوگ خرید و فروخت میں مثل مسلمانوں کے ہیں مگر خاص شراب اور سور کے بارے میں کہ ان کا شراب پر

کوئی معاملہ کرنا ایسا ہے جیسے کوئی مسلمان بکری پر معاملہ کرے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ شراب اور سور ان کے اعتقادوں میں قیمتی چیزیں ہیں اور ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم ان کو ان کے اعتقادوں پر رہنے دیں۔

باب الصرف

بیع صرف (یعنی سونے چاندی کی خرید وفروخت) کا بیان

ترجمہ: صرف وہ بیع ہے کہ دونوں عوض (یعنی بیع اور قیمت) اثمان کی جنس سے ہوں۔ پس اگر کسی نے چاندی کو چاندی سے اور سونے کو سونے سے بیچا تو جائز نہیں ہے مگر برابر سرابر (بیچنا جائز ہے کیونکہ اس میں برابر ہونا شرط ہے) اگرچہ وہ دونوں کھرے کھوٹے ہونے میں مختلف ہوں اور (بائع ومشتری کے) جدا ہونے سے پہلے دونوں عوضوں پر قبضہ ہونا (بھی) ضروری ہے اور جب کوئی سونے کو چاندی سے بیچے تو اس میں زیادتی ہونی (یعنی چاندی کا زیادہ ہونا) جائز ہے کیونکہ یہاں دونوں عوضوں کی جنس ایک نہیں ہے اور جانبین سے قبضہ ہونا واجب ہے۔

اگر (بیع) صرف میں دونوں عوضوں میں سے ایک پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع و مشتری علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو یہ عقد (یعنی معاملہ بیع) باطل ہو جائے گا اور قبضہ کرنے سے پہلے (بیع) صرف کی قیمت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور سونے کو چاندی سے اٹکلوں پر بیچنا جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ دونوں کی ایک جنس شرط نہ ہونے کی وجہ سے ان میں برابر ہونا ایک شرط نہیں ہے۔ لیکن اسی مجلس میں قبضہ ہو جانا شرط ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک زیور دار تلوار سو درہم میں بیچی اور اس (کے اوپر کا زیور پچاس درہم کا ہے اور مشتری نے اس) کی قیمت میں پچاس درہم بائع کو دے دیئے تو یہ بیع جائز ہے اور یہ مقبوضہ درہم چاندی کے حصہ میں (یعنی اس زیور کے عوض میں) شمار ہوں گے اگرچہ

(دونوں میں سے) کسی نے اس کو بیان نہ کیا ہو اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اگر مشتری نے یہ کہا کہ ان دونوں کی قیمت یہ پچاس درہم لے لو۔ پس اگر دونوں نے (اپنی اپنی چیز پر) قبضہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ دونوں علیحدہ ہو گئے تو یہ بیع اس زیور میں ناجائز ہوگی اور اگر وہ زیور بلا نقصان کے تلوار سے علیحدہ ہو سکتا ہے تو تلوار کی بیع ہو جائے گی اور زیور کی نہ ہوگی اور اگر اس زیور کو بلا نقصان تلوار سے علیحدہ نہیں کر سکتے تو دونوں کی بیع ناجائز ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے چاندی کا برتن (چاندی یا سونے سے) بیچا اور کچھ قیمت لے لی اور کچھ نہیں۔ پھر دونوں علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو جس قدر قیمت بائع نے لے کر اپنے قبضہ میں کر لی ہے اس میں بیع ہو جائے گی اور باقی میں نہ ہوگی۔ اور یہ برتن (بائع و مشتری) دونوں میں مشترک رہے گا۔

اگر (خریدے ہوئے) برتن میں جزوی حصہ کا کوئی مستحق نکل آئے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اس کے حصہ کی قیمت دے کر وہ بھی لے لے اور چاہے وہ (سارا ہی) واپس کر دے۔

اگر کسی نے چاندی کی ایک ڈھلی بیچی۔ پھر اس میں کوئی حصہ دار نکل آیا تو مشتری اس کو لے لے جو اس کے حصے سے بچے اور مشتری کو کچھ اختیار نہیں ہے۔

فائدہ: مشتری کو اس صورت میں اختیار نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس ڈھلی کے ٹکڑے کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے لہٰذا یہ شرکت عیب نہ شمار ہوگی بخلاف برتن کے کہ اس کے ٹکڑے کرنے میں سخت نقصان پڑتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے دو درہم اور ایک دینار کو دو دینار اور ایک درہم سے بیچ دیا تو بیع درست ہے اور ہر ایک جنس کو دوسری جنس کے بدلے میں سمجھا جائے گا۔

فائدہ: تو اس بیع کی یہ صورت رکھیں گے کہ دو درہم دو دیناروں کے بدلے میں ہیں اور ایک درہم ایک دینار کے بدلے میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی گیارہ درہم کو دس درہم اور ایک دینار سے بیچے تو یہ بھی جائز ہے۔ دس درہم دس درہموں کے بدلے میں ہوں گے اور ایک درہم ایک دینار کے بدلے میں ہو جائے

درہم اور ایک کھوٹے درہم کو ایک کھرے درہم اور دو کھوٹے درہموں سے بیچنا جائز ہے (اور یہی حکم دو پیسوں میں سمجھ لینا چاہیے) اور اگر درہموں میں چاندی زیادہ ہو (یعنی چاندی کو غلب ہو) تو وہ چاندی کے حکم میں ہیں۔

اگر دیناروں میں سونا غالب ہو تو وہ سونے کے حکم میں ہیں۔ پس ان دونوں میں کمی زیادتی کی حرمت وہی معتبر ہوگی جو کھروں میں معتبر ہوتی ہے (یعنی انہیں کمی زیادتی سے بیچنا جائز نہ ہوگا) اور اگر ان میں کھوٹ غالب ہو تو وہ درہم و دینار کے حکم میں نہیں ہیں بلکہ وہ اسباب کے حکم میں ہیں پس جس وقت انھیں ان کی جنس سے زیادتی کے ساتھ فروخت کیا جائے تو وہ بیع جائز ہوگی (مگر ادھار بیع جائز نہ ہوگی) اور اگر کسی نے ان کھوٹے درہموں سے کچھ اسباب خریدا اور (ان پر بائع کا) قبضہ ہونے سے پہلے ان کا بھاؤ گھٹ گیا۔ یعنی لوگوں نے ان کے ساتھ معاملہ کرنا بالکل چھوڑ دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: امام محمدؒ کے قول کے مطابق بھاؤ گھٹ جانے سے یہ مراد ہے کہ کسی شہر میں بھی ان کا رواج نہ رہے۔

شیخینؒ کا قول یہ ہے کہ فقط اپنے شہر میں ان کا رواج نہ رہنا اس شہر میں بیع باطل ہونے کے لیے کافی ہے۔ اسی طرح علامہ عینیؒ نے لکھا ہے۔

ترجمہ: اور امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں (کہ یہ بیع بھی جائز ہے اور) مشتری پر ان درہموں کی یہ قیمت جائز ہوگی جو بیع کے دن تھی (یعنی اس قیمت کے کھرے روپیہ دے)

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشتری پر وہ قیمت واجب ہے جو لوگوں کے معاملہ کرنے میں آخر دن ان درہموں کی قیمت تھی۔ اور رائج پیسوں میں بیچنا جائز ہے اگرچہ معین نہ کرے۔ (کیونکہ ان کے معین کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے) اگر پیسے کھوٹے ہیں تو بغیر معین کیے ان سے بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے رائج پیسوں سے کوئی چیز بیع کی اور قبضہ ہونے سے پہلے ان کا رواج موقوف ہو گیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بیع باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: امام ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور صاحبینؒ کا اس میں اختلاف ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے نصف درہم کے پیسوں کی کوئی چیز خریدی تو یہ بیع جائز ہے اور مشتری کو اتنے ہی پیسے دینے لازم ہیں جتنے کو نصف درہم فروخت ہوتا ہے اور اگر کسی نے صراف کو ایک روپیہ دیا اور یہ کہا کہ نصف کے بدلے میں پیسے دے دے اور نصف کے بدلے میں رتی بھر کم کی ایک اٹھنی دے دی۔ تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیع کل میں ناجائز ہے۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ پیسوں میں جائز ہے اور باقی اٹھنی میں ناجائز ہے اور اگر مشتری نے روپیہ دیتے وقت یوں کہا کہ نصف پیسے دے دے اور ایک رتی بھر کم کی اٹھنی دے دے تو بیع جائز ہے (کیونکہ اس میں بدلے کا لفظ نہیں ہے) اور اگر مشتری نے (کوئی بڑا روپیہ دیتے وقت) یہ کہا کہ مجھے ایک چھوٹا روپیہ دے دو جس کا وزن نصف روپیہ سے (بھی) رتی بھر کم ہو اور باقی کے پیسے دے دو تو یہ بیع جائز ہے اور یہ رتی بھر کم نصف چھوٹے روپے کے مقابلے میں ہوگا اور باقی پیسوں کے مقابلے میں۔

كتاب الرهن

رہن کا بیان

ترجمہ: رہن ایجاب و قبول سے منعقد ہو جاتا ہے۔

فائدہ: ایجاب و قبول کا یہ مطلب ہے مثلاً ایک شخص کہے میں نے اپنی اس چیز کو اس قدر روپیہ کے عوض رہن کیا۔ اس شخص کو راہن کہتے ہیں اور دوسرا کہے کہ میں نے اس چیز کو اس قدر روپیہ کے عوض رہن رکھ لیا۔ اس کہنے والے کو مرتہن کہتے ہیں اور اس چیز کا نام رہن اور مرہون ہے۔

ترجمہ: اور (مرہون پر) قبضہ ہونے سے رہن پورا ہو جاتا ہے۔ پس جس وقت مرتہن نے مرہون پر محوز مفرغ ممیز ہونے کی حالت میں اپنا قبضہ کر لیا تو عقد (رہن) اس میں پورا ہو گیا۔

فائدہ: محوز ہو یعنی مقسوم ہو اس میں کسی کی شراکت نہ ہو۔ مقسوم ہونا رہن میں شرط ہے۔ مشترک چیز کا رہن کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

متفرق ہوتی تو راہن کی ملک سے متصل ہے اس طرف اشارہ ہے کہ اپنے مکان کو
رہن رکھنا جائز نہیں ہے جس میں راہن کا گھر کا اسباب ہو کیونکہ اس میں اسباب ہونے کی وجہ
سے وہ راہن کی ملک سے فارغ نہیں ہے۔

ایسے ہی صحیح نہیں اس مرہون کو کسی دوسری چیز کے ساتھ خلقی اتصال نہ ہو۔ مثلاً کوئی
درخت پر لگے ہوئے پھل کو رہن کرنے لگے اور درخت کو رہن نہ کرے تو یہ رہن جائز نہیں ہے
کیونکہ مرہون یعنی پھل دوسری چیز یعنی درخت کے ساتھ خلقی اتصال ہے۔ یہی صورت کھیتی
کی ہے۔

ترجمہ: اور جب تک کہ مرتہن نے مرہون پر قبضہ نہیں کیا تو راہن کو اختیار ہے چاہے تو رہن
کر دے اور (مرہون کو) اس کے حوالے کر دے اور چاہے رہن سے پھر جائے لیکن اگر اس کے
حوالے کر چکا ہے اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ چیز اس کی ضمان میں داخل ہو جائے گی (اب
راہن کو رہن کا روپیہ ادا کرنے تک اس کا کوئی اختیار نہ ہوگا) اور رہن بغیر دین مضمون کے
درست نہیں ہے۔

فائدہ: دین کی دو قسمیں ہیں۔

ایک وہ کہ جو بغیر ادا کیے یا مالک دین کے بغیر معاف کیے ذمہ سے ساقط نہ ہو اسے
دین مضمون کہتے ہیں۔

دوسرا وہ کہ جو بغیر ان دونوں صورتوں کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے اسے دین غیر
مضمون کہتے ہیں اور بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ دین مضمون سے وہ مراد ہے جو کہ فی الحال ذمہ
میں واجب نہ ہو لیکن ایسا دین ہو کہ آئندہ واجب ہوگا۔

ترجمہ: اور وہ رہن چیز اپنی قیمت سے کہ یعنی اس قرض کے عوض میں مضمون ہوگی۔ پس اگر
رہن چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہو گئی اور اس کی قیمت اور قرض دونوں برابر تھے تو مرتہن اپنے
قرض کو وصول کرنے والا ہو گیا (یعنی راہن کی چیز گئی اور مرتہن کا قرض گیا اب ایک
دوسرے کا کچھ نہیں نکلا) اور اگر رہن کی قیمت قرض سے زیادہ تھی تو یہ زیادتی (مرتہن کے
پاس) امانت ہے۔

فائدہ: یعنی اس صورت میں بھی اگر رہن مرتہن کے پاس ہلاک ہو جائے تو مرتہن کا قرض جاتا رہا اور قرض سے زیادہ قیمت کا مال جو راہن کا بطور امانت کے ہلاک ہوا اور امانت کے ہلاک ہونے میں تاوان دینا نہیں آتا اس لیے اب بھی راہن مرتہن سے کچھ نہ لے سکے گا۔

ترجمہ: اور اگر رہن کی قیمت قرض سے کم تھی (اور رہن چیز ہلاک ہوگئی) تو اس قیمت کی مقدار قرض ساقط ہو جائے گا باقی قرض کی مرتہن (راہن سے) وصول کرے۔

مشترک چیز کو رہن کرنا جائز نہیں ہے اور نہ بغیر درختوں کے درختوں پر لگے ہوئے پھل کو رہن کرنا درست ہے اور نہ بلا زمین کے زمین پر کھڑی ہوئی کھیتی کو رہن کرنا درست ہے اور جس وقت زمین پر کھیتی کھڑی ہو (اور درخت پر پھل لگا ہوا ہو تو) درخت اور زمین کو بلا ان دونوں کے رہن کرنا جائز نہیں ہے اور نہ امانتوں کو رہن رکھنا درست ہے (امانتیں) جیسے ودیعتیں اور مانگی ہوئی چیزیں اور مضاربت کا مال اور شراکت کا مال اور بدل کے اصل مال اور صرف کی قیمت اور مسلم فیہ پس اگر رہن ہوتے ہی صرف کی قیمت اور بدل کا اصل مال (مرتہن کے قبضہ میں آ کر) ہلاک ہوگیا تو صرف اور بدل پوری ہو جائیں گی اور مرتہن حکماً اپنا حق (یعنی قرض کو) لے چکا۔

فائدہ: غرض یہ ہے کہ مرتہن کا قبضہ ہونے کی وجہ سے اسی کا مال تلف ہوا اور یہ راہن کے ذمہ اس کا قرض نہیں رہا۔

ترجمہ: اور اگر راہن اور مرتہن دونوں کا کسی تیسرے سچے آدمی کے پاس رہن کو رکھ دینے پر اتفاق ہو جائے تو جائز ہے اور اس سے لینے کا نہ پھر مرتہن کو اختیار ہے اور نہ راہن کو۔ پس اس کے پاس اگر یہ رہن ہلاک ہو جائے تو مرتہن کا ہلاک ہوگا (یعنی اب راہن کے ذمہ قرض نہ رہے گا)

فائدہ: اور درہم اور دینار اور کیلی اور وزنی چیزوں کو رہن کرنا جائز ہے۔ پس اگر کوئی چیز اپنی جنس کے عوض میں رہن کی گئی اور مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو اسی کے برابر قرض ہلاک ہو جائے گا (یعنی راہن کے ذمہ سے اتنا ہی قرض کم ہو جائے گا) اگرچہ وہ دونوں گھٹیا بڑھیا ہونے میں مختلف ہوں۔

فائدہ: یعنی مثلاً جو رہن کی تھی وہ گھٹیا تھی۔ اور جو راہن نے مرتہن سے لی تھی وہ بڑھیا تھی اور ان میں فرق نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جنس سے مقابلہ ہونے کے وقت بڑھیا ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر کسی کا روپیہ دوسرے کے ذمہ قرض تھا اور اپنے قرض کے برابر اس سے روپیہ لے کر اس نے خرچ کر لیا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ روپیہ کھوٹا تھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اب اس کا کچھ حق نہیں رہا۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ویسا ہی روپیہ اسے واپس کر دے اور کھرا اس سے لے۔

اگر کسی نے ایک ہزار روپیہ میں دو غلام رہن کیے۔ پھر ایک کے حصہ کا روپیہ ادا کر دیا تو اسے ابھی اختیار نہیں کہ (جس کے حصہ کا روپیہ ادا کیا ہے) اس پر اپنا قبضہ کر لے جب تک کہ سارا قرضہ ادا نہ کر دے۔

پھر اگر راہن قرض کی مدت گذرنے کے وقت رہن کو بیچنے کے لیے مرتہن کو یا کسی اور شخص کو وکیل کر دے تو یہ وکالت جائز ہے اور اگر عقد رہن میں وکالت شرط تھی تو اب راہن کو اس وکالت سے وکیل کو معزول کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے معزول کر دیا تب بھی وہ وکیل معزول نہ ہوگا اور اگر راہن مر گیا تب بھی معزول نہ ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہے کہ راہن سے اپنا قرض طلب کرے اور (اگر وہ نہ دے تو) اس میں اسے قید کرا دے۔

اگر رہن اس کے قبضہ میں ہے تو اس کے ذمہ یہ نہیں ہے کہ وہ راہن کو بیچنے دے یہاں تک کہ اس کی قیمت سے اپنا قرض وصول کرے۔ پس اگر راہن نے اس کا قرض ادا کر دیا تو اب مرتہن سے کہا جائے گا کہ رہن اس کے حوالہ کر۔ اور اگر راہن نے مرتہن سے اجازت لیے بغیر رہن کو بیع کر دیا تو یہ بیع موقوف ہے۔ پس اگر مرتہن نے اجازت دے دی تو بیع ہو جائے گی (ورنہ نہیں) اور اگر راہن نے (اس کو بیع کرتے ہی) مرتہن کا قرض ادا کر دیا تب بھی بیع جائز ہو جائے گی اور اگر راہن نے مرتہن سے اجازت لیے بدون رہن غلام کو آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا جائز ہو جائے گا۔

اگر راہن دولت مند ہے اور قرض کی مدت پوری ہو چکی ہے تو اس سے فوراً قرض طلب کیا جائے اور اگر قرض کی مہلت باقی ہے تو راہن سے غلام کی قیمت لے لے اور قرض کی مہلت گذرنے تک اس قیمت کو غلام کی جگہ رہن کر لے اور اگر راہن تنگدست ہے تو غلام اپنی قیمت کے کمانے میں کوشش کرے۔ اور اس قیمت سے قرض ادا کر دے پھر یہ غلام آقا سے (جس نے آزاد کیا ہے) قیمت وصول کر لے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ راہن خود رہن کو ہلاک کر دے۔ اور اگر رہن کو کوئی اجنبی ہلاک کر دے تو اس سے مرتہن کو تاوان لینا چاہیے پس اس سے قیمت لے کر وہ قیمت اپنے قبضہ میں رہن رکھ لے اور راہن کے رہن پر تعدی کرنے سے اس سے تاوان لیا جائے گا۔

فائدہ: تعدی کرنے کی صورت یہ ہے مثلاً ایک شخص نے ایک غلام کو رہن کیا اور پھر خود ہی اس غلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی یا ہاتھ کاٹ ڈالا تو راہن کو اس کا تاوان دینا پڑے گا۔

ترجمہ: اور مرتہن کے رہن پر تعدی کرنے سے اس کی مقدار (یعنی جتنا رہن میں نقصان آیا ہے) قرض ساقط ہو جاتا ہے اور رہن کا راہن اور مرتہن اور ان کے مال پر تعدی کرنا بے تاوان ہے۔

فائدہ: مثلاً ایک شخص نے ایک غلام رہن کیا اور اس غلام نے راہن یا مرتہن کی آنکھ پھوڑ ڈالی یا کوئی مال تلف کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس غلام پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ صاحبین کا قول یہ ہے کہ مرتہن پر تاوان واجب ہے۔

ترجمہ: اور جس مکان میں رہن چیز کی حفاظت کی جائے اس کا کرایہ مرتہن کے ذمہ ہے اور (اگر بکریاں وغیرہ رہن ہوں تو) چرواہے کی تنخواہ راہن کے ذمہ ہے اور رہن کا (نان) نفقہ (یعنی خرچہ) راہن کے ذمہ ہے اور رہن کی بڑھوتری (بھی) راہن کی ہے۔

فائدہ: بڑھوتری سے مراد یہ ہے مثلاً بھیڑ بکریاں رہن ہیں تو ان کے بچے اور دودھ اور اون وغیرہ اور اگر درخت رہن ہے تو اس کا پھل وغیرہ علیٰ ہذا القیاس اور اسی طرح یہ سب چیز اصل کے تابع ہونے کی وجہ سے راہن کی ہوتی ہیں۔

: پس یہ بڑھوتری اصل کے ساتھ رہن رہے گی اور اگر یہ تلف ہو گئی تو اس کا کچھ تاوان

نہ ہوگا اور اگر اصل مال تلف ہوگیا اور بڑھوتری رہ گئی تو اس حصہ کا قرض ادا کرکے راہن چھڑا
لے اور قرضہ کو رہن اور بڑھوتری دونوں کی قیمت پر بانٹا جائے۔ رہن کی تو وہ قیمت رکھی جائے
جو رہن کرنے کے روز تھی اور بڑھوتری کی قیمت وہ جو چھڑانے کے روز ہے۔ پس جس قدر
قرض اصل کی قیمت کے مقابلہ میں پڑے گا وہ ساقط ہو جائے گا (کیونکہ اصل مال تلف ہو چکا
ہے) اور جو بڑھوتری کی قیمت میں پڑے گا اس کو راہن ادا کرکے بڑھوتری کو چھڑا لے۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک بکری چار روپیہ میں رہن کی اور وہ قیمت میں
دو ہی روپیہ کی تھی۔ پھر اس بکری کے بچہ ہوا اور بچہ ہو جانے پر بکری مرگئی اور بچہ رہ گیا اب اسے
راہن چھڑانا چاہتا ہے اور اس وقت اس کی قیمت دو روپیہ ہے تو راہن دو ہی روپیہ دے کر اس
بچہ کو لے لے اور باقی جو دو روپیہ مرتہن کے رہے وہ اصل کے مقابلہ میں آ کر ساقط ہو گئے۔
گویا راہن کی اصلی بکری مرگئی اور مرتہن کے دو روپیہ گئے۔ لہٰذا دونوں برابر ہیں اور کچھ ایک
دوسرے سے نہیں لے سکتا۔

ترجمہ: اور رہن میں زیادہ کر دینا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک (مرتہن کی) قرض میں زیادہ کرنا جائز
نہیں ہے اور رہن ان دونوں (یعنی پہلے مال اور اس زیادتی) کے عوض میں رہن نہ ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ (یعنی رہن اور قرض دونوں میں زیادتی) جائز
ہے۔

اگر کسی نے ایک ہی چیز کو دو شخصوں کے پاس اپنے قرض کے عوض میں رہن رکھ دیا جو
دونوں کا مشترک تھا تو یہ رہن جائز ہے اور یہ چیز ہر ایک کے پاس پوری رہن سمجھی جائے گی اور
اس کے تلف ہو جانے کی صورت میں ان دونوں میں سے ہر ایک پر اس کے قرض کے حصہ کے
مطابق اس کا تاوان پڑے گا۔ پس اگر راہن نے ان میں سے ایک کا قرض ادا کر دیا تو اب یہ
ساری چیز دوسرے کے قبضہ میں رہن رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ بھی اپنا قرض وصول کر لے۔

اگر کسی نے ایک غلام کو اس شرط پر بیع کیا کہ مشتری قیمت کے عوض کوئی خاص چیز
(جو بائع معین کرے) اس کے پاس رہن رکھ دے اور بیع ہونے کے بعد مشتری نے رہن

رکھنے سے انکار کر دیا تو اب اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔

فائدہ: یعنی قاضی اس پر جبر نہ کرے کیونکہ رہن کرنا راہن کی طرف سے فقط تبرع ہوتا ہے اور تبرعات پر جبر نہیں ہوتا۔

ترجمہ: اور اس بائع کو اختیار ہے چاہے اس کے راہن نہ کرنے پر راضی ہو جائے (اور بیع رہنے دے) اور اگر چاہے بیع کو فسخ کر دے۔ ہاں اگر مشتری نے اسی وقت قیمت دے دی ہو (تو اب بائع کو یہ اختیار نہ رہے گا) یا رہن کی قیمت دے دی ہو۔ پس یہ قیمت رہن ہو جائے گی۔

مرتہن کو اختیار ہے کہ رہن کی حفاظت خود یا اپنی بیوی سے یا اپنی (بچی) اولاد سے یا ایسے ملازم سے کرے جو اسی کی عیالداری میں ہو اور اگر ایسے شخص سے حفاظت کرائے گا جو اس کی عیالداری میں نہیں ہے یا کسی کے پاس امانت رکھ دے گا تو ضامن ہوگا۔

فائدہ۔ یعنی اگر وہ رہن تلف ہو گیا تو اس مرتہن کو تاوان دینا پڑے گا۔

ترجمہ: اور اگر مرتہن نے رہن میں تعدی اور تصرف کیا تو وہ رہن کی ساری قیمت کا ضمان غصب کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: تعدی اور تصرف کرنے کی یہ صورت ہے۔ مثلاً کسی نے کپڑا رہن کیا تھا۔ اور مرتہن نے پہن لیا یا گھوڑا رہن کیا تھا اور اس نے اس پر سواری کرنی شروع کر دی اور اتفاق سے وہ کپڑا پھٹ گیا یا یہ گھوڑا مر گیا تو اب مرتہن سے ان دونوں کی ایسی پوری قیمت لی جائے گی جیسے کوئی چیز غصب کر لیتا اور اس کے پاس تلف ہو جانے پر اس سے قیمت لی ہوتی۔

ترجمہ۔ اور جب مرتہن نے رہن راہن کو واپس دے دیا اور اس نے اپنا قبضہ کر لیا تو اب وہ مرتہن کی ضمانت سے نکل گیا۔ پس اگر اب وہ راہن کے پاس تلف ہو جائے تو مرتہن کے ذمہ کچھ نہ ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہے کہ اسے پھر اپنے قبضہ میں کر لے۔ پس جب مرتہن اسے لے لے گا تو وہ رہن پھر اس کی ضمانت میں آ جائے گا۔

اگر کوئی راہن مر جائے تو اس کا وصی رہن کو بیچ کر کے قرض ادا کر دے اور اگر کوئی اس کا وصی نہیں ہے تو قاضی اس کے لیے ایک وصی مقرر کر دے اور رہن کو بیچ کر دینے کا اسے حکم دے دے۔

کتاب الحجر

تصرف سے روک دینے کا بیان

فائدہ: لغت میں حجر کے معنی فقط روک دینے کے ہیں۔

شرع میں حجر سے یہ مراد ہے کہ ایک آدمی کو تصرفات سے اس طرح روکا جائے کہ دوسرا شخص اس میں اس کے قائم مقام ہو جائے جو ہمارا تیرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: حجر کو واجب کرنے والے تین سبب ہیں۔

① صغر سنی ② غلام ہونا ③ دیوانہ ہونا

لڑکے کا تصرف بغیر اس کے ولی کی اجازت کے درست نہیں ہے اور نہ غلام کا تصرف بغیر اس کے آقا کی اجازت کے درست ہے اور نہ ایسے دیوانے کا تصرف جائز ہے جو ہر وقت مخبوط الحواس رہتا ہو اور اگر ان تینوں میں سے کوئی کسی چیز کو بیچ دے یا خرید لے اور وہ بیع کو سمجھتا ہو اور اس کا قصد کرتا ہو تو (اس کے) ولی کو اختیار ہے اگر اس بیع میں کچھ مصلحت سمجھے تو اس کو رکھے ورنہ توڑ دے۔

فائدہ۔ مخبوط الحواس سے وہ دیوانہ مراد ہے جسے کبھی کوئی افاقہ نہ ہوتا ہو اور اگر کسی کو کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہے اور وہ نفع نقصان کو سمجھنے لگتا ہے تو اس افاقہ کی حالت میں اس کا تصرف جائز ہے۔

ترجمہ: اور یہ تینوں حالتیں اقوال میں حجر کرتی ہیں افعال میں نہیں کرتیں۔

فائدہ: یعنی ان اقوال میں کہ جن میں نفع و نقصان کا احتمال ہو جیسے خرید و فروخت۔ پس یہ اقوال ولی کی اجازت پر موقوف رہتے ہیں۔ اور رہے وہ اقوال کہ جن میں محض ضرر ہی ضرر ہو جیسے صغیر اور مجنون کے حق میں طلاق دے دینا اور آزاد کر دینا۔ سو یہ اقوال سرے ہی سے باطل ہوتے ہیں ان میں ولی کی اجازت دینے نہ دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ اور جن اقوال میں محض نفع ہی نفع ہو مثلاً ہبہ قبول کرنا تو ان میں حجر نہیں ہے۔

ترجمہ: اور لڑکے اور دیوانے کا خرید و فروخت کرنا اور اقرار کر لینا اور طلاق دینا اور آزاد کر دینا درست نہیں ہے (کیونکہ یہ سب اقوال ہیں) اور اگر یہ دونوں (کسی کی) کوئی چیز تلف کر دیں تو اس کا تاوان ان پر لازم ہوگا (کیونکہ یہ فعل ہے اور فعل میں حجر نہیں ہے)

غلام کے اقوال اس کے حق میں نافذ ہو جاتے ہیں اس کے آقا کے حق میں نافذ نہیں ہوتے۔ پس اگر غلام نے کسی (کا) مال (اپنے ذمہ ہونے) کا اقرار کر لیا تو آزاد ہونے کے بعد اس پر (اس کا ادا کرنا) لازم ہوگا۔ اور فی الحال لازم نہ ہوگا (کیونکہ) اس وقت ایک مانع ہے اور وہ آقا کا حق ہے۔ اور اگر اس نے کسی حد یا قصاص کا اقرار کر لیا تو وہ اس پر فی الحال ہی لازم ہو جائے گا۔ اور اس کے (اپنی بیوی کو) طلاق دینے پر طلاق پڑ جاتی ہے۔

فائدہ۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

لا یملک العبد شیئا الا الطلاق۔

"غلام سوائے طلاق دینے کے اور کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا"۔

اور اس کے آقا کی طلاق اس کی بیوی پر نہیں پڑتی اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بیوقوف پر حجر نہیں ہے۔ جس وقت کہ وہ عاقل بالغ آزاد ہو اور اس کا تصرف اس کے مال میں جائز ہے اگرچہ وہ کیسا ہی فضول خرچ ہو اور چاہے وہ اپنے مال کو ایسی چیز میں برباد کر دے کہ نہ اس میں اس کی کوئی غرض ہو اور نہ مصلحت ہو۔ مثلاً وہ مال کو دریا میں ڈبو دے یا آگ میں جلا دے لیکن امام موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ جب کوئی لڑکا بیوقوفی کی حالت میں بالغ ہو۔ (یعنی بالغ ہو جائے اور اسے عقل نہ آئے) تو اس کا مال اس کے سپرد نہ کرنا چاہیے یہاں تک کہ وہ پچیس برس کا ہو جائے (اسی پر فتویٰ ہے)

اگر اتنی عمر ہونے سے پہلے وہ اس میں تصرف کرے گا تو اس کا تصرف نافذ ہوگا اور جب وہ پچیس برس کا ہو جائے تو اس کا مال اس کو دے دیا جائے۔ اگرچہ سمجھدار ہونا اس سے نہ پتہ ہو۔

امام ابو یوسف اور امام احمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ بیوقوف پر حجر کیا جائے اور اس کے مال میں اسے تصرف کرنے سے روک دیا جائے۔ پس اگر اس نے کوئی چیز بیچ کر دی تو اس

کی بیع اس کے مال میں نافذ نہ ہوگی اور اگر اس میں کوئی مصلحت ہو تو حاکم اسے جائز کر دے اور اگر اس نے کوئی غلام آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا (کیونکہ آزادی متحقق ہونے کے بعد اس میں فسخ نہیں ہو سکتا)

غلام پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت (ادا کرنے) میں کوشش کرے اور اگر اس نے کسی عورت سے نکاح کر لیا تو وہ نکاح درست ہو جائے گا پھر اگر اس عورت کا مہر مقرر کر لیا ہے تو اس میں سے اس کے مہر مثل کی مقدار جائز ہوگا اور باقی ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ: کیونکہ مہر مثل ہونا نکاح کی ضروریات میں سے ہے اور زیادہ کی قسم نکاح میں ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: اور بیوقوفی کی حالت میں بالغ ہونے والے لڑکے کے بارے میں صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کا مال بھی اس کے سپرد نہ کیا جائے جب تک کہ اس کا سمجھدار ہونا معلوم نہ ہو جائے اور نہ اس کے مال میں اس کا تصرف جائز ہے۔

بیوقوف کے مال میں سے زکوٰۃ نکالی جائے اور اس کے بیوی بچوں کو خرچ دیا جائے (کیونکہ بیوی بچوں کا زندہ رکھنا اس کی ضروریات میں داخل ہے) اور اس کو بھی خرچ دیا جائے جس کا خرچ اس کے قرابت داروں میں سے اس پر واجب ہے۔

فائدہ: کیونکہ قرابت داروں کا خرچ حق قرابت داری کی وجہ سے واجب ہے اور بیوقوف ہونا لوگوں کے حق کو باطل نہیں کرتا۔

ترجمہ: پس اگر وہ حج کرنا چاہے تو اسے منع نہ کیا جائے اور نہ حاکم اس کا خرچ اس کے سپرد کرے بلکہ حاجیوں میں سے ایک معتبر آدمی کے سپرد کر دے کہ وہ حج کے راستہ میں اس کا خرچ اٹھاتا رہے اور اگر وہ بیمار ہو جائے اور اپنے مال میں سے مسجدیں وغیرہ بنانے اور نیک موقعوں میں صرف کرنے کی وصیت کر دے تو یہ اس کے تہائی مال میں جاری ہوگی۔

بلوغ کی علامتیں ❋ لڑکے کے بالغ ہونے کی تین علامتیں ہیں:

① احتلام (یعنی خواب میں منی نکلنا)

② انزال (یعنی صحبت کرنے سے منی نکلنا)

۵ احبال (یعنی) جب صحبت کرے (تو عورت حاملہ ہو جائے) اور اگر ان میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ بالغ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ پورے اٹھارہ برس کا ہو جائے۔ لڑکے کے بالغ ہونے کی علامت حیض اور احتلام اور حمل ہے اور اگر ان میں سے کوئی علامت معلوم نہ ہو تو وہ بالغ نہیں ہے یہاں تک کہ عمر پوری سترہ برس کی ہو جائے تو وہ بالغ ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے کہا کہ جب لڑکے اور لڑکی کے لیے پندرہ برس پورے ہو جائیں تو وہ بالغ ہیں۔

فائدہ فتویٰ صاحبینؒ ہی کے قول پر ہے اور بالغ ہونے کی اقل مدت لڑکے کے حق میں بارہ برس ہے اور لڑکی کے حق میں نو برس یعنی دونوں اس عمر سے کم میں بالغ نہیں ہوتے۔

ترجمہ: اور جب لڑکا اور لڑکی سن بلوغ کو پہنچ جائیں اور ان کا بالغ اور نابالغ معلوم ہونا دشوار ہو اور وہ دونوں کہیں کہ ہم بالغ ہو گئے ہیں تو ان ہی دونوں کا کہنا معتبر ہوگا اور ان کے احکام مثل بالغوں کے احکام کے ہوں گے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قرض کی بابت میں مفلس پر حجر نہ کروں گا اور جب کبھی مفلس آدمی کے ذمہ بہت سے قرض ہو جائیں اور قرض خواہ اس کو قید کرانا اور اس پر حجر کرانا چاہیں تو میں اس پر حجر نہ کروں گا۔ اور اگر اس کے پاس کچھ مال ہے تو اس مال میں حاکم (کسی طرح کا) تصرف نہ کرے۔ ہاں اس کو ہمیشہ قید رکھے یہاں تک کہ وہ اپنے قرض (کو ادا کرنے) میں اس کو خود فروخت کر دے اور اگر اس کے پاس دراہم ہیں اور اس کا قرض بھی دراہم ہی ہیں۔ یا اس کے پاس دینار ہیں اور اس کے ذمہ بھی قرض کے دینار ہی ہیں تو قاضی بغیر اس کی اجازت کے اس کا قرض ادا کر دے اور اگر اس کا قرض دراہم ہیں اور اس کے پاس دینار ہیں تو قاضی اس کے قرض میں انہیں فروخت کر دے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب مفلس (تنگ دست) کے قرض خواہ اس پر حجر کرانا چاہیں تو قاضی اس پر حجر کر دے اور بیع اور تصرف اور اقرار (وغیرہ) سے روک دے تاکہ قرض خواہوں کا نقصان نہ ہو اور اگر وہ اپنے مال کو بیچنے سے انکار کرے تو

قاضی اس کو بیچ کر دے اور اس کی قیمت کو حصہ رسد سب قرض خواہوں کو تقسیم کر دے پھر اگر وہ حجر کی حالت میں کسی کا مال اپنے ذمہ ہونے کا اقرار کرے تو وہ مال اس کے ذمہ قرضوں کے ادا ہو جانے کے بعد لازم ہوگا۔

مفلس کے مال میں سے خود مفلس کو اور اس کی بیوی اور چھوٹے بچوں کو اور ذی رحم محرم کو خرچ دیا جائے اور اگر مفلس کے پاس مال نہ معلوم ہوتا ہو اور اس کے قرض خواہ اسے قید کرانا چاہیں۔

وہ کہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے تو حاکم اسے ایسے قرض میں قید کر دے جو اس کے ذمہ مقبوضہ مال کے بدلے میں لازم ہوا ہو جیسے کہ بیع کی قیمت اور قرض کا بدلہ یا ایسے قرض میں جو کسی عقد میں اس کے ذمہ لازم ہوا ہو جیسے مہر اور کفالت اور ان کے سوا اور کسی قرضہ میں قید نہ کرے جیسے غصب کی ہوئی چیز کا بدلہ اور جنایتوں کا تاوان ہاں اگر گواہوں سے یہ ثابت ہو جائے کہ مال اس کے پاس ہے اور حاکم اسے دو یا تین مہینے قید میں رکھے اور اس کے مال کی خوب تحقیق کرے اور اگر اس کے پاس مال ہونا ظاہر نہ ہو تو اسے رہا کر دے اور اسی طرح (اس صورت میں بھی رہا کر دے) جب گواہوں سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس کے پاس واقعی مال نہیں ہے اور اس کے قید خانہ سے نکلنے کے بعد اس کے اور اس کے قرض خواہوں کے بیچ میں حائل نہ ہو جائے اور قرض خواہ ہر وقت اس کے پیچھے رہیں اور اسے تصرف اور سفر سے روکیں۔ ہاں جو کچھ اس کی کمائی میں سے بچے اسے لے لیں اور حصہ رسد آپس میں تقسیم کرتے رہیں۔

صاحبین کا قول یہ ہے کہ جب کسی پر حاکم نے مفلس کا حکم لگا دیا تو اب حاکم اس کے اور اس کے قرض خواہوں کے بیچ میں ہو جائے (یعنی قرض خواہوں کو اس پر تقاضہ نہ کرنے دے) ہاں اگر وہ گواہوں سے یہ ثابت کر دیں کہ اس کے پاس مال آ گیا ہے۔

جب فاسق اپنے مال کو خود ہوشیاری سے برتنے والا ہو تو اس پر حجر نہ کیا جائے اور فسق اصلی اور فسق طاری دونوں یکساں ہیں۔

فاسق اصلی اسے کہتے ہیں جو بالغ ہونے سے بھی پہلے ہو اور آخر تک ویسا ہی رہے

فاسق طاری وہ ہے کہ پہلے اچھا تھا اور اب فاسق ہو گیا تو حکم ان دونوں کا یکساں ہے اور اگر کوئی مفلس ہو گیا اور کچھ اسباب کسی خاص شخص سے خریدا ہوا بعینہ اس کے پاس ہے تو یہ اسباب والا بھی مثل اور قرض خواہوں کے ہے۔

فائدہ: یعنی یہ اسباب بیچ کر اس کی قیمت اس اسباب والے کو اور دوسرے قرض خواہوں کو حصہ رسد ملے گی اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ یہ اسباب اس کو دے دینا چاہیے۔

کتاب الاقرار

اقرار کرنے کا بیان

ترجمہ: جب کوئی آزاد عاقل بالغ کسی (کا حق اپنے ذمہ ہونے) کا اقرار کرے تو وہ اس پر لازم ہو جائے گا خواہ وہ چیز جس کا اقرار کیا ہے معلوم ہو یا مجہول ہو (یعنی نامعلوم ہو) اور (نامعلوم ہونے کی صورت میں) اس سے کہا جائے گا کہ اس مجہول کو بیان کر (کیونکہ یہ جہالت اسی کی طرف سے ہے) پس اگر وہ بیان نہ کرے تو حاکم اس سے زبردستی بیان کرائے اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلانے کا میرے ذمہ کچھ ہے تو اس پر لازم ہے کہ ایسی چیز بیان کرے جو کسی قیمت کی ہو۔

فائدہ: مثلاً یہ کہے کہ میرے ذمہ ایک پیسہ ہے یا ایک سیر غلہ ہے۔ ایسی چیز بیان نہ کرے جو کسی قیمت کی نہ ہو مثلاً کہے کہ میرے ذمہ گیہوں کا ایک دانہ ہے یا مردار کی کھال ہے اور علیٰ ہذا القیاس۔

ترجمہ: اور اگر جس قدر مقر نے بیان کیا ہے مقرلہ اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے تو اس میں مع قسم کے مقر ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ مال ہے تو اس میں اسی کے بیان کی طرف رجوع کیا جائے اور تھوڑے بہت میں اس کا قول قبول کیا جائے گا۔ اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کا مال عظیم (یعنی بڑا مال) ہے تو دو سو درہم

سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے درہم ہیں تو اس سے تین درہم مراد لیے جائیں گے۔ ہاں اگر وہ خود تین درہم سے زیادہ بیان کرے (تو اسی کا قول معتبر ہوگا)

اگر کسی نے یہ کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے اتنے اتنے درہم ہیں تو اس صورت میں گیارہ درہم سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ اس نے دو مبہم عددوں کو ذکر کیا ہے جن کے درمیان میں حرف عطف نہیں ہے اور اس کی تفسیر اور تفصیل کم سے کم گیارہ سے ہوتی ہے اسی طرح ہدایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کہا کہ (میرے ذمہ) اتنے اور اتنے درہم ہیں تو اب اکیس درہموں سے کم میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ یہاں اس نے دو عدد مبہم ایسے ذکر کیے ہیں جن کے درمیان حرف عطف ہے اور اس کی تفسیر کم از کم اکیس سے ہوتی ہے۔ ہدایہ

ترجمہ: اور اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ ہے تو یہ (یعنی اس طرح کہنا) قرض کا اقرار ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ میرے پاس ہے تو یہ کہنا اس کے پاس امانت ہونے کا اقرار ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تیرے ذمہ میرے ہزار درہم ہیں اور اس نے جواب دیا کہ ان کو تول لے یا (کہا) پرکھ لے یا (کہا) مجھے مہلت دے یا (کہا) وہ میں تجھ کو ادا کر چکا ہوں تو یہ اقرار ہوگا (اور روپیہ دینا اسے لازم ہوگا)

اگر کسی نے میعادی قرض کا اقرار کیا اور مقرلہ نے (یعنی جس کے قرض کا اس نے اقرار کیا ہے) قرض کی بابت اس کی تصدیق کی (یعنی کہا کہ واقعی میرا قرض اتنا ہی ہے) اور میعاد میں تکذیب کی (کہ میعاد اور مہلت کچھ نہیں ہے) تو اس (مقر) کو فی الحال ہی قرض ادا کرنا لازم ہوگا۔ اور میعاد میں مقرلہ سے قسم لی جائے گی۔

اگر کسی نے کسی (کے) قرض کا اقرار کیا اور اپنے اقرار کے ساتھ ہی کچھ استثناء کر لیا تو وہ استثناء معتبر ہوگا اور باقی اسے ادا کرنا لازم ہوگا۔ خواہ استثناء تھوڑا ہو یا بہت ہو۔

فائدہ: تھوڑے استثناء کی مثال یہ ہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ دس روپیہ ہیں۔ مگر دو روپیہ تو اس پر آٹھ روپیہ لازم ہوں گے اور بہت کی مثال یہ ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے پچیس روپیہ ہیں مگر تیس روپیہ تو اس کے ذمہ دس روپیہ لازم ہوں گے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی (اقرار کرنے کے بعد) کل کا استثنا کرے تو یہ اقرار اس پر لازم ہوگا۔ (یعنی اقرار کے موافق کا روپیہ دینا پڑے گا) اور یہ استثناء باطل ہو جائے گا۔

اگر کسی نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ سو درہم ہیں مگر ایک دینار یا (کہا) مگر ایک قفیز گیہوں تو اس پر سو درہم لازم ہوں گے۔ مگر ایک دینار یا گیہوں کا ایک قفیز لازم نہ ہوگا۔ اور اگر کہا کہ فلاں کے میرے ذمہ سو درہم ہیں یعنی سو کے سو درہم ہی مراد ہوں گے اور اگر یہ کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ سو اور ایک کپڑا ہے تو اس پر ایک کپڑا لازم ہوگا اور سو کی تشریح بھی اس سے کرائی جائے گی۔

فائدہ: یعنی اس پوچھا جائے گا کہ سو کیا ہیں۔ سو کپڑے ہیں یا سو روپیہ ہیں یا سو اشرفیاں ہیں پھر جو کچھ وہ بیان کرے گا وہی اس کے ذمہ لازم ہو جائیں گے خواہ کچھ ہی بیان کرے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی حق کا اقرار کر کے اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ دیا تو یہ اقرار اس پر لازم نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے (کسی چیز کا) اقرار کیا اور (اس میں) اپنے لیے شرط خیار کی (یعنی کہا کہ تین دن کا مجھے اس میں اختیار ہے) تو یہ اقرار اس پر واجب ہوگا اور خیار باطل ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے اس طرح اقرار کیا کہ یہ گھر زید کا ہے لیکن اس کا ملبہ میرا ہے تو یہ گھر اور ملبہ زید ہی کا ہوگا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے زید کا گھر ہونے کا اقرار کر لیا تو اس میں ملبہ بھی آ گیا۔ کیونکہ گھر ملبہ اور زمین دونوں کو کہتے ہیں لہٰذا اس کا یہ استثنا کرنا بیکار ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کہا کہ اس گھر کا ملبہ میرا ہے اور زمین فلاں شخص کی ہے تو یہ اس کے کہنے کے مطابق ہوگا۔ اور اگر کسی نے اس طرح اقرار کیا کہ فلاں شخص کے میرے اوپر ٹوکرے میں چھوہارے ہیں تو اس پر ٹوکرا اور چھوہارے دونوں لازم ہوں گے۔

اگر کسی نے یہ اقرار کیا کہ زید کا میرے ذمہ طویلے میں ایک گھوڑا ہے تو اس پر فقط گھوڑا

ہی لازم ہوگا۔ اور اگر کسی نے یہ کہا کہ میں نے گٹھری میں کپڑا غصب کر لیا ہے تو اس کے ذمہ دونوں چیزیں واجب ہوں گی۔ اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ کپڑے میں کپڑا ہے تو اسے دو کپڑے دینے لازم ہوں گے۔

اگر یہ کہا کہ فلاں شخص کا میرے ذمہ دس کپڑوں میں ایک کپڑا ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر ایک ہی کپڑا لازم ہوگا۔

فائدہ: امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عادت کے موافق ایک کپڑا دس کپڑوں میں نہیں رکھا جایا کرتا اس لیے اس کا یہ کہنا بیکار سمجھا جائے گا۔

ترجمہ: اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسے گیارہ کپڑے دینے لازم ہوں گے۔ اگر کسی نے ایک کپڑے کو غصب کرنے کا اقرار کیا تھا (کہ میں نے واقعی غصب کیا ہے) اور پھر وہ پھٹا ہوا کپڑا لایا تو اس بارے میں اس کا قول معتبر ہوگا۔ لیکن قسم کے ساتھ۔

فائدہ: یعنی اگر مقر کہے کہ یہ وہی کپڑا ہے جو میں نے غصب کیا تھا اور کپڑے والا اور کپڑا ہونے کا دعویٰ کرے تو اس بارے میں قول غاصب ہی کا معتبر ہوگا اور اس سے قسم لی جائے گی اور وجہ معتبر ہونے کی یہ ہے کہ غصب سالم ہی کپڑے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اسی طرح اگر کسی نے (اپنے ذمہ) دراہم ہونے کا اقرار کیا اور کہا کہ وہ کھوٹے ہیں (تو اس صورت میں بھی مع قسم کے اسی کا قول معتبر ہوگا) اور اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ پانچ میں پانچ ہیں۔ اگر اس سے اس کی مراد ضرب اور حساب ہے۔ تو فقط پانچ ہی لازم ہوں گے اور اگر وہ خود کہے کہ میری مراد پانچ کے ساتھ پانچ ہے۔ تو اس پر دس لازم ہوں گے اور حسن بن زیاد کا قول یہ ہے کہ پچیس لازم ہوں گے۔

اگر کسی نے کہا کہ میرے ذمہ فلاں شخص کے ایک درہم سے لے کر دس تک ہیں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر نو درہم لازم ہوں گے (کیونکہ) امام ابو حنیفہؒ ابتداء کو اور اس کے مابعد کو لازم کرتے ہیں اور انتہاء کو ساقط فرماتے ہیں۔

صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اس پر پورے دس لازم ہوں گے۔

اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ ایک غلام کی قیمت کے ایک ہزار درہم ہیں جو میں نے

اس سے خریدا تھا اور میں نے قبضہ ابھی تک نہیں کیا تھا۔ پس اگر اس نے وہی (فلاں) معین غلام کی بات کہا ہے تو اس مقرلہ سے کہا جائے گا کہ اگر تم چاہو تو یہ غلام اس کے حوالہ کر دو اور ہزار درہم (اس سے) لے لو اور نہیں تو تمہارا اس پر کچھ نہیں ہے۔

اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ ایک غلام کی قیمت کے ہزار درہم ہیں اور غلام کی تعیین نہیں کی تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق ایک ہزار درہم اس پر واجب ہوں گے۔

اگر کسی نے کہا کہ (فلاں شخص کے) میرے ذمہ ہزار درہم ہیں شراب کی قیمت کے یا سور کی قیمت کے تو ہزار درہم اس پر واجب ہوں گے اور اس کی یہ تفسیر تسلیم نہیں کی جائے گی۔

اگر کسی نے کہا کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ اسباب کی قیمت کے ایک ہزار درہم ہیں اور وہ کھوٹے ہیں (یعنی کھوٹے ہی ٹھہرے ہیں) اور مقرلہ کہتا ہے کہ کھرے ٹھہرے تھے تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اس پر کھرے ہی واجب ہوں گے۔ (اسی پر فتویٰ ہے)

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اگر اس نے ساتھ کہہ دیا ہے تو اس کی تصدیق کر لی جائے گی اور جو بعد میں کہا ہے تو تصدیق نہیں کی جائے گی۔

اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کی میرے پاس انگوٹھی ہے تو اسے انگوٹھی اور نگینہ دونوں دینے پڑیں گے۔

فائدہ: کیونکہ انگوٹھی کا لفظ دونوں کو شامل ہے لہٰذا یہ اقرار دونوں کا قرار دیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے یہ کہا کہ فلاں شخص کی میرے پاس تلوار ہے تو اس پر پھل اور پرتلہ اور میان تینوں چیزیں واجب ہوں گی۔

اگر کوئی کہے کہ میرے پاس فلاں شخص کا ڈولہ ہے تو اس کے ذمہ (ڈولی کی) لکڑیاں اور پردہ واجب ہوگا۔

اگر کوئی کہے کہ فلاں عورت کے میرے ذمہ ہزار درہم ہیں پھر اگر (کہا کے ساتھ ہی یہ) کہے کہ فلاں شخص نے اس کے لئے وصیت کر دی تھی یا اس کا باپ مر گیا ہے اور یہ اس کا وارث ہے تو یہ اقرار درست ہوگا۔

اگر اس اقرار کی اس نے خود کوئی تفصیل نہیں کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ اقرار ٹھیک نہیں ہے۔

امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ یہ اقرار ٹھیک ہے۔

فائدہ: اس وجہ سے کہ اس میں زیادہ جہالت نہیں ہے اور مجہول چیز کا اقرار ٹھیک اور درست ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ لڑکے کا پیٹ میں ہونا معلوم ہو جائے اور معلوم ہونے کی یہ صورت ہے کہ اس وارث کے مرنے سے یہ چھ مہینے سے کم میں پیدا ہو جائے اور اگر چھ مہینے میں یا اس سے زیادہ میں پیدا ہوا تو یہ وصیت وغیرہ سب باطل ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی لونڈی کے حمل کا یا بکری کے حمل کا کسی شخص کے لیے اقرار کر لیا تو یہ اقرار درست ہوگا (اور اس کے پیدا ہونے کے بعد اسے دینا) اس پر لازم ہوگا۔

اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں چند قرضوں کا اقرار کیا (کہ یہ میرے ذمہ ہیں۔ اور ان کے اسباب معلوم نہیں ہیں) اور اس کے ذمہ صحت کی حالت کے اور بھی قرض ہیں اور کچھ قرض اس مرض میں بھی ہو گئے ہیں جن کے اسباب معلوم ہیں تو صحت کا قرض اور جس قرض کے اسباب معلوم ہیں یہ مقدم ہیں یعنی جس وقت یہ ادا ہو جائیں اور ان میں سے کچھ بچے تو اس قرض میں دیا جائے جس کا اس نے مرض کی حالت میں اقرار کیا ہے۔

اگر اس کے ذمہ ایسے قرض نہیں ہیں جو صحت کی حالت کے ہوں تو اس کا یہ اقرار درست ہوگا اور جس کے لیے اقرار کیا ہے وہ وارثوں سے اولیٰ ہے۔

مریض کا اپنے وارث کے لیے اقرار کرنا باطل ہے۔ ہاں اگر اور ورثہ بھی اس کی اس میں تصدیق کر لیں تو جائز ہے۔

اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں کسی اجنبی لڑکے کے لیے (کچھ روپیہ وغیرہ کا) اقرار کیا پھر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو یہ اس کا بیٹا ہو جائے گا اور اس کے حق میں اس کا اقرار کرنا باطل ہوگا۔

اگر کسی نے اجنبی عورت کے لیے اقرار کر کے پھر اس سے نکاح کر لیا تو اس کے حق میں اس کا اقرار کرنا باطل نہ ہوگا اور اگر کسی نے اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں

دے دیں۔ پھر (اپنے قرضہ) اس کا کچھ قرض ہونے کا اقرار کیا تو اسے وہ دیا جائے گا جو اس کی میراث میں اور قرض میں سے کم ہوگا۔

فائدہ۔ یعنی اگر میراث قرض سے کم ہے تو میراث دے دی جائے گی اور اگر قرض میراث سے کم ہے تو قرض ادا کر دیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر کوئی کسی لڑکے کا اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس جیسا لڑکا اس مقر جیسے شخص سے پیدا ہو سکتا ہے اور اس لڑکے کا نسب معروف نہیں ہے (یعنی لوگ یہ نہیں جانتے کہ یہ کس کا بیٹا ہے) اور وہ لڑکا اس کی تصدیق کرتا ہے (کہ بیشک) میں اس کا بیٹا ہوں تو اس لڑکے کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ مقر (اقرار کرنے والا) بیمار ہو اور (اس کے فوت ہونے کے بعد) یہ لڑکا بھی میراث میں وارثوں کے ساتھ شریک ہوگا۔

مرد کا اقرار (اپنے) والدین اور بیوی اور لڑکے اور مولیٰ کے لیے جائز ہے۔

عورت کا اقرار (اس کے) والدین اور شوہر اور مولیٰ کے حق میں قبول کیا جائے گا اور بیٹے کے حق میں اس کا اقرار نہ قبول کیا جائے۔ ہاں اگر شوہر اس بارے میں اس کی تصدیق کرے یا اس کے تولد ہونے کی دائی گواہی دے۔

فائدہ یعنی یہ کہے کہ یہ لڑکا بیشک اس عورت کا ہے چونکہ دائیوں کو اس کی شناخت خوب ہوتی ہے اس لیے دائی کا قول اس بارے میں معتبر ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے والدین اور بیٹے ہونے کے علاوہ کسی سے بھائی اور چچا ہونے کا اقرار کیا (یعنی یہ کہا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے یا میرا چچا ہے) تو اس کا اقرار نسب کے بارے میں مقبول نہ ہوگا۔ پس اگر اس اقرار کرنے والے کا اور کوئی وارث معلوم ہے خواہ قریب کا یا دور کا تو وہ اس مقرلہ سے (یعنی جس کے لیے اقرار کیا ہے) اولیٰ ہوگا۔ (اس وارث کے ہوتے ہوئے اس مقرلہ کو میراث نہ ملے گی) اور اگر اس کے اور کوئی وارث نہیں ہے تو اس کی میراث کا یہ مقرلہ وارث ہوگا۔

اگر کسی کا باپ مر گیا اور اس نے کسی شخص کی بابت اپنے بھائی ہونے کا اقرار کیا تو اس کے بھائی کا اس سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ اور میراث میں وہ اس کا شریک ہو جائے گا۔

کتاب الاجارہ

کرایہ کا بیان

ترجمہ: اجارہ ایک عقد ہے جو کسی چیز کے بدلے میں منافع پر واقع ہوتا ہے اور جب تک منافع اور اجرت معلوم نہ ہوا جارہ درست نہیں ہوتا۔

جس چیز کا بیع میں قیمت ہونا جائز ہو اس کا اجارہ میں اجرت ہونا جائز ہے۔

منافع کبھی تو مدت (بیان کردینے) سے معلوم ہوتے ہیں جیسے مکان کو رہنے کے لیے کرایہ پر لینا اور زمینوں کو کاشت کرنے کے لیے لینا تو ان میں ایک مدت معین پر (لینے سے) عقد (اجارہ) درست ہو جائے گا خواہ مدت کتنی ہو۔

کبھی منافع کام (ظاہر کردینے) اور نام لینے سے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی نے ایک آدمی کو کپڑا رنگنے پر یا کپڑا سینے پر نوکر رکھا یا گھوڑا وغیرہ کرایہ پر لیا کہ اس پر اس قدر بوجھ لادے کے چار کوس لے جائے گا یا اس پر خود سوار ہو کے چھ کوس جائے گا۔

کبھی منافع معین کرنے اور اشارہ کرنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے قلی کیا کہ یہ غلہ (وغیرہ) فلاں معلوم جگہ تک لے جائے (اور وہ جگہ اس قلی کو بھی معلوم ہے) اور مکانوں اور دکانوں کو رہنے کے لیے کرایہ پر لینا جائز ہے اگر چہ یہ نہ بیان کرے کہ ان میں کیا کام کرے گا اور اسے اختیار ہے کہ (کرایہ پر لے کر) جو کام چاہے کرے مگر یہ تین کام (بغیر مکاندار کی اجازت کے) نہ کرے۔ لوہار کا کام اور دھوبی کا کام اور خراس کا کام۔

فائدہ: ہدایہ میں لکھا ہے کہ لوہار کا کام نہ کرنے کی تو یہ وجہ ہے کہ اس میں مکان کا نقصان ظاہر ہے کیونکہ مکان میں یہ کام کرنے سے دیواریں کمزور ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا فقط کرایہ پر لینے سے اس کام کی اجازت نہ ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس بعد کی دونوں صورتوں میں بھی مکان کا نقصان ہے۔

ترجمہ: اور زمینوں کو کاشت کے لیے کرایہ پر دینا جائز ہے اور کاشتکار کو اس میں پانی دینے اور راستہ بنانے کا اختیار ہے اگر چہ (لیتے وقت) یہ شرط نہ کی ہو۔

یہ عقد درست نہیں ہوتا جب تک کہ اس چیز کا نام نہ لے جو اس زمین میں کاشت کرے گا یا یہ کہہ دے کہ میں جو چاہوں گا اس میں کاشت کروں گا اور کسی شخص زمین کو اس میں مکان بنانے یا کھجور وغیرہ کے درخت لگانے کے لیے کرایہ پر لینا جائز ہے۔

جب کرایہ کی مدت ختم ہو جائے گی تو اس مستاجر (یعنی کرایہ پر لینے والے) پر لازم ہوگا کہ اس عمارت اور درختوں کو اکھاڑ دے اور زمین کو خالی کر کے زمیندار کے حوالے کر دے۔ اور اگر وہ زمیندار یہ چاہے کہ اس شخص کو جس نے یہ مکان بنایا یا درخت لگائے ہیں وہ قیمت دے دے گا جو ان کے اکھڑ جانے کے بعد ان کی قیمت ہوگی اور ان درختوں اور مکان کا مالک ہو جائے گا یا زمیندار اس پر راضی ہو جائے کہ وہ اسی طرح رہنے دے تو اس (دوسری) صورت میں مکان (وغیرہ) اس مستاجر کا ہوگا۔ اور زمین زمیندار کی اور چوپایوں کو سواری اور بوجھ لے جانے کے لیے کرایہ پر لینا جائز ہے۔ پس اگر مطلق سوار ہونا ذکر کیا (یہ تعیین نہیں کی کہ میں خود ہی سوار ہوں گا) تو مستاجر کو اختیار ہے کہ جسے چاہے اس پر سوار کر دے اور اسی طرح اگر کسی نے کپڑا پہننے کے لیے کرایہ پر لیا اور مطلق پہننا ذکر کیا ہے۔ اور اگر مالک سے یہ کہہ دیا تھا کہ (مثلاً) اس گھوڑے پر فلاں شخص سوار ہوگا یا یہ کپڑا فلاں شخص پہنے گا اور پھر سوار اور کو کر دیا یا وہ کپڑا اور کو پہنا دیا تو اگر یہ گھوڑا مر گیا یا یہ کپڑا تلف ہو گیا تو یہ شخص اس کا ذمہ دار ہوگا۔ اور یہی حکم ان سب چیزوں کا ہے جو استعمال کرنے والوں کے مختلف ہونے سے بدل جائیں کیونکہ ہر ایک کے استعمال کرنے میں فرق ہے لیکن زمین اور وہ چیزیں جو استعمال کرنے والوں کے مختلف ہونے سے نہیں بدلتیں سوا ان کو کرایہ پر لینے میں اگر کسی نے یہ شرط کر لی کہ اس میں میں ہی رہوں گا یا فلاں ہی شخص رہے گا تو اسے اختیار ہے کہ اس میں کسی اور کو بسا دے۔

اگر مستاجر نے (بوجھ کی) قسم اور مقدار کا نام لے دیا تھا کہ گھوڑے پر یہ چیز لادوں گا۔ مثلاً یہ کہہ دیا تھا کہ گیہوں کے پانچ قفیز لاد کے لے جاؤں گا تو اس مستاجر کو اختیار ہے کہ جو چیز گیہوں جیسی ہو یا اس سے کم ہو وہ لادے جیسے جو اور تل اور گیہوں سے زیادہ بوجھ کی چیز اس پر لادنے کا اسے اختیار نہیں ہے۔ جیسے نمک، تانبا اور لوہا وغیرہ۔ پس اگر کسی نے ایک گھوڑا کرایہ پر لیا تاکہ اس پر روئی لے جائے۔ روئی کا نام لے دیا اور اب روئی کے وزن کے برابر

اس پر لوہا لے جانا جائز نہیں ہے (کیونکہ اس سے جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے)

اگر کسی نے ایک گھوڑا کرایہ پر لیا کہ اس پر میں سوار ہوں گا۔ پھر اس نے اپنے پیچھے ایک اور کو بٹھا لیا اور گھوڑا مر گیا۔ تو اگر یہ گھوڑا ان دونوں کو لے جا سکتا تھا۔ تو یہ شخص اس کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور بوجھ کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔

اگر کوئی جانور کرایہ پر لیا تاکہ اس پر دو من گیہوں لے جائے اور (دو من کی جگہ ڈھائی من گیہوں لے گیا اور وہ جانور مر گیا تو یہ اس زیادہ بوجھ کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: مثلاً چار من گیہوں لادنے کی اجازت تھی اور پانچ من لاد لیے تو پانچواں حصہ قیمت کا تاوان واجب ہوگا کیونکہ یہ جانور دو چیزوں سے مرا ہے۔ ایک وہ کہ جس کی اجازت تھی۔ دوسری وہ کہ جس کی اجازت نہ تھی۔ اور کرایہ دینے کا سبب بوجھ ہی ہے اس لیے تاوان بھی انہی دونوں پر منقسم ہوگا ہاں اگر اتنا بوجھ ہو کہ عادتاً ایسے جانوروں سے نہ اٹھتا ہو تو اس صورت میں یہ کرایہ پر لینے والا اس کی ساری قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس کی اجازت بالکل نہ تھی جوہرہ نیرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے (گھوڑا کرایہ پر لے کر) لگام کھینچ کے گھوڑے کو زخمی کر دیا یا اسے (عادت سے زیادہ) مارا اور وہ مر گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ شخص ضامن ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ اس بارے میں مالک کی طرف سے اجازت ہونا اس شرط سے ہوتا ہے کہ میرے جانور کو تکلیف نہ دینا۔ اچھی طرح رکھنا اور یہاں اس کے خلاف پایا گیا اس لیے اس کے ذمہ تاوان واجب ہوگا اسی پر فتویٰ ہے۔ (کذا فی الجوہرہ)

ترجمہ: امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ضامن نہ ہوگا۔

مزدور کی قسمیں اور احکام ✱ کل مزدور دو قسم کے ہیں:

ایک مزدور مشترک دوسرا مزدور خاص۔

مزدور مشترک وہ ہے کہ جب تک وہ کام نہ کر دے اجرت لینے کا مستحق نہیں ہوتا جیسے رنگریز دھوبی اور ان کے پاس کپڑا امانت (کے طور پر) ہوتا ہے۔ اگر کہیں تلف ہو جائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر تاوان بالکل نہیں ہے۔

صاحبین کا قول یہ ہے کہ اس پر تاوان واجب ہے (اسی پر فتویٰ ہے)

جو چیز اجیر مشترک کے کام کرنے سے تلف ہو جائے۔ مثلاً دھوبی کندی کرتے ہوئے کپڑے کو پھاڑ دے یا مزدور کا پاؤں پھسل جائے یا وہ رسی ٹوٹ جائے جس سے کرایہ دینے والا بوجھ کو باندھتا ہے یا ملاح کے کشتی کو کھینچنے سے کشتی غرق ہو جائے (اور ان سب صورتوں میں اسباب کا نقصان ہو) تو یہ سب ضامن ہوں گے (ان سے تاوان لیا جائے گا) لیکن ملاح اپنے اس کام کی وجہ سے آدمیوں (کے تلف ہو جانے) کا ضامن نہ ہوگا۔ یعنی اگر کوئی آدمی کشتی کے غرق ہونے سے غرق ہو گیا یا کوئی جانور (دریا میں) گر گیا تو ملاح پر اس کا تاوان نہیں ہے۔

اگر معلم (یعنی پڑھانے والے) نے کسی بچہ کو اس کے باپ کی بغیر اجازت کے مارا تو اس پر بھی ضمان واجب ہے۔

اگر فصاد نے فصد کھولی یا چوپاؤں کے داغ دینے والے نے داغ دیا اور وہ فصد یا داغ اپنی معتاد جگہ سے نہیں بڑھا تو اگر وہ آدمی یا چوپایا اس سے تلف ہو جائے تو ان دونوں پر ضمان نہیں ہے اور اگر فصد وغیرہ اپنی معتاد جگہ سے تجاوز کر گئی ہے تو یہ ضامن ہوں گے۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ کسی نے اس چوپایہ کے مالک کی اجازت سے داغ دیا ہو ورنہ اگر اس کی بغیر اجازت کے داغ دیا ہے تو یہ ضامن ہوگا خواہ معتاد جگہ سے تجاوز کرے یا تجاوز نہ کرے۔

ترجمہ: اور مزدور خاص وہ ہے جو اپنی جان (کو مدت تک) سپرد کرنے ہی سے مزدوری کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس نے ابھی کچھ کام نہ کیا ہو۔ مثلاً کوئی شخص اپنی خدمت کرانے یا بکریاں چرانے کو ایک مہینہ کے لیے کسی کو نوکر رکھے اور اس مزدور خاص پر ان چیزوں کا تاوان نہیں ہے جو اس کے قبضہ میں ہو کر تلف ہو جائیں یا اس کے کچھ کرنے سے تلف ہو جائیں۔ ہاں اگر یہ کچھ زیادتی کرے تو یہ ضامن ہوگا۔

فائدہ: مثلاً بکریوں کے چرانے میں کسی بکری کی آنکھ پھوڑ دے یا ٹانگ توڑ دے تو اس کو اس کا تاوان دینا پڑے گا۔ لیکن اگر کوئی بکری نکل جائے یا زبردستی سے کوئی پکڑ لے تو اس پر تاوان نہیں ہے۔

ترجمہ: اور جو شرطیں بیع کو فاسد کرتی ہیں وہی (عقد) اجارہ کو بھی فاسد کرتی ہیں (ان شرطوں کی تفصیل بیع کے بیان میں گزر چکی ہے) اور اگر کسی نے خدمت کے لیے ایک غلام (یا آزاد آدمی) کو نوکر رکھا تو اسے سفر میں لے جانے کا اختیار نہیں ہے ہاں اگر نوکر رکھتے وقت اس سے یہ شرط کر لی ہو۔

فائدہ: یعنی یہ ٹھہرا لیا ہو کہ خواہ میں اپنے مکان پر رہوں یا کہیں سفر میں جاؤں تمہیں میرے ساتھ رہنا پڑے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سفر کی خدمت اور زیادہ مشکل ہوتی ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب کسی نے شہر میں رہتے ہوئے نوکر رکھا ہو سفر میں نہ ہو اور اگر وہ سفر ہی میں تھا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک اونٹ کرایہ پر لیا تا کہ وہ اس پر کجاوہ رکھ کر دو آدمیوں کو سوار کر کے (مثلاً) مکہ تک لے جائے تو (یہ صورت) جائز ہے اور مستاجر کو چاہیے کہ معمولی (بوجھ کا) کجاوہ رکھے اور اگر اونٹ والا کجاوہ کو دیکھ لے تو اور بھی اچھا ہے۔

اگر کسی نے ایک اونٹ کرایہ پر اس لیے لیا تا کہ اس پر (مثلاً) بارہ من کھانا لاد کر کہیں لے جائے) پھر اس کھانے میں سے رستہ میں کچھ کھا لیا تو اس کے لیے جائز ہے کہ جس قدر اس میں سے کھایا ہے اس کے بدلے اور کچھ بوجھ اس پر لاد دے اور (کرایہ یا) اجرت نفس عقد (اجارہ) کرنے سے واجب نہیں ہوتی۔

<u>اجرت واجب ہونے کی صورتیں</u> ✽ تین وجہ سے (مزدور) اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے:

① جلدی لینے کی شرط کر لی ہو۔

② مستاجر بغیر شرط کے جلدی دے دے۔

③ وہ مزدور اسی کام کو کر دے جس پر عقد ہوا تھا۔

اگر کسی نے ایک مکان کرایہ پر لیا تو مکاندار کو اختیار ہے کہ ہر روز کا کرایہ روزانہ لے لیا کرے۔ ہاں اگر عقد میں (یعنی کرایہ پر دیتے وقت کرایہ کے) استحقاق کا بیان کر دیا جائے۔

فائدہ: کیونکہ بیان ہونا بمنزلہ مہلت دینے کے ہوتا ہے اور مہلت دینے کے بعد اس مہلت کی میعاد گذرنے تک استحقاق مطالبہ ساقط ہو جاتا ہے۔ ہاں بغیر بیان کی صورت میں جب ایک

دن ہوگیا تو کرایہ دار اس دن کا فائدہ حاصل کر چکا اس لیے بس پر اس دن کا کرایہ لازم ہوگیا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک اونٹ کو (مثلاً) مکہ تک لے جانے کے لیے کرایہ پر لیا تو اونٹ والے کو جائز ہے کہ ہر منزل پر کرایہ طلب کرے اور دھوبی اور درزی کو اجرت مانگنے کا اختیار نہیں ہے جب تک کہ وہ اس کام کو پورا نہ کردیں۔ ہاں اگر جلدی لینے (یعنی کام ہونے سے پہلے لینے) کی شرط کر لی ہو۔

اگر کسی نے نان بائی کو اس لیے نوکر رکھا تا کہ ایک درہم میں ایک قفیز آٹے کی روٹی اس کے گھر پکائے تو جب تک وہ روٹی کو تنور سے نہ نکال دے گا مزدوری کا مستحق نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ یہ کام روٹی کے تنور سے باہر آنے ہی پر پورا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ روٹی بغیر تنور سے نکالے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا اس لیے یہ اجرت کا مستحق نہیں ہے اور اگر روٹی تنور میں جل گئی تو یہ ضامن ہے اور ایک قفیز بار وصاع کا ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے باورچی کو نوکر رکھا تا کہ اس کے ولیمہ کے لیے کھانا پکائے تو کھانے کو برتن میں اتار دینا اس کے ذمہ ہے۔

فائدہ: یعنی اجرت کا اس وقت مستحق ہوگا کہ کھانا برتنوں میں اتار دے۔ اس سے پہلے اجرت نہیں مانگ سکتا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے اینٹیں بنانے کے واسطے کسی کو نوکر رکھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ اجرت کا اس وقت مستحق ہوگا کہ اینٹوں کو کھڑی کردے اسی پر فتوی ہے۔

اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جب تک وہ اینٹوں کو (خشک ہونے کے بعد) ایک جگہ نہ کردے اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔

اگر کسی نے درزی سے یہ کہا کہ اگر تو اس کپڑے میں فارسی سلائی کرے گا تو ایک روپیہ دوں گا اور اگر رومی کرے گا تو دو روپیہ دوں گا تو یہ (شرط) جائز ہے اور ان کاموں میں سے وہ جونسا کام کرے گا (اسی کی) اجرت کا مستحق ہوگا۔

اگر درزی سے یہ کہا کہ اگر تو آج ہی دے تو ایک روپیہ دوں گا اور اگر کل سے گا تو

آٹھ آنے دوں گا۔ پس اگر اس نے اسی روز سییا تو اس کا ایک روپیہ ہوگا۔ اور اگر اگلے روز سیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ اجرت واجب ہوگی جو ایسے کپڑے کی سلائی کا دستور ہوگا اور وہ سلائی آٹھ آنے سے نہیں بڑھے گی۔

فائدہ یعنی اگر ویسے کپڑے کی سلائی کا دستور آٹھ آنے سے زیادہ ہوگا تو سے زیادہ ہوگا تو اسے آٹھ آنے سے زیادہ نہ دیئے جائیں گے۔ کیونکہ یہ اس سے پہلے ہی ٹھہر چکے ہیں۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں شرطیں جائز ہیں اور ان میں سے وہ جونسا کام کرے گا (اسی کی) اجرت کا مستحق ہوگا۔

اگر کسی نے ایک دوکان کرایہ پر لی (اور) کہا کہ میں اس دوکان میں عطاری کروں گا تو ایک روپیہ ماہوار دوں گا۔ اور اگر لوہار کا کام کروں گا تو دو روپیہ دوں گا۔ تو یہ (شرط) جائز ہے تو ان دونوں کاموں میں سے یہ جونسا کام کرے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ اجارہ فاسد ہے۔

اگر کسی نے مکان کرایہ پر لیا کہ ایک روپیہ ماہوار دوں گا تو یہ عقد فقط ایک مہینے کے لیے درست ہے اور باقی مہینوں میں فاسد ہے ہاں اگر مہینوں کو معین کر کے ظاہر کردے پھر اگر دوسرے مہینے میں ایک گھڑی بھر ٹھہر گیا تو اس میں بھی عقد درست ہو جائے گا۔

کرایہ پر دینے والے کو یہ جائز نہیں ہے کہ مہینہ ختم ہونے سے پہلے اسے نکال دے اور یہی حکم ان سب مہینوں کا ہے جن کے شروع میں ایک دن یا ایک گھڑی بھر ٹھہر جائے۔

اگر کسی نے ایک مکان ایک مہینے کے لیے ایک روپیہ کرایہ پر لیا اور دو مہینے رہا تو اس پر پہلے مہینے کا کرایہ واجب ہے اور دوسرے مہینے کا واجب نہیں ہے۔

اگر کوئی سال بھر کے لیے دس روپیہ پر ایک مکان کرایہ پر لے لے تو جائز ہے اگرچہ ہر مہینے کے کرایہ کا نام نہ لے۔

حجام کو اپنے حمام کی اجرت لینی جائز ہے۔

گھوڑا وغیرہ پھیرنے کی اجرت لینی جائز نہیں ہے۔

<u>اذان و تعلیم قرآن کی اجرت کا بیان</u> ✵ اذان دینے اور تکبیر کہنے اور قرآن شریف

بڑھ جانے اور کم کرنے کی اجرت لگی ہوئی ہے اور لگانے اور دور کرنے پر اجرت لگی ہوئی ہے۔

مشترک چیز کو کرایہ پر دینے کا حکم ✽ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مشترک مکان کو کرایہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے۔

فائدہ: مثلاً ایک مکان دو آدمیوں کی شرکت کا ہے تو ان میں سے ایک شریک کو اپنے حصہ کا مکان کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے ہاں اگر دوسرے شریک کو دے دے تو جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور صاحبینؒ کے نزدیک مشترک چیز کو کرایہ پر دینا جائز ہے اور دائی (یعنی دودھ پلانے والی) کی تنخواہ مقرر کرا کے نوکر رکھنا جائز ہے۔

اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسے روٹی کپڑے پر رکھ لینا بھی جائز ہے اور دائی کے نوکر رکھنے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کے شوہر کو اس سے صحبت کرنے سے روک دے۔ ہاں اگر اس دائی کو حمل ہو جائے تو انہیں اس اجارہ کا فسخ کر دینا جائز ہے۔ اس وقت کہ جب حاملہ ہو کر اس کا دودھ بچے کو نقصان دے گا اور دائی کو بچے کی غذا کا درست کرنا لازم ہے۔

اگر اس نے اس (اجارہ کی) مدت میں بچہ کو بکری کا دودھ پلایا تو اسے تنخواہ نہیں ملے گی۔

جس اجیر (مزدور) کے فعل کا اثر اس چیز میں ظاہر ہو جیسے دھوبی اور رنگریز (کہ دھوبی کے دھونے اور رنگریز کے رنگنے کا اثر کپڑے میں صاف ظاہر ہوتا ہے) تو اسے جائز ہے کہ اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد جب تک (اپنی) اجرت نہ لے لے اس چیز (یعنی کپڑے وغیرہ) کو روک لے۔

جس اجیر کے عمل کا اثر اس چیز میں ظاہر نہ ہو تو اسے اجرت لینے کے لیے اس چیز کو روک لینا جائز نہیں ہے۔

جب کسی کاریگر سے یہ شرط کر لی گئی کہ یہ کام تو خود کرنا تو اسے جائز نہیں ہے کہ دوسرے سے کرائے۔ اور اگر کوئی شرط نہیں کی گئی ہے تو اسے اختیار ہے کہ اپنے آدمی کو نوکر رکھ لے جو اس کام کو کر دے۔

جب درزی اور رنگریز اور مالک کا کپڑے میں جھگڑا پڑ جائے مثلاً کپڑے والا درزی سے کہے کہ میں نے تجھے قبا بنانے کو کہا تھا اور درزی کہے کہ کرتے کو کہا تھا یا کپڑے والا رنگریز کو کہے کہ میں نے تجھے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تو نے زرد رنگ دیا تو (ان صورتوں میں) کپڑے والے کا قول قسم کے ساتھ معتبر کیا جائے گا۔ پس اگر کپڑے والے نے قسم کھا لی تو درزی (یا رنگریز) ضامن ہوگا۔ اور اگر کپڑے والا کہے کہ تو نے یہ کام مجھے بغیر اجرت کر دیا اور وہ کہے کہ میں نے اجرت سے کیا ہے تو اس صورت میں بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کپڑے ہی والے کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ اگر اس کا پیشہ ہی یہ ہے تو اسے اجرت دی جائے گی اور اگر اس کا یہ پیشہ نہیں ہے تو اسے اجرت نہیں ملے گی۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ کاریگر اس کام کو اجرت سے کرنے میں مشہور ہے تو قسم کے ساتھ اس کا قول مانا جائے گا۔ اس طرح قسم کھائے کہ میں نے یہ کام اجرت پر کیا ہے اور اجارۂ فاسدہ میں مثل مزدوری واجب ہوتی ہے کہ جو ٹھہرائی ہے اس سے نہ بڑھے۔

جب کرایہ دار نے مکان (یا دوکان وغیرہ) پر اپنا قبضہ کر لیا تو کرایہ اس کے ذمہ ہے۔ اگرچہ وہ اس مکان میں نہ رہے اور اگر کسی غاصب نے یہ مکان اس سے غصب کر لیا تو کرایہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر اس میں کوئی ایسا عیب پائے جس سے وہاں رہنے میں تکلیف ہوتی ہو تو اس اجارہ کو توڑ سکتا ہے۔

جب مکان گر پڑے یا آب پاشی کی زمین کا پانی بند ہو جائے یا پن چکی کا پانی بند ہو جائے تو وہ اجارہ ٹوٹ جائے گا اور اگر ان دونوں معاہدہ کرنے والوں میں سے (یعنی مکان دار یا کرایہ دار میں سے) ایک مر گیا اور وہ مکان وغیرہ اس نے اپنے ہی لیے لیا تھا تو یہ اجارہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر دوسرے کے لیے لیا تھا تو نہیں ٹوٹے گا۔

اجارہ میں شرطِ خیار درست ہے جیسا کہ بیع میں اور اجارہ عذروں سے ٹوٹ جاتا ہے مثلاً کسی نے بازار میں دوکان کرایہ پر لی تھی تاکہ اس میں تجارت کرے (مال بیچے) پھر اس کا مال جاتا رہا یا کسی شخص نے ایک مکان یا دوکان کرایہ پر دی پھر وہ مفلس ہو گیا اور اس کے ذمہ

اس قدر قرض ہو گیا کہ جو بجز اس کے مکان وغیرہ کرایہ پر دے رکھا تھا بغیر اس کی قیمت آنے وہ اپنے قرضہ کو ادا نہیں کر سکتا تو حاکم اس (اجارہ کے) عقد کو توڑ دے اور اس کو قرض میں فروخت کر دے۔

اگر کسی نے سفر پر جانے کے لیے گھوڑا کرایہ پر لیا پھر اس کا سفر کا ارادہ ملتوی ہو گیا تو یہ بھی عذر ہے اور اگر کرایہ پر لینے والے کی رائے سفر کے جانے سے بدل جائے تو اس کا یہ عذر نہ ہوگا۔

فائدہ: پہلی صورت میں عذر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اگر وہ اس اجارہ کے موافق ہو گیا تو اس کا زیادہ نقصان ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی حج کے لیے جاتا ہے اور حج کا وقت نکل جاتا ہے یا اپنے قرض دار کو ڈھونڈنے جانا چاہتا ہے اور وہ اس کے گھر آ جاتا ہے اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں رہتی ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

دوسری صورت میں عذر نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایسا کر سکتا ہے کہ خود اپنے گھر رہے اور اپنے گھوڑے وغیرہ کے ساتھ کسی اور مزدور یا اپنے غلام کو بھیج دے۔

کتاب الشفعہ

شفعہ کا بیان

ترجمہ: شفعہ اس کے لیے واجب ہے جو شخص مبیع میں شریک ہو۔

فائدہ: یہاں واجب کے معنی ثابت کے ہیں کیونکہ شفعہ کے نہ کرنے سے آدمی گنہگار نہیں ہوتا۔ اور واجب کہتے ہیں اس کو ہیں جس کے ترک سے آدمی گنہگار ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں واجب کے اصلی معنی مراد نہیں ہیں۔

ترجمہ: پھر اس کے لیے جو حق مبیع میں شریک ہو جیسے (دونوں مکانوں کے) پانی نکلنے کی موری اور (دونوں کا) راستہ ایک ہو پھر پڑوسی کے لیے۔ اور جو شخص مبیع میں شریک ہو اس کے ہوتے راستہ اور موری میں شریک کو اور پڑوسی کو شفعہ نہیں پہنچتا۔ پس اگر یہ شریک (شفعہ سے)

دست کشی کرلے تو شفعہ اس کو پہنچے گا جو راستہ میں شریک ہو پس اگر یہ بھی دست کشی کرلے تو پھر اسے پڑوسی لے لے۔

فائدہ: پڑوسی سے وہ پڑوسی مراد ہے جس کا مکان اس کے مکان کے برابر ہو اور دیواریں دونوں مکانوں کی ملی ہوئی ہوں۔

شفعہ کب واجب ہوتا ہے ❁ ترجمہ: اور شفعہ (مکان کی) عقد بیع کرنے سے واجب ہوتا ہے۔ اور گواہوں سے قرار پا جاتا ہے اور شفعہ کا مالک (شفعہ دار مکان کو) لینے سے ہوتا ہے جس وقت کہ خود مشتری دے دے یا حاکم حکم لگادے۔

جب شفیع کو (اپنے شفعہ دار مکان کے) بیع ہونے کی خبر ہو تو وہ اسی جگہ بیٹھا ہوا (اول شفعہ کا) مطالبہ کرنے پر گواہ کردے پھر وہاں سے اٹھ کر بائع کے پاس جائے اگر مبیع بائع کے قبضہ میں ہو اور بائع پر گواہ کردے یا مشتری کے پاس جائے (اگر اس کے قبضہ میں آگئی ہو) اور مشتری پر بھی گواہ کردے یا (اگر یہ دونوں نہ ملیں) تو مکان کے پاس کسی کو گواہ کردے۔ پس جب یہ اس طرح کردے گا تو اس کا شفعہ قرار پا جائے گا اور (اس کے بعد تاخیر کرنے سے) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شفعہ ساقط نہیں ہوتا۔

فائدہ: یعنی اگر کسی نے یہ گواہ وغیرہ کا سب بندوبست کر کے شفعہ کا دعویٰ کرنے کے لیے عدالت میں جانے میں تاخیر کردی تو امام صاحبؒ کے نزدیک اس تاخیر سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔

ترجمہ: اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر گواہ کرنے کے بعد بغیر کسی عذر کے اس نے ایک مہینہ تک شفعہ چھوڑ رکھا تو اس کا شفعہ جاتا رہے گا۔

شفعہ مکان اور زمین میں واجب ہوتا ہے اگرچہ وہ ایسے ہوں جو تقسیم نہ ہو سکتے ہوں۔ جیسے حمام اور فراس اور کنواں اور چھوٹے چھوٹے مکان اور اس مکان اور باغ میں شفعہ نہیں ہے جو (مکان) بدون صحن (کے یا باغ بدون) اور میدان کے بیع کیا جائے۔ اور اسباب اور کشتیوں میں شفعہ نہیں ہے۔

شفعہ میں مسلمان اور ذمی برابر ہیں اور جب کوئی کسی زمین (یا مکان) کا مالک

عوض میں مالک ہو تو شفعہ واجب ہے اور ایسے مکان میں شفعہ نہیں ہوتا جو مرد نے اپنی بیوی کو مہر میں دیا ہو یا عورت نے (اپنے خاوند کو) خلع کے عوض میں دے دیا ہو یا اس کے بدلے میں کوئی اور مکان کرایہ پر لیا ہو یا دم عمد کے صلح نامہ کرنے میں دے دیا ہو یا غلام کے آزاد کرنے میں ملا ہو یا کسی نے انکار کے بعد یا سکوت کے بعد اس مکان پر صلح کر لی ہو اور اگر اس پر اقرار کے ساتھ صلح کی ہے تو اس میں شفعہ واجب ہے۔

فائدہ: اقرار کے ساتھ صلح کرنے کی یہ صورت ہے مثلاً کسی شخص نے دوسرے پر تیس روپیہ کا دعویٰ کیا اور مدعی علیہ نے یہ اقرار کیا کہ بے شک یہ روپیہ مجھے دینے ہیں لیکن اس کے پاس روپیہ بالکل نہیں ہے ہاں مکان یا زمین ہے تو اگر چند آدمی بیچ بچاؤ کرا کے زمین یا مکان پر ان کی صلح آپس میں کرا دیں تو اس مکان یا زمین میں حق شفعہ نہیں جاری ہوگا۔ کیونکہ یہ صلح اقرار کے ساتھ ہوئی ہے کہ مدعا علیہ نے اقرار کر لیا تھا۔

شفیع بننے کا طریقہ ❋ **ترجمہ**: اور شفیع جب قاضی کے یہاں (شفعہ) کرنے کو گیا۔ اور اس کے خریدنے کا دعویٰ کیا اور شفعہ طلب کیا تو قاضی مدعا علیہ سے شفعہ کی بابت دریافت کرے (کہ اس کے شفعہ والے مکان کا تو مالک ہے یا نہیں) اگر وہ اس مکان کی ملکیت کا اقرار کر لے جس کا شفعہ کیا جاتا ہے تو بہتر ہے ورنہ قاضی مدعی سے ثبوت مانگے اگر وہ پورا ثبوت نہ دے سکے تو پھر مشتری (یعنی اسی مدعا علیہ) سے قاضی قسم لے اس طرح پر کہ خدا مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں اس مکان کا مالک ہوں (یا نہیں) جس کے شفعہ کا یہ دعویٰ کرتا ہے۔ پس اگر وہ قسم سے انکار کرے یا شفیع (یعنی مدعی) کسی طرح ثبوت دے دے تو اس مکان میں جس کے شفعہ کا جھگڑا ہے مدعا علیہ کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔

اس کے بعد قاضی مدعا علیہ سے پوچھے کہ تو نے یہ مکان خریدا ہے یا نہیں۔ اگر وہ خریدنے کا انکار کرے تو پھر شفیع سے کہا جائے کہ تم ثبوت لاؤ (کہ یہ مکان اسی نے خریدا ہے) اگر شفیع ثبوت نہ دے سکے تو قاضی اسی مشتری سے (دوسری) قسم لے اس طرح پر کہ قسم ہے اللہ کی میں نے یہ مکان نہیں خریدا یا یوں کہے قسم ہے اللہ کی اس مکان پر شفعہ کا دعویٰ کرنے کا شفیع مستحق نہیں ہے اس صورت سے جو یہ بیان کرتا ہے۔

شفعہ کے متفرق مسائل:

شفعہ کا جھگڑا اٹھانا جائز ہے اگرچہ شفیع قاضی کے پاس روپیہ لے کر نہ آیا ہو اور جب قاضی نے اس کے لیے شفعہ کا حکم دے دیا تو اب روپیہ حاضر دینا اس پر لازم ہے۔

شفیع کو جائز ہے کہ خیار عیب یا خیار رویت کی وجہ سے اس (شفعہ والے) مکان کو واپس کردے (کیونکہ شفیع بمنزلہ مشتری کے ہوتا ہے)۔

جب شفیع نے بائع کو (قاضی کے پاس) حاضر کر دیا۔ اور شئی بائع ہی کے قبضہ میں ہے تو اب شفیع کا شفعہ کی بابت اس سے جھگڑنا جائز ہے۔ لیکن قاضی اس وقت تک گواہ وغیرہ کو نہ سنے جب تک مشتری حاضر نہ ہو جائے۔ پھر (اس کے حاضر ہونے کے بعد) اس کی موجودگی میں بیع کو فسخ کردے اور بائع پر شفعہ کا حکم لگا دے اور اس کا خریدہ بائع پر ڈالے (یعنی ڈگری بائع پر کرے)

اگر کسی شفیع کو اس کے شفعہ کا مکان فروخت ہونا معلوم ہو گیا اور اس وقت اس نے کسی کو گواہ قرار نہیں دیا۔ حالانکہ گواہ کر سکتا تھا تو اس کا شفعہ جاتا رہا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اس نے وہیں بیٹھے کسی کو گواہ کر لیا اور گواہ یا مشتری یا اس مکان وغیرہ کے پاس کسی کو گواہ نہیں کیا (تو اس صورت میں بھی شفعہ نہ رہے گا)

اگر کسی نے کچھ روپیہ کے عوض شفعہ سے صلح کر لی اور وہ روپیہ بھی وصول کر لیا تو شفعہ جاتا رہے گا اور وہ روپیہ واپس دینا پڑے گا۔

فائدہ: کیونکہ شفعہ کا معاوضہ اس کے قبول کر لینے سے معلوم ہوا کہ اسے شفعہ لینا منظور نہیں ہے۔ کذا فی الجوہرہ

ترجمہ: اور جب (شفعہ طلب کرنے اور دونوں جگہ اس کے گواہ کر دینے کے بعد) شفیع مر گیا تو اس کا شفعہ ہو گیا۔

ورثہ کو شفعہ لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری مر گیا تو اس سے حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا۔

اگر جس مکان وغیرہ کی وجہ سے شفیع اپنے شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے اس کو اس سے پہلے

ہی فروخت کر دیا کہ قاضی اس کے لیے شفعہ کا حکم دے تو اس کا شفعہ جاتا رہے گا۔

جب بائع کے وکیل نے کسی ایسے مکان کو فروخت کر دیا جس کا وہ خود شفیع تھا تو اب اس کا شفیع نہیں رہا اور اسی طرح اگر خود شفیع بائع کی طرف سے عوارض کا ضامن ہو گیا اور مشتری کے وکیل نے جب کوئی مکان وغیرہ خریدا حالانکہ وہ خود اس کا شفیع بھی ہے تو اس کا شفعہ رہے گا۔

اگر کسی نے خیار شرط سے کوئی مکان وغیرہ فروخت کیا تو اس میں شفیع کے لیے شفعہ نہیں ہے اور اگر بائع نے خیار کو ساقط کر دیا تو اس وقت اس میں شفعہ واجب ہو جائے گا۔

فائدہ: اس میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ چیز جس میں شفعہ کا دعویٰ کیا جاتا ہے بائع کے ملک سے نکل چکی ہے کسی قسم کی شرط وغیرہ نہیں رہی تو اس میں ضرور شفعہ ہوگا۔ اور اگر شرط وغیرہ کی وجہ سے ابھی بائع کے ملک میں ہے تو اس میں شفعہ نہ ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر مشتری نے کوئی مکان خیار شرط سے خریدا ہے تو اس میں شفعہ واجب ہے اور اگر کسی نے شراء فاسد کے ساتھ کوئی مکان خریدا تو اس میں شفعہ نہیں ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ شراء فاسد میں بیع پر مشتری کا قبضہ ہونے سے پہلے تو وہ بائع کی ملک میں رہتی ہے اس لیے شفعہ نہیں ہو سکتا اور قبضہ ہونے کے بعد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں فسخ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور متعاقدین (یعنی بائع و مشتری) میں سے ہر ایک کے لیے فسخ کر دینا جائز ہے اور اگر فسخ ہونا ساقط ہو گیا ہے تو پھر شفعہ واجب ہے۔

فائدہ: فسخ کے ساقط ہونے کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے اس مکان وغیرہ کو اور کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا تو اب اس میں شفعہ واجب ہوگا۔ کیونکہ حق شفعہ سے رکا رہنا محض حق فسخ باقی رہنے کی وجہ سے تھا اور جب یہ حق ساقط ہو گیا تو اب یہ شفعہ واجب ہے اسی طرح جوہرہ اور کفایہ میں ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی ذمی نے شراب یا سور کے بدلے میں ایک مکان خریدا اور اس مکان کا شفیع بھی ذمی ہے تو وہ اتنی ہی شراب اور سور کی قیمت دے کر مکان کو لے لے اور یہ میں شفعہ

جائے۔

اگر بائع مشتری کو قیمت کا کچھ حصہ معاف کر دے تو اتنی ہی قیمت شفیع سے بھی ساقط ہو جائے گی اور اگر مشتری کو بائع نے ساری قیمت معاف کر دی تو شفیع کے ذمہ سے ساری قیمت ساقط نہ ہوگی۔ اور اگر بائع کو مشتری نے قیمت سے کچھ زیادہ روپیہ دے دیا ہے تو یہ زیادہ روپیہ دینا شفیع کے ذمہ لازم نہیں ہے اور اگر ایک مکان کے کئی شفیع ہوں تو شفعہ ان سب کو برابر ملے گا اور ملکوں کے اختلاف کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک مکان کے تین آدمی مالک تھے۔ لیکن ان میں سے ایک کا نصف مکان تھا اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا چھٹا حصہ پھر نصف والے نے اپنا سارا حصہ فروخت کر دیا اور دونوں شفیعوں نے شفعہ کا دعویٰ کیا تو ہمارے نزدیک ان دونوں کو قاضی نصف نصف مکان دلا دے گا ان کی ملک کے کم وبیش ہونے کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ شفعہ بھی ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک مکان کسی چیز کے عوض خریدا (یعنی روپیہ وغیرہ مثلی چیز نہیں دی) تو شفیع اس مکان کو اس چیز کی قیمت دے کر لے لے اور اگر اس نے کیلی یا وزنی چیز سے خریدا ہے تو شفیع بھی اسی کی مثل کیلی یا وزنی چیز دے کر لے لے۔

فائدہ۔ مثلاً کسی نے ایک مکان دس من گیہوں یا کسی ایسی ہی چیز کے عوض خریدا تھا تو شفیع بھی دس من گیہوں میں دے کر لے لے۔

ترجمہ۔ اور اگر کسی نے ایک مکان دوسرے مکان کے عوض فروخت کیا ہے تو شفیع ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کی قیمت سے لے لے۔

فائدہ۔ جوہرہ میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ یہ شخص ان دونوں مکانوں کا شفیع ہو۔ لیکن اگر ان میں سے ایک ہی کا شفیع ہو تو بس اسی کو دوسرے مکان یعنی جو مشتری نے بدلے میں دیا ہے قیمت دے کر لے لے۔

ترجمہ: اور اگر شفیع سے کسی نے یہ بیان کیا کہ (تمہارے پڑوس میں) فلاں مکان ایک ہزار (روپیہ) میں فروخت ہو گیا ہے۔ یہ سن کر اس نے شفعہ سے دست کشی کر لی۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ مکان اس سے کم میں فروخت ہوا ہے یا گیہوں یا جو سے فروخت ہوا ہے جن کی قیمت ایک ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہے تو اس کا دست کشی کرنا باطل (اور بیکار) ہے۔ اور وہ شفعہ لے سکتا ہے۔

فائدہ: ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے شفعہ سے دست کشی محض قیمت زیادہ سمجھنے کی وجہ سے کی تھی اور جب قیمت کم ہونا معلوم ہو گیا تو اب اس کی وہ دست کشی باطل ہو گئی۔

ترجمہ: اور اگر (بعد میں) یہ معلوم ہوا کہ وہ مکان اشرفیوں سے فروخت ہوا ہے جن کی قیمت ایک ہزار روپیہ ہے تو اب اس شفیع کو شفعہ نہ ملے گا۔

فائدہ: کیونکہ روپیہ اور اشرفیاں تو ذوات القیم ہونے کی وجہ سے دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ پس شفیع نے انکار کر دیا تو اس صورت میں اس کا انکار معتبر ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر شفیع سے کسی نے یہ کہا کہ (تمہارے پڑوس کے مکان کا) مشتری فلاں شخص ہے تو اس نے شفعہ سے دست کشی کر لی پھر اسے معلوم ہوا کہ مشتری کوئی اور ہے تو اسے شفعہ ملے گا۔

اگر کسی نے دوسرے شخص کے لیے (یعنی اس کی طرف سے وکیل بن کر) ایک مکان خریدا تو شفعہ میں مدعیٰ علیہ یہی شخص (یعنی وکیل ہی) ہوگا۔ ہاں اگر اس نے وہ مکان موکل کے حوالے کر دیا ہو۔

اگر کسی نے شفیع کی طرف سے لمبائی میں ایک ہاتھ بھر چھوڑ کر باقی سارے مکان کو فروخت کر دیا تو اس شفیع کے لیے اب شفعہ نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ شفعہ کا استحقاق پڑوس ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس صورت میں جب ایک ہاتھ بھر زمین درمیان میں چھوڑ کر دی تو اب مبیع کے ساتھ اتصال اور شفیع کا پڑوس نہ رہا۔ کیونکہ پڑوس اسی ہاتھ بھر زمین سے ہوتا ہے جو شفیع کے متصل ہے۔ پس جب بائع نے اس کو

استثنا کر لیا تو بیع ایسی چیز میں ہوئی جس میں پڑوس شمار نہیں ہوتا اور یہ شفعہ ساقط کرنے کا ایک حیلہ ہے۔ (جوہرۂ نیرہ)

ترجمہ: اور اگر کسی نے کسی مکان کا ایک حصہ پہلے خرید لیا تھا اور بعد میں باقی مکان بھی خرید لیا تو ہمسایہ پہلے حصہ میں شفعہ کر سکتا ہے دوسرے میں نہیں۔

فائدہ: شفعہ ساقط کرنے کا یہ دوسرا حیلہ ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک مکان ایک ہزار قیمت کا تھا اور اس نے اسے اس طرح فروخت کرنا چاہا کہ شفیع نہ لے سکے تو وہ اس مکان کے دسویں حصہ کو تو سو روپیہ میں پہلے فروخت کر دے اور باقی اسی مشتری کے ہاتھ نو حصوں کو سو روپیہ میں فروخت کر دے پس شفعہ کا دعویٰ خریدار اسی دسویں حصہ میں اسی قیمت کے برابر ہو سکے گا۔ اور باقی ان نو حصوں میں شفعہ نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ جس وقت اس مکان میں ان نو حصوں کو خریدا تو یہ اس دسویں حصہ سے اس مکان میں شریک ہو چکا ہے لہٰذا اب اس سے یہ نو حصے نہیں لے سکتا۔ جوہرۂ نیرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے نقد روپیہ سے کوئی مکان خریدا۔ پھر مشتری نے روپیہ کے عوض بائع کو کپڑا دے دیا تو شفعہ میں روپیہ ہی دیا جائے گا نہ کہ کپڑا۔

شفعہ ساقط کرنے کے لیے کوئی حیلہ کرنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔

اگر مشتری نے (کوئی زمین خرید کر اس میں) مکان بنا لیا یا باغ لگا لیا۔ پھر شفعہ کی وجہ سے وہ زمین قاضی نے شفیع کو دلا دی تو اب شفیع کو اختیار رہے چاہے اس زمین کی قیمت دے کر اس کو اور اس مکان یا باغ سے اکھڑے ہوئے کی قیمت دے کر سب کو لے لے اور مشتری سے انھیں اکھڑوا دے (اور فقط زمین ہی لے لے)

اگر کوئی زمین شفیع نے لے کر اس میں مکان بنا لیا یا باغ لگا لیا۔ پھر اس کا کوئی اور حقدار نکل آیا تو یہ (اپنی ادا ہوئی) قیمت کو (بائع سے) پھیر لے اور مکان اور باغ کی قیمت نہ پھیرے گی۔

فائدہ: کیونکہ اس کی قیمت اس صورت میں پھر سکتی ہے کہ جب اسے کسی نے دھوکہ دیا ہو اور یہاں مشتری وغیرہ کی طرف سے اسے کوئی دھوکہ نہیں ہوا۔ بلکہ یہ اس نے خود کیا تھا اس لیے اس کا کچھ معاوضہ نہ ملے گا۔

ترجمہ: اور اگر (کسی نے کوئی مکان خرید اتھا پھر وہ) مکان گر گیا یا اس کی چھت وغیرہ بغیر کسی کے کچھ کیے جل گئی یا باغ تھا اور اس کے درخت خشک ہو گئے تو اب شفیع کو اختیار ہے چاہے کل قیمت دے کر اس کو لے لے اور چاہے نہ لے۔

اگر مشتری نے مکان کو خود گرا دیا ہے تو اب شفیع سے کہا جائے گا کہ اگر تو چاہے تو اس میدان کو اس کے حصہ کی قیمت دے کر لے لے اور چاہے نہ لے۔ اور اس گرے ہوئے مکان کو اسے لینے کا اختیار نہیں ہے۔

اگر کسی نے ایک باغ خریدا اور اس کے درختوں پر پھل بھی لگا ہوا ہے تو شفیع اس کو مع پھل کے لے لے اور اگر مشتری نے کچھ پھل توڑ لیا ہے تو شفیع اتنی ہی قیمت کم کر دے۔

فائدہ: کیونکہ پھل بیع میں داخل ہو کر مقصود تھا۔ لہٰذا اس کے مقابلہ میں قیمت بھی رکھی جائے گی اگر پھل کم ہو گیا ہے تو شفیع کے ذمہ سے قیمت بھی کم ہو جائے گی۔

ترجمہ: اور اگر (شفعہ کی وجہ سے) شفیع کو ایک مکان کے ملنے کا قاضی نے حکم دے دیا ہے اور وہ مکان ابھی اس شفیع نے دیکھا نہ تھا تو اسے خیار رویت (یعنی دیکھنے کا اختیار) ہوگا۔ پس اگر اس میں اسے کوئی عیب معلوم ہو تو اختیار ہے کہ اس کی وجہ سے اس مکان کو واپس کر دے اگرچہ مشتری نے اس سے بری ہونے کی شرط کر لی ہو۔

فائدہ: یعنی اگر مشتری نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ اگر اس میں کوئی عیب ہوا تو میں اس کا ذمہ دار نہ ہوں گا۔ باوجود عیب ہونے کے بھی تمہیں لینا پڑے گا تو مشتری کے اس کہنے کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی مکان ادھار خریدا (قیمت ادا کرنے کی کچھ مدت ٹھہرا لی) تو شفیع کو اختیار ہے چاہے نقد قیمت دے کر اسے ابھی لے لے اور چاہے اس مدت کے ختم ہونے تک صبر کرے اور بعد میں لے لے اور اگر چند شریکوں نے ایک مکان کو تقسیم کر لیا ہے تو اس تقسیم کرنے کی وجہ سے ان کے پڑوسی کو شفعہ نہ پہنچے گا۔

فائدہ: کیونکہ تقسیم کرنا تملیک نہیں ہے یعنی اس میں کوئی غیر ذی ملک نہیں بنایا جاتا۔ بلکہ یہ حقوق علیحدہ علیحدہ کرنے کے لیے ہوتی ہے اور اس سے شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا کذا فی الجوہرہ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی مکان خریدا اور شفیع نے شفعہ سے دست کشی کر لی۔ پھر مشتری نے قاضی کے حکم سے خیار رویت یا خیار شرط یا کسی عیب کے باعث اسے واپس کر دیا تو اب شفیع کے لیے اس میں شفعہ نہیں ہے اور اگر اسے بغیر حکم قاضی کے واپس کیا ہے یا بیع کا اقالہ کر لیا ہے تو اب شفیع کے لیے شفعہ کرنا درست ہے۔

کتاب الشرکة

شرکت کا بیان

فائدہ: لغت میں شرکت کے معنی ملانے کے ہیں۔ لیکن شرعا میں شرکت سے یہ مراد ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ایک عقد ہو جو اصل اور نفع دونوں میں شریک ہوں جوہرہ نیرہ۔

<u>شرکت کی قسمیں</u> ٭ **ترجمہ**: شرکت دو طرح پر ہے۔

① ایک شرکت املاک کی۔ ② دوسری شرکت عقود کی۔

املاک کی شرکت یہ ہے کہ ایک چیز کے دو وارث ہو جائیں یا دو آدمی مل کر اسے خرید لیں پس (اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ ان) دونوں (شریکوں) میں سے ایک کو دوسرے کے حصہ سے بغیر اس کی اجازت کے تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے حصہ میں مثل اجنبی آدمی کے ہے۔

دوسری قسم یعنی شرکت عقود کی چار قسمیں ہیں:

① مفاوضہ ② عنان ③ شرکت صنائع ④ شرکت وجوہ

<u>شرکت مفاوضہ</u> ٭ شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ دو آدمی یہ شرط کر لیں (یعنی آپس میں یہ ٹھہرا لیں) کہ مال میں اور تصرف میں اور قرضہ میں دونوں برابر رہیں گے۔ پس یہ شرکت ایسے دو آدمیوں میں جائز ہے کہ دونوں آزاد ہوں دونوں مسلمان ہوں دونوں بالغ ہوں دونوں

عاقل ہو اور آزاد اور غلام کے درمیان میں اور لڑکے اور بالغ کے درمیان میں اور مسلمان اور کافر کے درمیان میں یہ شرکت جائز نہیں ہے اور یہ وکالت اور کفالت پر منعقد ہوتی ہے (یعنی یہ دونوں شریک تو جس میں ایک دوسرے کے وکیل اور کفیل ہوتے ہیں) اور ان میں سے جونسا کوئی چیز خریدے گا تو وہ سب شرکت میں ہوگی۔ سوائے اپنے بال بچوں کے کھانے اور کپڑے کے اور ان میں سے جس کے ذمہ کسی چیز کے بدلے قرض ہوگا جس میں شرکت درست ہوتی ہے تو دوسرا اس کا ضامن ہوگا۔

فائدہ یعنی دونوں کے یکساں اور برابر ہونے کی وجہ سے دوسرا ضامن ہوگا۔ کیونکہ یہ شرکت کفالت پر منعقد ہوتی ہے پس اس شرکت ہی کی وجہ سے دوسرا اس کا کفیل ہو گیا ہے جو اس کے بدلہ میں دے گا۔ اس لیے قرض خواہ اس سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ ۲۲۲

ترجمہ: اور اگر ان دونوں میں سے ایک کو ایسا مال ورثہ میں ملے گا جس میں شرکت درست ہوتی ہے یا کسی نے اس کے لیے ہبہ کر دیا اور وہ اس کے قبضہ میں آ گیا تو (شرکت) مفاوضہ باطل ہو جائے گی اور شرکت عنان ہو جائے گی۔

شرکت دراہم و دنانیر (یعنی روپیہ اور اشرفیوں) کے سے منعقد ہوتی ہے۔ یا ان پیسوں سے جن کا رواج ہو اور ان کے سوا اور چیزوں میں جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر لوگ کسی چیز سے معاملہ کرنے لگیں (یعنی بجائے روپیہ وغیرہ دینے کے اس کا رواج ہو جائے مثلاً سونے چاندی کی ڈھیلیاں تو ان دونوں کے ساتھ بھی شرکت درست ہو جائے گی۔

اگر دو آدمی اسباب میں شرکت کرنی (یعنی ایک دوسرے کے اسباب میں شریک ہونا) چاہیں تو ان میں سے ہر ایک اپنے نصف مال کو دوسرے کے نصف مال سے فروخت کرے پھر دونوں عقد شرکت کریں۔

فائدہ اس کی صورت یہ ہے مثلاً ایک آدمی کے پاس آٹھ من گیہوں ہے۔ اور دوسرے کے پاس بارہ من کھجوریں یا اور کوئی چیز ہے تو یہ دونوں چار من گیہوں اور چھ من کھجوروں سے آپس میں فروخت کرے پھر دونوں عقد شرکت کریں۔

شرکت عنان : لیکن شرکت عنان سو وہ وکالت پر منعقد ہوتی ہے کفالت پر

مشتقہ نہیں ہوتی۔

فائدہ: یعنی اس میں ایک دوسرے کا وکیل تو ہوتا ہے اور کفیل نہیں ہوتا۔ وکیل ہونے اور کفیل نہ ہونے سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ اگر ان میں سے ایک شریک نے کچھ اسباب خریدا تو بائع دوسرے شریک سے اس کی قیمت نہیں مانگ سکتا۔ بلکہ مشتری ہی سے مانگے گا۔ ہاں جب وہ مشتری قیمت دیدے گا تو آدھی یا حصہ رسدی اس دوسرے شریک سے لے لے۔

تشریح: اور (اس شرکت عنان میں) مال میں زیادتی ہونی جائز ہے (مثلاً ایک شریک کے سو روپیہ ہوں اور دوسرے کے بیس ہوں) اور یہ بھی درست ہے کہ مال میں دونوں برابر ہوں اور نفع میں کم و زیادہ ہوں۔

یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے تھوڑے مال سے شرکت کرے اور سارے سے نہ کرے۔

یہ شرکت اسی مال سے درست ہوتی ہے جس سے شرکت مفاوضہ کا درست ہونا ہم بیان کر چکے ہیں۔ (یعنی نقد روپیہ و اشرفیوں سے ہوتی ہے اور اسباب سے نہیں ہوتی)

جائز ہے کہ یہ دونوں شریک ہو جائیں اور ایک کی طرف سے روپے ہوں اور دوسرے کی طرف سے اشرفیاں ہوں اور ان میں سے جو کوئی چیز شرکت کے لیے خریدے گا تو اس کی قیمت کا وہی دیندار ہوگا نہ کہ دوسرا اور یہ اپنے شریک کے حصے کے موافق اس سے لے لے۔

اگر ان دونوں نے ابھی کوئی چیز (شرکت کی) نہیں خریدی تھی اور شرکت کا سارا روپیہ جاتا رہا یا دونوں میں سے ایک کا جاتا رہا تو یہ شرکت باطل ہو جائے گی اور اگر ان میں سے ایک نے اپنے روپیہ سے کوئی چیز خرید لی تھی اور دوسرے نے ابھی کچھ نہیں خریدی تھی کہ اس کا روپیہ جاتا رہا تو یہ (ایک کی) خریدی ہوئی دونوں میں ان کی شرط کے مطابق (مشترک) رہے گی اور خریدنے والا اپنے شریک کے حصے کے موافق اس کی قیمت کا روپیہ اس سے لے اور یہ شرکت ہو جاتی ہے۔

اگر ان دونوں نے روپیہ نہ ملایا ہو اور شرکت اس صورت میں درست نہیں رہتی کہ

جب نفع میں سے ایک شریک کے لیے کچھ معین روپیہ ٹھہرا دیا جائے۔

فائدہ : مثلاً دو آدمی شریک ہوں اور ایک دوسرے سے کہے کہ اس میں جو کچھ نفع ہوگا اس میں سے پانچ روپیہ تمہیں دوں گا۔ اور باقی میں رکھوں گا تو اس طرح سے شرکت کرنی درست نہیں ہوتی۔

ترجمہ : شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان کے دونوں شریکوں کو یہ اختیار ہے کہ مال کو بضاعت اور مضاربت کے طور پر کسی کو دے دیں۔

فائدہ : بضاعت اسے کہتے ہیں کہ ایک آدمی اپنا مال دوسرے آدمی کو دے دے تا کہ وہ اس سے تجارت کرے اور نفع اسے دیا رہے جیسا تاجروں کا قاعدہ ہوتا ہے۔ کنز کی شرح عینی میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ : اور (یہ بھی اختیار ہے کہ) اپنے جادل کو وکیل کردے جو اس میں تصرف کرے اور رہن رکھ دے اور رہن رکھ لے اور ایک اجنبی آدمی کو اس کے لیے نوکر رکھ لے اور نقد اور ادھار (جیسا موقع دیکھے) خرید و فروخت کرے اور اس مال پر اس وکیل کا قبضہ مثل امانت پر قبضہ ہونے کے ہوگا۔ (کہ اگر تلف ہوگیا تو اس پر تاوان نہ آئے گا)

شرکت صنائع ✱ شرکت صنائع یہ ہے کہ دو پیشہ ور مثلاً دو درزی یا دو رنگریز اس شرط پر شریک ہو جائیں کہ دونوں کام لیں گے اور دونوں ہی اجرت تقسیم کرلیں گے تو اس قسم کی شرکت جائز ہے۔

ان دونوں میں سے جب کوئی کسی کام کو لے گا تو اس پر اور اس کے شریک پر اس کو کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر ایک نے کیا اور دوسرے نے نہ کیا تو اس کی اجرت دونوں میں نصفا نصف ہوگی۔

شرکت وجوہ ✱ شرکت وجوہ یہ ہے کہ دو آدمی اس شرط پر شریک ہو جائیں کہ دونوں اپنے اپنے اعتبار پر خرید و فروخت کریں اور روپیہ پیسہ دونوں کے پاس نہ ہو۔ یہ شرکت اس طرح پر جائز ہے۔

ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اس میں کہ جو دوسرا خریدے پس اگر دونوں میں یہ شرط ہوتی ہے کہ جو چیز خریدی جائے گی وہ نصفا نصف ہوگی تو نفع بھی نصفا نصف ہی ہوگا اور اس میں کمی زیادتی جائز نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی نفع میں یہ نہ ہوگا کہ ایک دو حصے لے اور دوسرا ایک حصہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفع کا استحقاق ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے اور ضمان اس خریدی ہوئی چیز کی ملک سے ہوتا ہے۔ مثلاً اگر دونوں اس میں سے نصف حصہ کا مالک ہے تو اسے نصف قیمت دینی پڑتی ہے اور جو ثلثین حصوں کا مالک ہے اسے ثلثین حصوں کی دینی پڑتی ہے اس لیے نفع بھی اسی ملک کے موافق قرار دیا جائے گا۔ عینی شرح کنز۔

ترجمہ: اور اگر دونوں نے یہ شرط کر لی ہے کہ خریدی ہوئی چیز دونوں میں ثلث تہائی رہے گی (یعنی ایک کے دو حصے ہوں گے اور دوسرے کا ایک حصہ) تو نفع بھی اسی حساب سے تقسیم ہوگا۔

شرکت وجوہ ترجمہ: ایندھن لانے اور گھاس جمع کرنے میں شرکت درست نہیں ہے اور ان دونوں میں سے جب کوئی کچھ شکار کرے گا یا ایندھن لائے گا تو وہ اسی کا ہوگا اس کے شریک کا اس میں حصہ نہ ہوگا۔

فائدہ: یہ اس صورت میں ہے کہ دونوں نے علاحدہ لیا ہو اور اگر ملا دیا ہے تو وہ دونوں میں اسی کے موافق تقسیم ہوگا جو دونوں میں شرط ٹھہر چکی ہے اور اگر کوئی شرط نہیں ٹھہری تو ہر ایک کا قول دوسرے کے دعوے کے مقابلہ میں قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ جوہرہ نیرہ۔

ترجمہ: اور اگر دو آدمی شریک ہو جائیں ایک کا خچر یا بیل ہو اور دوسرے کا چرس ہو۔ اس شرط پر کہ اس چرس سے پانی کھینچا جائے اور اجرت دونوں میں نصفا نصف ہو تو یہ شرکت جائز نہیں ہے اور اجرت سب اسی کی ہوگی جس نے پانی کھینچا ہے اور اس پر خچر یا بیل کی اجرت مثل واجب ہوگی۔

فائدہ: اجرت مثل سے یہ مراد ہے کہ جو دستور بیل وغیرہ کا کرایہ پانی کھینچنے میں دیا جاتا ہوگا وہی اسے بھی دینا پڑے گا۔

ترجمہ: اور جو شرکت فاسد ہو جائے اس میں نفع اصل مال کے حساب سے تقسیم ہوگا اور کمی زیادتی کی شرط باطل ہو جائے گی (کیونکہ نفع مال کے تابع ہوتا ہے اس لیے اس کے اندازہ سے دیا جائے گا)

ایک شریک مر گیا یا مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا تو وہ شرکت باطل ہو جائے گی۔

دونوں شریکوں میں سے ایک کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ دوسرے (شریک) کی بغیر اجازت اس کے مال کی زکوٰۃ دے دے۔

فائدہ: کیونکہ زکوٰۃ دینا تجارت میں داخل نہیں ہے اس لیے اس میں کچھ تصرف کرنے کا اسے حق نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اگر ان میں سے ہر ایک نے اپنی زکوٰۃ دینے کی دوسرے کو اجازت دے دی تھی پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنی بھی اور دوسرے کی بھی زکوٰۃ ادا کر دی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرا (یعنی جس نے بعد میں ادا کی ہوگی) تاوان دے گا خواہ اسے پہلے کے ادا کرنے کی خبر ہو یا نہ ہو۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ دونوں نے آگے پیچھے ادا کی ہو اور اگر دونوں نے ساتھ ادا کی ہے تو ہر ایک دوسرے کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اگر اسے معلوم نہیں ہوا ہے تو وہ ضامن نہ ہوگا۔

کتاب المضاربة

مضاربت کا بیان

ترجمہ: مضاربت اسے کہتے ہیں کہ دو شریکوں میں سے روپیہ ایک کا ہو اور کام (یعنی تجارت وغیرہ کرنا) دوسرے کا اور نفع میں دونوں شریک ہوں۔

مضاربت اسی مال (یعنی روپیہ وغیرہ) سے درست ہوتی ہے جس سے شرکت کا درست ہونا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

شرط مضاربت (کے درست ہونے) کی یہ ہے کہ نفع میں دونوں شریک ہوں ان دونوں میں سے کوئی نفع میں سے معین روپوں کا مستحق نہیں ہوتا۔

فائدہ: مثلاً اگر کسی نے پانچ سو روپیہ مضاربت کے طور پر دیئے تو اس دینے والے کو یہ استحقاق نہیں ہے کہ نفع میں سے پچاس روپیہ اپنے معین کرے بلکہ جو نفع ہوگا اس میں بالحصص تقسیم کرتے رہیں۔

جس نے روپیہ دیا ہے اسے رب المال کہتے ہیں اور جو تجارت وغیرہ کرے گا اسے مضارب۔

ترجمہ: اور مضاربت میں ضروری ہے کہ روپیہ مضارب کے سپرد کر دیا جائے اور اس روپیہ کے مالک کا اس پر کسی قسم کا قبضہ نہ ہو۔ پھر جب مضاربت مطلق ٹھہر جائے (یعنی کسی جگہ یا کسی خاص اسباب کی اس میں قید نہ ہو) تو مضارب کو خرید وفروخت کرنا اور سفر کرکے (باہر) جانا اور بضاعت پر روپیہ دینا اور (کسی ضرورت کے لیے) وکیل کرنا جائز ہے۔

اسے یہ جائز نہیں ہے کہ مضاربت کے طور پر یہ روپیہ کسی اور کو دے دے۔ ہاں اگر مالک نے اسے اجازت دے دی ہو یا کہہ دیا ہو کہ جس طرح سمجھ میں آئے کر۔

اگر مالک نے کسی خاص شہر یا کسی خاص مال تجارت کرنے کی قید لگا دی ہے تو اس (مضارب) کو اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اگر مضاربت کی کوئی مدت معین کر دی جائے تب بھی جائز ہے۔ اور اس مدت کے گزرنے پر مضاربت باطل ہو جائے گی۔

مضارب کے لیے رب المال کے باپ اور بیٹے اور اس شخص کو خریدنا جائز نہیں ہے جو اس (رب المال) کی ملکیت میں آنے پر آزاد ہو جائے (یعنی ذی رحم محرم) اور اگر اس نے ان کو خرید لیا تو یہ خرید اسی مضارب کے لیے ہوگی نہ کہ مضاربت (کے مال) سے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ عقد مضاربت محض نفع حاصل ہونے کے لیے تجویز کیا گیا ہے اور نفع جب ہی ہوگا کہ جب یکے بعد دیگرے اس روپیہ میں تصرف کرے حالانکہ اگر اس نے ذی رحم محرم کو خرید لیا اور وہ اس کے مالک ہو جانے کے باعث آزاد ہو گیا تو اس روپیہ میں یکے بعد دیگرے تصرف ہونا نہ پایا گیا۔ اس لیے یہ مضاربت نہ رہی۔ کذا فی الھدایہ

ترجمہ: اور اگر مال میں نفع ہے تب بھی اس مضارب کو ایسے آدمی کا خریدنا جائز نہیں ہے جو مضارب پر آزاد ہو جاتے۔

فائدہ: یعنی مضارب کا ذی رحم محرم ہو جو مضارب کی ملکیت میں آ کر اس کی طرف سے فورا آزاد ہو جائے۔

ترجمہ: اور اگر یہ ایسے آدمیوں کو خریدے گا تو مضاربت کے روپیہ کا (ضامن ہوگا کہ) اسے تاوان دینا پڑے گا اور اگر مال میں نفع نہیں ہے تو اسے ان کا خریدنا جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ اگر اس نے اپنے کسی ذی رحم محرم کو خرید لیا تو وہ آزاد ہو گیا۔

ترجمہ: اور اگر دونوں نے یہ شرط کر لی ہے کہ خریدی ہوئی چیز دونوں میں تین تہائی سے بٹی (یعنی ایک کے دو حصے ہوں گے اور دوسرے کا ایک حصہ تو نفع بھی اسی حساب سے تقسیم ہوگا)۔

ایندھن لانے اور گھاس جمع کرنے اور شکار کرنے میں شرکت درست نہیں ہے۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک اسے بیچ کر سکتا ہے۔ کنز کی شرح عینی میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: پھر اگر (خریدنے کے بعد) اس کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کا حصہ اس میں سے آزاد ہو جائے گا اور مضارب کے ذمہ رب المال کا کچھ نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ اس میں مضارب کی کوئی خطا نہیں ہے نہ قیمت کے بڑھنے میں اور نہ اس کے اپنے حصے کے مالک ہونے میں بلکہ یہ صورت تو حکم شریعت کی وجہ سے پیش آگئی ہے۔ کذا فی الہدایہ والنہایہ۔

ترجمہ: اور یہ آزاد شدہ اپنی قیمت میں سے رب المال کے حصہ کی قیمت ادا کرنے میں کوشش کرے اور جب مضارب نے مضاربت کے طور پر کسی دوسرے شخص کو روپیہ دے دیا حالانکہ رب المال نے اسے اس کی اجازت نہیں دی کہ جس طرح تیری سمجھ میں آئے کرنا تو محض (روپیہ) دینے سے اس پر تاوان نہ آئے گا۔ اور نہ دوسرے مضارب کے محض تصرف کرنے سے یہاں تک کہ اس میں کچھ نفع ہو جائے اور جب نفع ہو جائے گا تو پہلا مضارب رب المال کے حق کا ضامن ہو جائے گا۔

فائدہ: یہ روایت امام ابوحنیفہؒ سے حسنؒ نے کی ہے کہ نفع ہونے پر ضامن ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ دوسرے مضارب کے تصرف کرنے ہی سے پہلا مضارب ضامن ہو جائے گا خواہ نفع ہو یا نہ ہو اور ظاہر الروایہ امام ابوحنیفہؒ سے یہی ہے۔ ہدایہ اور جوہرہ میں اسی طرح ہے۔

تقسیم نفع کی صورتیں: **ترجمہ:** اور جب رب المال نے نصفا نصفی نفع پر مضارب کو روپیہ دے دیا اور پھر اسے یہ اجازت دے دی کہ تو یہ روپیہ مضاربت کے طور پر اور کسی کو دے دیا اور اس نے (اپنی طرف سے) تہائی نفع پر دے دیا تو بھی جائز ہے پس اگر رب المال

نے اپنے مضارب سے یہ کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ اس میں نفع دے گا وہ ہم تم نصفا نصف سے لیں گے (تو اس صورت میں) اس رب المال کو نصف نفع ملے گا۔ اور دوسرے مضارب کو تہائی (کیونکہ پہلے مضارب نے اس کا تہائی نفع ٹھہرا دیا تھا) اور پہلے مضارب کو (نفع کا) چھٹا حصہ۔

اگر رب المال نے اس طرح کہا تھا کہ جو نفع اللہ تعالیٰ تجھے دے گا وہ ہم تم دونوں نصفا نصف کر لیں گے تو (اس صورت میں) دوسرے مضارب کو تہائی (نفع) ملے گا اور جو بچے گا رب المال اور پہلا مضارب نصفا نصف لے لیں گے۔

اگر (رب المال نے) یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ نفع دے گا اس میں سے نصف میرا ہے پھر پہلے مضارب نے دوسرے کو بھی نصف ہی نفع پر دے دیا تو (اس صورت میں) نصف نفع دوسرے مضارب کا ہوگا اور نصف رب المال کا اور پہلے مضارب کو کچھ نہ ملے گا۔

اگر دوسرے مضارب نے (اپنے لیے) دو تہائی نفع ٹھہرا لیا ہے تو نصف نفع رب المال لے لے گا۔ اور نصف دوسرا مضارب۔ اور اس دوسرے مضارب کو پہلا مضارب اپنے مال میں سے نفع کے چھٹے حصے کے دینے کا ضامن ہوگا۔

<u>مضاربت کب ختم ہو جاتی ہے</u> ٭ جب رب المال یا مضارب مر گیا تو مضاربت باطل ہو گئی اور جب رب المال اسلام سے مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا تب بھی مضاربت باطل ہو جاتی ہے۔

فائدہ: پہلی صورت میں مضاربت باطل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ مضاربت اصل میں توکیل ہے اور موکل کے مرنے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے اور اسی طرح وکیل کے مرنے سے بھی۔ ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

مرتد ہونے کی حالت میں اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس کے دارالحرب میں چلے جانے کا حاکم نے بھی حکم کر دیا ہے تو جس روز وہ مرتد ہوا تھا اسی روز سے مضاربت باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ سرکاری حکم ہونے پر وہ کسی چیز کا مالک نہیں رہتا بلکہ اس کے وارث ہو جاتے ہیں۔ پس یہ مثل اس کے مرنے کے ہو جاتا ہے اور اگر سرکاری حکم نہیں ہوا تو وہ مضاربت موقوف رہتی ہے۔ جوہرہ نیرہ

دونوں کے موکلوں کی طرف راجع ہوں گے۔

وکیل کے تصرفات: وہ معاملات جو وکلاء کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔

ایک وہ کہ جن کو وکیل اپنی طرف منسوب کرتا ہے جیسے خرید و فروخت، اجارہ پس ان کے حقوق وکیل ہی کی طرف راجع ہوتے ہیں نہ کہ موکل کی طرف۔ پس وکیل ہی مبیع کو (مشتری کے) سپرد کر دے گا اور وہی قیمت وصول کرے گا اور جب کوئی چیز خریدے گا تو اسی سے قیمت طلب کی جائے گی اور وہی مبیع پر قبضہ کرے گا اور اسی سے (مبیع کے اندر) عیب (وغیرہ ہونے) میں جھگڑا کیا جائے گا۔

دوسرے وہ کہ جن کو وکیل اپنے موکل کی طرف منسوب کرتا ہے جیسے نکاح، خلع، دم عمد سے صلح کرنی کیونکہ ان کے حقوق موکل کی طرف راجع ہوتے ہیں نہ کہ وکیل کی طرف۔

پس شوہر کے وکیل سے مہر کا مطالبہ نہیں ہو سکتا اور نہ عورت کے وکیل پر اس عورت کا (خاوند کے) سپرد کرنا لازم ہے اور اگر (خود) مشتری سے قیمت مانگے تو مشتری کے لیے جائز ہے کہ اس کو قیمت نہ دے۔

فائدہ: کیونکہ یہ موکل بیع اور اس کے حقوق کی بہ نسبت بالکل اجنبی ہے اور اس کا مختار کار وہ وکیل ہی ہے ہدایہ اور جوہرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر مشتری نے موکل کو قیمت دے دی تو جائز ہے (قیمت ادا ہو جائے گی) اور وکیل کو دوبارہ اس سے قیمت مانگنی جائز نہیں ہے۔

اگر کوئی کسی شخص کو کسی چیز کے خریدنے کے لیے وکیل کرے تو ضرور ہے کہ اس کی جنس اور صفت بتا دے اور اس کی قیمت معین کر دے ہاں اگر اس نے اس کو مختار عام کر دیا اور یہ کہہ دیا ہے کہ جو کچھ دیکھے میرے لیے خرید لے (تو اس صورت میں قیمت وغیرہ معین کرنے کی ضرورت نہیں ہے)

جب وکیل نے کوئی چیز خریدی اور اس پر اپنا قبضہ کر لیا۔ پھر اس میں کوئی عیب معلوم ہوا تو جب تک یہ مبیع اس کے قبضہ میں ہے اس عیب کی وجہ سے اس کا واپس کر دینا جائز ہے۔

اگر اس نے موکل کے سپرد کر دی تھی تو اب بغیر موکل کی اجازت کے اس کو واپس نہ

تصدیق کر لینے سے اس کی وکالت ثابت ہو گئی ہے کیونکہ اس کا تصدیق کرنا اپنے ذمہ اقرار کر لینا ہے۔

ترجمہ: پس اگر وہ موکل آ گیا اور اس نے (بھی) اس وکیل کی تصدیق کر لی تو جائز ہے ورنہ وہ مقروض اسے دوبارہ روپیہ ادا کرے اور خود پھر وکیل سے وصول کرے اگر اس کے پاس روپیہ ہو۔

فائدہ: اور اگر وکیل کے پاس نہ ہو تو پھر اس سے کچھ نہیں لے سکتا۔ ہاں اگر دیتے وقت کسی کو ضامن کر لیا تو اب اس ضامن کو پکڑے۔

ترجمہ: اور اگر کوئی کہے کہ میں (فلاں کی طرف سے) امانت وصول کرنے کا وکیل ہوں اور امانت دار اس کی تصدیق کرے تو اس کو امانت دے دینے کا قاضی حکم نہ دے۔

کتاب الکفالہ

کفالت (یعنی ضمانت) کا بیان

ترجمہ: کفالت کی دو قسمیں ہیں ایک کفالت جان کی (جسے حاضر ضامنی کہتے ہیں) دوسری کفالت مال کی (یعنی مال کا ضامن ہو جانا)

حاضر ضامنی ✱ اور جان کی کفالت کر لینی جائز ہے اور اس میں مکفول بہ (یعنی جس کی کفالت کی ہے اس) کو حاضر کرنا ہوتا ہے اور کفالت اس وقت منعقد (اور صحیح) ہو جاتی ہے کہ جب کسی نے اس طرح کہا کہ میں فلاں آدمی کے نفس کا ضامن ہو گیا یا اس کی گردن یا اس کی روح یا اس کے بدن یا اس کے سر یا اس کے نصف یا اس کے تہائی (بدن) کا ضامن ہو گیا اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ میں اس کا ضامن ہوں یا وہ میرے ذمہ ہے یا میری طرف ہے یا کہا میں اس کا ذمہ دار ہوں یا اس کا میں کفیل ہوں پس اگر کفالت میں مکفول بہ کو کسی خاص وقت پر سپرد کر دینے کی شرط کر لی ہے تو اس وقت پر جب مکفول لہ اس کو طلب کرے گا تو اسے کفیل پر اس کو حاضر کر دینا لازم ہو گا۔ پس اگر اس نے حاضر کر دیا تو خیر ورنہ اس (کفیل) کو

قید کر لے گا اور اگر اس نے اسے حاضر کر کے ایسی جگہ اس کے سپرد کر دیا ہے کہ وہ مکفول اس سے جھگڑ سکتا ہے تو یہ کفیل (اپنی) کفالت سے بری ہو جائے گا۔

فائدہ: اور اگر کسی ایسی جگہ اس کے سپرد کر دیا ہے کہ وہ وہاں جھگڑا نہیں کر سکتا مثلاً کہیں جنگل وغیرہ میں سپرد کر دیا تو اس صورت میں یہ کفیل کفالت سے بری نہ ہو جائے گا۔

ترجمہ: اور اگر کوئی اس بات کا کفیل ہوا کہ وہ مکفول کو قاضی کے اجلاس میں سپرد کر دے گا۔ پھر اس نے اسے بازار میں سپرد کر دیا تو وہ بری ہو جائے گا۔ اور اگر جنگل میں سپرد کر دے گا تو بری نہ ہوگا تو بری نہ ہوگا اور مکفول به مر جائے تو کفیل بالنفس (یعنی حاضر ضامنی والا) کفالت سے بری ہو جائے گا اور اگر کوئی کسی کا اس شرط سے کفیل ہوا کہ میں نے اسے فلاں وقت حاضر نہ کیا تو جو اس کے ذمہ ہے میں اس کا ضامن ہوں۔ اور اس کے ذمہ ہزار روپیہ تھے پھر اس نے اسے اس وقت حاضر نہ کیا تو وہ روپیہ اس ضامن پر لازم نہ ہوگا اور یہ اس کے حاضر کرنے کی کفالت سے بری نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ اس کے ذمہ کفالت کی وجہ سے مال کا واجب ہونا اس کے حاضر کرنے کی کفالت کے منافی نہیں اس وجہ سے کہ ان میں سے ہر کفالت اطمینان کے لیے ہے اور جب اس نے مال کے ضامن ہونے کو اس کے حاضر نہ کرنے کی شرط پر معلق کر دیا تو یہ تعلیق درست ہو گئی اور جب وہ شرط پائی گئی تو مال اس کے ذمہ لازم ہو گیا ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدود اور قصاص میں حاضر ضامنی کرنی جائز نہیں ہے لیکن مال کی ضمانت جائز ہے خواہ وہ جس کی ضمانت کی جاتی ہے معلوم ہو یا نہ ہو مگر وہ دین صحیح ہو۔

فائدہ: یعنی ایسا دین ہو جو بغیر ادا کیے یا بغیر قرض خواہ کے معاف کیے ذمہ سے ساقط نہ ہو۔ جیسے خریدی ہوئی چیزوں کی قیمتیں اور جنایتوں کے تاوان بخلاف دین کتابت کے وہ دین ضعیف ہے کیونکہ وہ باوجود اپنے منافی یعنی رقیت کے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور اسی واسطے مکاتب اپنے آپ کو عاجز کر کے اس بدل کتابت کو ساقط کر دینے کا خود مختار ہوتا ہے کفایہ۔

مالی ضمانت ٭ **ترجمہ:** مثلاً کوئی یہ کہے کہ اس کی طرف سے میں ہزار درہموں کا ضامن ہوں یا (یہ کہے کہ) جو کچھ تمہارا اس کے ذمہ ہے یا جو کچھ تمہارا اس بیع میں چاہیے ہوگا (میں اس

کا ضامن ہوں) اور مکفول لہٗ کو اختیار ہے چاہے اس سے طلب کرے جس کے ذمہ اصل روپیہ ہے اور چاہے اس کفیل سے طلب کرے۔ اور کفالت کو شرطوں پر معلق کرنا جائز ہے۔

فائدہ: لیکن وہ شرط اس کا سبب اور اس کے مناسب ہونی چاہیے۔

ترجمہ: مثلاً کوئی کہے کہ جو چیز تم فلانے کے ہاتھ بیچو تو اس کی قیمت میرے ذمہ ہے یا (کہے کہ) جو تمہارا اس کے ذمہ واجب ہو وہ ادا کرنا میرے ذمہ ہے یا (کہے کہ) تمہاری جو چیز فلاں آدمی مار لے تو وہ میرے ذمہ ہے اور اگر کسی نے یہ کہا کہ تمہارا جو کچھ اس کے ذمہ ہو میں اس کا ضامن ہوں۔ پھر اس کے ذمہ ایک ہزار روپیہ کا ہونا گواہوں سے ثابت ہو گیا تو ان ہزار روپیہ کا یہ شخص ضامن ہوگا اور اگر گواہوں سے ثبوت نہیں ہوا تو پھر اس کفیل کا کہنا مع اس کی قسم کے معتبر ہوگا (یعنی اسے قسم دی جائے گی) اس مقدار میں کہ جس کا مکفول عنہ اقرار کرتا ہو اور اگر مکفول عنہ نے اس سے زیادہ کا اقرار کر لیا تو اس کے کفیل کے مقابلہ میں اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ یہ دوسرے کے ذمہ ہونے کا اقرار کرتا ہے اور اس کا اسے اختیار نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ اپنے ذمہ ہونے کا اقرار کرے تو چونکہ اس کا اسے اختیار ہے اس لیے اس میں اس کی تصدیق کر سکتے ہیں جوہرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: مکفول عنہ کی اجازت اور بے اجازت (دونوں طرح) کفالت جائز ہے۔ پس اگر اس کی اجازت سے کفیل ہوا ہے تو جو کچھ کفالت کی وجہ سے دیا ہو وہ پھر مکفول عنہ سے لے اور اگر اس کی بے اجازت کفیل ہو گیا تھا۔ تو اب اپنا دیا ہوا اس سے نہ لے۔

فائدہ: پہلی صورت میں تو لینے کی یہ وجہ ہے کہ اس نے اس کا قرض اس کی اجازت سے ادا کیا ہے اس لیے واپس لے لے اور دوسری صورت میں نہ لینے کی یہ وجہ ہے کہ اس نے احسان کرنے کے طور پر ادا کر دیا ہے اور احسان کرنے والا واپس نہیں لیا کرتا۔ کفایہ

ترجمہ: اور کفیل کو جائز نہیں ہے کہ مکفول عنہ کی طرف سے روپیہ ادا کرنے سے پہلے اس سے روپیہ کا مطالبہ کرے پس اگر مال کے کفیل (یعنی ضامن) کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو اسے اپنے مکفول عنہ کو گرفتار کر لینا جائز ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے اس (مطالبہ) سے بری کرا دے۔

فائدہ: کیونکہ اصل میں مکفول عنہ ہی ہے اسی نے اس جنجال میں پھنسایا ہے لہٰذا اس کا بری کرانا بھی اسی کے ذمہ ہے اور اگر کفیل پر سخت تقاضہ ہو تو وہ بھی اپنے مکفول عنہ پر سخت تقاضہ کرے۔ عنایہ وغیرہ۔

ترجمہ: اور جب طالب (یعنی روپیہ والے) نے مکفول کو بری کر دیا یا اس سے اپنا قرضہ وصول کر لیا تو یہ کفیل (بھی) بری ہو جائے گا اور اگر اس نے کفیل کو بری کر دیا ہے تو مکفول عنہ بری نہ ہوگا۔

فائدہ: اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفیل تابع ہے اور وہ اصل ہے اور اصل اپنے تابع کے حکم میں نہیں ہوتا۔

ضمانت کے متفرق مسائل ✱ **ترجمہ:** اور کفالت سے بری کرنے کو کسی شرط پر معلق کرنا جائز نہیں ہے اور جو حق کفیل سے پورا ہونا ممکن نہ ہو تو اس کی کفالت درست نہیں ہے جیسے حدود اور قصاص۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نفس حدود قصاص کا کسی کو کفیل ہونا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں نیابت جاری نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ اسی کے ذمہ لازم ہوتی ہے جو خطا کر کے اسے اپنے ذمہ لیتا ہے۔ ہدایہ

ترجمہ: اور اگر کوئی مشتری کی طرف سے قیمت کا ضامن ہو گیا تو یہ کفالت جائز ہے۔ اور اگر کوئی بائع کی طرف سے مبیع کا ضامن ہوا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے لادنے کے واسطے کوئی گھوڑا وغیرہ کرایہ پر لیا۔ اگر گھوڑا وغیرہ معین نہیں ہے تو لادنے کی کفالت درست نہیں ہے اور اگر معین ہے تو وہ کفالت درست ہے۔

فائدہ: کیونکہ جانور غیر معین ہونے کی صورت میں کفیل اس پر لادنے سے عاجز ہے۔ اس لیے کہ وہ اس کی ملک میں نہیں ہے ہاں اگر جانور معین ہے تو پھر اپنے جانور پر لاد سکتا ہے۔ عنایہ

ترجمہ: اور کفالت بغیر اس کے درست نہیں ہوتی کہ مکفول لہ اسی مجلس عقد میں (یعنی جہاں کفالت کی بابت گفتگو ہوئی ہے) اس کفالت کو قبول کرے لیکن ہاں ایک مسئلہ میں اور وہ یہ مسئلہ یہ ہے کہ بیمار اپنے وارث سے کہے کہ میرے ذمہ جس قدر قرض ہے تم میری طرف سے اس کے کفیل ہو جاؤ تو یہ (وارث) باوجود قرض خواہوں کے نہ ہونے کے ان کا کفیل ہو گیا تو

اور محتال قرض خواہ کو یعنی جس کا دوسرے پر قرض اتارا جائے اور محتال علیہ وہ ہے کہ جس پر قرض اتارا جائے اور یہ کفیل کے درجہ میں ہوتا ہے۔

ترجمہ: اور جب حوالہ پورا ہو جائے تو محیل قرض سے بری ہو جاتا ہے۔

فائدہ: یعنی جس وقت محتال نے حوالہ کو قبول کر لیا تو محیل قرض اور اس کے مطالبہ دونوں سے بری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح درمختار میں ہے۔

ترجمہ: اور محتال لہٗ (یعنی وہی قرض خواہ) پھر محیل پر تقاضا نہ کرے ہاں اگر اس کا حق تلف ہو گیا ہے اور حق تلف ہونا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو طرح ہے یا تو محتال علیہ حوالہ کا انکار کر دے اور حلف کر جائے اور اس (قرض خواہ) کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہ ہو یا وہ محتال علیہ مفلسی کی حالت میں مر جائے اور کچھ نہ چھوڑے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ دونوں صورتیں بھی ہیں اور تیسری ایک اور صورت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی زندگی ہی میں حاکم اس کے مفلس ہونے کا حکم دے دے اور اگر محتال علیہ نے (اپنے) حوالہ کا روپیہ محیل سے طلب کیا اور محیل نے یہ کہا کہ میں نے تجھ پر اسی روپیہ کی حوالت کی تھی جو تیرے ذمہ میرا قرض تھا تو اس محیل کا یہ کہنا معتبر نہ ہوگا اور اس روپیہ کی برابر اسے دینا پڑے گا اور اگر محیل نے محتال لہٗ سے وہ روپیہ مانگا جس کی اس نے حوالت کرائی تھی اور یہ کہا کہ میں نے تجھے اس واسطے دلوایا تھا تا کہ تو اسے میرا سمجھ کر میری طرف سے قبضہ کر لے اور وہ محتال کہے کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے وہی روپیہ دلوایا ہے جو تیرے ذمہ میرا قرض تھا تو اس صورت میں قسم کے ساتھ محیل کا قول مانا جائے گا۔

ہنڈی کا حکم ✱ سفاتج مکروہ ہے اور سفتجہ اس قرض کو کہتے ہیں کہ جس کا دینے والا رستہ کے خوف سے امن میں ہو جائے۔

فائدہ: سفتجہ قریب ہنڈی کے ہے کیونکہ ہنڈی بھی ایک شہر سے دوسرے شہر کو بھیجتے ہیں تو جہاں سے ہنڈی آتی ہے وہاں روپیہ داخل کرنے والا گویا قرض دینے والا ہے اور وہ راستہ کے خوف سے بے فکر ہو جاتا ہے۔ بلکہ دوسرے شہر میں جا کر اس ہنڈی کے ذریعہ سے روپیہ وصول کر لیتا ہے اور یہ مکروہ تحریمی ہے اور اسی حکم میں حتی آ رہا ہے۔

فائدہ: کیونکہ مدعی نے جس چیز کا دعویٰ کیا ہے اسے یہ اپنا حق سمجھتا ہے اور یہ چیز جس پہ صلح ہوئی ہے اپنے اس حق کے بدلے میں لیتا ہے جبکہ یہ معاوضہ ہے۔

ترجمہ: اور اگر صلح سے انکار یا سکوت کسی گھر پر ہوئی تو اس میں شفعہ لینا جائز نہ ہوگا۔ اور اگر کسی گھر پر صلح بعد اقرار ہوئی تو اس میں شفعہ واجب ہوگا اور اگر اقرار سے صلح ہوئی تھی پھر اس صلح کی چیز میں کوئی حصہ دار نکل آیا تو مدعا علیہ اس (حصہ دار کے) حصہ کے موافق (مدعی سے اپنا دیا ہوا) عوض واپس کرے۔ اور اگر صلح انکار یا سکوت سے ہوئی تھی پھر اس متنازعہ فیہ کا کوئی حقدار نکل آیا تو بدل اس حقدار کو واپس کرے اور پھر اس حق دار سے جھگڑے اور کوئی جزوی حصہ دار نکلا ہے تو اسی کے حصہ کے موافق واپس کر دے اور پھر اس حصہ کی مقدار میں اس حصہ دار سے نپٹ لے اور اگر کسی نے ایک مکان میں (اپنا حق ہونے کا) دعویٰ کیا اور اس کی تفصیل کچھ نہیں بیان کی پھر اس میں سے کسی چیز پر صلح ہوئی بعد اس کے اس مکان کا کوئی جزوی حصہ دار نکل آیا تو مدعی اس عوض میں سے کچھ واپس نہ کرے۔

فائدہ: کیونکہ جب اس نے تفصیل نہیں کی تو ہو سکتا ہے کہ اس کا دعویٰ اس میں بجز اس حصہ دار کے حصے کے بعد باقی رہا ہو بخلاف اس صورت کے کہ جب کوئی اپنے سارے ہی مکان کا حقدار نکل آئے تو اس وقت مدعا علیہ سے اپنا دیا ہوا لے لیگا۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اور مال کے دعووں سے اور منافع سے اور جنایت عمد اور جنایت خطا سے صلح کرنی جائز ہے اور حد کے دعویٰ سے جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے بندہ کا حق نہیں ہے اور دوسرے کے حق کا بدلہ لینا جائز نہیں ہے پس اگر کسی نے زانی یا چور یا شرابی کو پکڑا اور حاکم کے پاس لے جانے کا ارادہ کیا اور اس ماخوذ نے کچھ مال پر صلح کر لی تا کہ یہ اسے چھوڑ دے تو یہ صلح باطل ہے اور اس لینے والے کو چاہیے کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ واپس کر دے۔ (حاشیہ چلپی)

ترجمہ: اور اگر کوئی مرد کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے (یعنی یہ کہے کہ یہ میری بیوی ہے اور وہ انکاری ہے) پھر وہ عورت اسے کچھ مال دے کر اس سے صلح کر لے یہاں تک کہ یہ اس دعوے کو چھوڑ دے تو یہ صلح جائز ہے اور یہ خلع کے حکم میں ہوگی اور اگر کسی عورت نے کسی

مرد پر نکاح کا دعویٰ کیا (کہ اس نے مجھ سے نکاح کر رکھا ہے) اور وہ مرد اسے کچھ دے کر صلح کرنے لگے تو یہ جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ مرد کا یہ روپیہ وغیرہ دینا دعویٰ چھڑانے کے لیے ہے پس اگر اس دعوے کے چھوڑنے کو عورت کی طرف سے فرقت کے لیے ٹھہرائیں تو فرقت میں روپیہ وغیرہ مرد نہیں دیا کرتا بلکہ عورت دیا کرتی ہے اور اگر اسے فرقت کے لیے نہ ٹھہرائیں تو فرقت پھر اس روپیہ کے بدلہ میں کوئی چیز نہیں لہٰذا یہ درست نہیں ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور اگر ایک آدمی نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے۔ اور اس نے کچھ روپیہ اسے دے کر صلح کر لی تو یہ صلح جائز ہے (یعنی جب کہ مدعا علیہ کا نسب معلوم نہ ہو) اور مدعی کے حق میں یہ مال کے بدلے آزاد کرنے کے حکم میں ہوگا۔ اور اگر کسی ایسی چیز پر صلح ہو جو دوسرے کے ذمہ بطور قرض کے تھی تو اسے معاوضہ پر محمول نہ کریں گے بلکہ یوں کہیں گے کہ مدعی نے اپنا حق کچھ لے لیا ہے اور کچھ چھوڑ دیا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کے دوسرے کے ذمہ ایک ہزار درہم (یا روپیہ) کھرے تھے اور اس نے پانچ سو کھوٹوں پر صلح کر لی تو جائز ہے۔

فائدہ۔ اور ان پانچ سو کو یہ نہ کہیں گے کہ ان ہزار کا معاوضہ ہے بلکہ یوں کہیں گے کہ مدعی نے پانچ سو چھوڑ دیے ہیں اور پانچ سو لے لیے ہیں۔

ترجمہ: اور یہ ایسا ہو جائے گا کہ گویا اس نے اپنا کچھ حق اسے معاف کر دیا ہے۔ اور اگر وہ ایک ہزار سو جل پر صلح کر لے تب بھی جائز ہے اور اس کا یہ مطلب ہوگا کہ گویا اس نے اپنے حق ہی میں مہلت دے دی ہے اور اگر وہ (انہی ایک ہزار روپیہ میں) ایک مہینے کی مہلت سے اشرفیوں پر صلح کرنے لگے تو یہ جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ مدعا علیہ کے ذمہ قرض کی اشرفیاں دینی لازم نہ تھیں اور نہ اس صورت کو حق کی مہلت دینے پر محمول کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مدعی کا حق روپوں میں تھا نہ کہ اشرفیوں میں اور ان اشرفیوں کے معاوضہ ہونے کے سوا اور کوئی وجہ نہیں ہے اور یہاں معاوضہ ہو نہیں سکتا کیونکہ روپوں کو اشرفیوں سے ادھار بیچنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس سے سود ہونا لازم آتا ہے۔ لہٰذا

یہ صلح درست نہ ہوگی۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اور اگر کسی کے (دوسرے کے ذمہ) ایک ہزار روپیہ مؤجل تھے پھر وہ اسی وقت پانچ سو ل جانے پر صلح کرتے تھے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر کسی کے ایک ہزار درہم سیاہ تھے پھر وہ پانچ سو سفید پر صلح کرتے تھے تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے کسی سے صلح کرنے کے لیے دوسرے آدمی کو وکیل کر لیا اور اس نے صلح کرلی تو یہ صلح کا روپیہ وکیل کے ذمہ لازم نہ ہوگا اگرچہ وہ خود ہی اس کا ضامن (بھی) ہوگیا ہو بلکہ وہ روپیہ مؤکل پر لازم ہوگا۔

بلا اجازت صلح کرانے کا حکم ✱ اگر وکیل نے مؤکل کی طرف سے اس کی بلا اجازت کسی چیز پر صلح کرلی ہے تو اس کی چار صورتیں ہیں:

① اگر مال پر صلح کی اور خود ہی اس کا ضامن (بھی) ہوگیا تو یہ صلح پوری ہو جائے گی۔

② اگر یہ کہا کہ میں ان دو ہزار پر صلح کرتا ہوں یا اس غلام پر صلح کرتا ہوں تو یہ صلح (بھی) پوری ہو جائے گی اور غلام یا ان دو ہزار روپوں کا مدعی کے سپرد کر دینا اس کے ذمہ لازم ہوگا۔

③ اگر یہ کہا کہ میں ان ہزار روپیہ پر صلح کرتا ہوں اور وہ ہزار روپیہ مدعی کے سپرد بھی کر دیئے تو یہ صلح بھی درست ہے۔

④ اگر یہ کہا کہ میں ان ہزار روپیہ پر صلح کرتا ہوں اور وہ ہزار روپیہ مدعی کے حوالے نہیں کیے تو صلح موقوف ہے اگر مدعا علیہ نے اجازت دے دی تو ہو جائے گی اور ایک ہزار اس پر لازم آجائیں گے اور اگر اجازت نہ دی تو صلح باطل ہو جائے گی۔

صلح کے متفرق مسائل ✱ اگر دو آدمیوں کا روپیہ ایک آدمی کے ذمہ تھا پھر ان میں سے ایک نے اپنے حصہ میں ایک کپڑے پر صلح کرلی تو اب دوسرے شریک کو اختیار ہے چاہے اپنا نصف لینے کے لیے اسی کے سر ہو جائے جس کے ذمہ قرض ہے اور چاہے اپنے شریک سے نصف کپڑا لے لے۔ ہاں اگر اس کا شریک اس کے بے چوتھائی روپیہ کا ضامن ہوگیا اور اگر (ان دونوں میں سے) کوئی اپنے حصہ کا نصف روپیہ وصول کر چکا ہے تو اس کے دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ جو کچھ وہ وصول کر چکا ہے اسی میں شریک ہو جائے اور پھر دونوں باقی

کی ملک قبضہ کرنے کے بعد ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس پر تو سب کا اجماع ہے۔ کہ جواز ہبہ بدون قبضہ کے بھی ہو جاتا ہے اور ہبہ ایک چیز کے بخش دینے کو کہتے ہیں اور جو بخشے اسے واہب کہتے ہیں اور جس کے لیے بخشے اسے موہوب لہ اور وہ چیز موہوب کہلاتی ہے خواہ روپیہ پیسہ ہو یا کچھ اسباب وغیرہ ہو۔

ترجمہ: پس اگر موہوب لہ بغیر واہب کی اجازت کے اسی مجلس میں (موہوب پر) قبضہ کرلے تو جائز ہے اور اگر (اس مجلس سے) علیحدہ ہونے کے بعد قبضہ کرے تو جائز نہیں ہے ہاں اگر واہب نے قبضہ کرنے کی اسے اجازت دے دی ہو۔

ہبہ منعقد ہونے کی صورتیں ✱ ہبہ واہب کے اس طرح کہنے سے ہو جاتا ہے کہ میں نے تجھ کو ہبہ کیا یا بخش دیا یا عطا کیا یا یہ کھانا کھانے کے واسطے میں نے تجھے دے دیا۔ یا یہ کپڑا میں نے تیرا حق کر دیا۔ یا یہ چیز میں نے عمر بھر کے واسطے تجھے دے دی یا اس جانور پر میں نے تجھے سوار کر دیا۔ جس وقت کہ اس سوار کرنے سے اس نے ہبہ کی نیت کر لی ہو۔

فائدہ: یعنی ہبہ کی نیت کر لی ہوگی تو ہبہ ہو جانے کا ورنہ عاریۃً دینا قرار دیا جائے گا۔

ہبہ کی جائز و ناجائز صورتیں ✱ **ترجمہ:** اور جو چیز تقسیم ہو سکتی ہے اس کو بغیر تقسیم کیے اور دوسرے کی ملک اور غیر کے حقوق سے جدا کیے بغیر اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے اور جو مشترک تقسیم نہ ہو سکے اس کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

فائدہ: تقسیم نہ ہو سکنے سے یہ مراد ہے کہ تقسیم ہونے کے بعد وہ بالکل فائدہ اٹھانے کے قابل نہ رہے مثلاً ایک غلام ہو یا ایک گھوڑا وغیرہ ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ تقسیم ہونے کے بعد اس سے اس قسم کا فائدہ حاصل نہ ہو سکے جس قسم کا تقسیم ہونے سے پہلے ہوتا تھا۔ مثلاً کوئی چھوٹا سا گھر ہو چھوٹا سا حمام ہو یا کوئی چھوٹا کپڑا ہو۔ درمختار میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر کسی مشترک چیز (مثلاً مکان وغیرہ) کا کچھ حصہ ہبہ کر دے تو یہ ہبہ فاسد ہے۔ پس اگر اس کو (ہبہ کرنے کے بعد) تقسیم کر دیا اور موہوب لہ کو سونپ دیا تو جائز ہے۔ اور اگر کوئی آٹا گیہوں میں اور تیل تلوں میں ہبہ کرے تو یہ ہبہ (بھی) فاسد ہے اور اگر (گیہوں کو) پیس کر اس کے حوالہ کر دے تو یہ تب بھی جائز نہ ہوگا۔

فائدہ: کیونکہ ہبہ کرتے وقت تو آٹا موجود ہی نہ تھا۔ لہٰذا اب آٹا ہونے پر دوبارہ ہبہ کرنا چاہیے۔ (درمختار)

ترجمہ: اور اگر وہ چیز (جو ہبہ کی گئی ہے) موہوب لہ کے قبضہ میں (پہلے ہی سے) آگئی تو ہبہ ہونے ہی سے وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ اس پر جدید قبضہ نہ کرے اور اگر باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے (یعنی نابالغ) کو کوئی چیز ہبہ کر دی تو وہ لڑکا فقط ہبہ ہی ہونے سے اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر ایسے بچے کے لیے کسی غیر نے کوئی چیز ہبہ کی ہے تو اس پر اس کے باپ کے قبضہ کرنے سے وہ ہبہ پورا ہوگا اور اگر کسی نے ایک یتیم بچہ کے لیے کوئی چیز ہبہ کی اور اس کی طرف سے اس کی پرورش کرنے والے نے اس چیز پر قبضہ کر لیا تو وہ ہبہ ہو جائے گا۔ اور اگر بچہ اپنی ماں کی گود میں تھا اور اس کی ماں نے اس کی طرف سے قبضہ کر لی تو تب بھی ہبہ درست ہو جائے گا اور اسی طرح اگر بچہ کسی غیر کی گود میں تھا جو اس بچہ کی پرورش کرتا تھا اور اس نے اس بچہ کی طرف سے قبضہ کر لیا تو بھی یہ جائز ہے اور اگر لڑکا سمجھدار تھا اور اس نے ہبہ پر خود ہی قبضہ کر لیا تب بھی جائز ہے اور اگر دو آدمی (اپنا مشترک) ایک مکان ایک آدمی کے لیے ہبہ کر دیں تو یہ بھی جائز ہے اور اگر ایک آدمی دو آدمیوں کے لیے ہبہ کر دے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہبہ درست نہ ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ درست ہو جائے گا۔

فائدہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے درست نہ ہونے کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ کہ ایسی مشترک چیز کو جو تقسیم ہونے کے قابل ہو ان کے نزدیک ہبہ کرنا درست نہیں ہے۔

ہبہ واپس لینے کا حکم ✻ **ترجمہ**: اور اگر کسی نے ایک اجنبی آدمی کے لئے کوئی چیز ہبہ کر دی تو اس کا پھیر لینا جائز ہے لیکن اگر موہوب لہ نے اس کا کچھ معاوضہ دے دیا ہو یا اس میں اپنی کوئی چیز ملا دی ہو (جیسے ستو تھا اور اس نے اس میں اپنا گھی ملا دیا) یا واہب اور موہوب لہ میں سے ایک مر گیا یا ہبہ موہوب لہ کی ملک سے (بیع کر دینے وغیرہ کے باعث) نکل گیا ہو تو ان سب صورتوں میں بھی ہبہ واپس نہ ہوگا۔ اور اگر کسی نے اپنے ذی رحم محرم (یعنی رشتہ دار) کے لیے ہبہ کر دیا ہے تو اس کو واپس لینا ہرگز نہیں ہے اور اسی طرح اگر کوئی چیز شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو ہبہ کر دے تو وہ بھی واپس نہیں ہو سکتی۔

ہبہ بالمعاوضہ کا حکم ✵ جب موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ اپنے ہبہ کا یہ عوض لے لو۔ یا اس کا بدلہ لے لو یا اس کے مقابلہ میں لے لو پھر واہب نے اس پر قبضہ کر لیا تو اب (ہبہ کو) واپس کر لینا ساقط ہو جائے گا (اسی پر فتویٰ ہے) اور اگر موہوب لہ کی طرف سے محض سلوک کرنے کے طور پر کسی اجنبی آدمی نے اس کو کچھ معاوضہ دے دیا تب بھی واپس کر لینا ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ: کیونکہ معاوضہ دینا حق رجوع کو ساقط کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ اجنبی کی طرف سے بھی درست ہو جائے گا جیسے بدل خلع اور بدل صلح کا حکم ہے۔ جوہرہ نیرہ

ترجمہ: اور اگر (موہوب لہ کے بدلہ دینے کے بعد) نصف ہبہ کا کوئی حقدار نکل آیا تو وہ (اپنے دیے ہوئے میں سے) نصف بدلہ اور اگر نصف بدلہ کا کوئی مستحق نکل آیا تو وہ (واہب) ہبہ میں سے کچھ واپس نہ لے ہاں اگر باقی بدلے کو بھی لوٹا دے تو پھر اپنا سارا ہبہ پھیر سکتا ہے۔

فائدہ: اسی پر فتویٰ ہے لیکن اگر موہوب لہ نے ہبہ میں کوئی ایسی چیز ملا دی ہے تو پھر واہب اس ہبہ کو بھی نہیں پھیر سکے گا۔

ترجمہ: اور ہبہ کو واپس لینا درست نہیں ہے ہاں (واہب اور موہوب لہ) دونوں کی رضامندی سے یا حاکم کے حکم کرنے سے (واپس لینا جائز ہے)۔ اور ہبہ کی ہوئی چیز (موہوب لہ کے پاس) تلف ہو گئی پھر اس کا کوئی مستحق نکل آیا اور اس نے موہوب لہ سے اس کا تاوان لے لیا تو یہ (موہوب لہ) واہب سے کچھ نہیں لے سکتا۔ اور اگر کسی نے بشرط عوض کوئی چیز ہبہ کی تو دونوں عوضوں پر اکٹھا قبضہ ہونا شرط ہوگا۔ اور جب دونوں قبضہ کر لیں گے تو عقد (ہبہ) درست ہو جائے گا اور یہ ہبہ بیع کے حکم میں ہوگا کہ عیب اور خیار رویت کی وجہ سے واپس ہو سکے گا اور اس (شفیع) کو شفعہ بھی پہنچے گا۔

ہبہ عمریٰ کا حکم ✵ عمریٰ جائز ہے معمر لہ کے واسطے اس کی زندگی تک اور بعد اس کے مرنے کے اس کے وارثوں کے واسطے۔

فائدہ: عمریٰ بھی ہبہ کی قسم میں سے ہے کیونکہ عمریٰ کے یہ معنی ہیں کہ کوئی دوسرے سے یہ کہے کہ جب تک تو زندہ رہے میں نے اس مکان کو یا اور کچھ ہو تجھے مالک کر دیا اور جب تو مر جائے گا تو یہ میرا ہی ہو جائے گا۔ جبکہ ہبہ میں پھر واپس ہونے کی شرط نہیں ہوتی اور عمریٰ میں یہ

شرط ہوتی ہے لیکن اس شرط کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور اس میں موہوب لہٗ کو معمر لہٗ کہتے ہیں اور اس
چیز کو عمریٰ۔ پس یہ معمر لہٗ کی زندگی تک اسکی رہتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں
کی ہو جاتی ہے۔ کفایہ اور جوہرہ میں اسی طرح ہے۔

ہبہ کی ایک اور قسم رقبیٰ ❋ **ترجمہ:** اور رقبیٰ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک
باطل ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

فائدہ: رقبیٰ اسے کہتے ہیں کہ کوئی کہے کہ اگر میں تجھ سے پہلے مر جاؤں تو یہ چیز تیری ہے یا دو
آدمی آپس میں اس طرح کہہ لیں۔ رقبیٰ رقوب سے مشتق ہے جس کے معنی انتظار کرنے کے
ہیں۔ پس گویا وہ مالک کے مرنے کا انتظار کرے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر کسی نے ایک لونڈی ہبہ کی اور اس کے حمل کو مستثنیٰ کر لیا تو (لونڈی کا) ہبہ درست
ہو جائے گا اور (اس کے بچے میں) استثناء کرنا باطل ہوگا اور صدقہ مثل ہبہ کے ہے اور بغیر قبضہ
کئے درست نہیں ہوتا اور نہ کسی مشترک چیز کو صدقہ کرنا جائز ہے۔ جو تقسیم نہ ہو سکتی ہو۔

فائدہ: یعنی بغیر تقسیم کئے صدقہ جائز نہیں ہے بلکہ تقسیم کر کے صدقہ کرے۔

ترجمہ: اور ایک چیز دو فقیروں پر صدقہ کر دینی جائز ہے اور صدقہ میں (جس پر صدقہ کیا ہے
اس کا) قبضہ ہونے کے بعد پھیر لینا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے یہ نذر (یعنی منت) مانی کہ میں
اپنا مال صدقہ کر دوں گا تو اس پر اس قسم کے مال کا صدقہ کرنا لازم ہوگا کہ جس میں زکوٰۃ واجب
ہوتی ہے اور اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں اپنی ملک کو صدقہ کر دوں گا تو اس پر (اپنا) سارا مال
صدقہ کر دینا لازم ہوگا اور اس سے کہا جائے گا کہ تو اس میں سے اس قدر رکھ لے جو تیرے اور
تیرے بال بچوں کے خرچ کو کافی ہو اس وقت تک کہ تو اور مال کمائے اور جب تو اور مال کمالے
تو جس قدر تو نے اپنے لئے رکھا اس کے برابر اور صدقہ کرے۔

کتاب الوقف

وقف کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فقط وقف کرنے سے واقف کی ملک زائل نہیں ہوتی
(بلکہ اس کا مالک واقف ہی رہتا ہے) ہاں اگر اس کی ملک زائل ہو جانے کا حاکم حکم دے دے

منقطع ہو جائے تب بھی وقف درست ہے اور وہ بعد اس جہت (یعنی لوگوں کے) فقیروں کے لئے ہو جائے گا۔ اگرچہ اس نے ان کا نام لیا ہو۔ اور زمین کو وقف کرنا جائز ہے اور کسی چیز کو وقف کرنا جائز نہیں ہے جو منقول ہوتی اور چلتی ہو۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے ایک زمین مع بیلوں وکمیروں کے وقف کردی اور وہ کمیرے اس کے غلام تھے تو یہ وقف جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہتھیار وغیرہ وقف کرنا جائز ہے۔

احکام وقف ٭ اور جب وقف ہو جائے تو پھر اس کا بیچنا اور کسی اور کو اس کا مالک بنا دینا جائز نہیں ہے۔ ہاں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر وہ مشترک ہو اور شریک اسے تقسیم کرانا چاہے تو اسے تقسیم کر دینا درست ہے۔

فائدہ اس میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تخصیص اس لیے ہے کہ ان کے نزدیک مشترک چیز کو وقف کرنا جائز ہے اور طرفین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اور واجب (وقف میں) یہ ہے کہ پہلے وقف کے حاصل (اور منافع) کو اس کی مرمت میں صرف کیا جائے خواہ وقف کرنے والے نے یہ شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو۔ اور اگر کسی نے کوئی مکان اپنی اولاد کے رہنے کے لیے وقف کر دیا تو یہ جائز ہے اور اس کی مرمت اسی کے ذمہ ہے جو اس میں رہے۔ پس اگر وہ رہنے والا مرمت نہ کرائے یا تنگدست ہو تو اس مکان کو حاکم کرایہ پر دے دے اور اس کے کرایہ (کی آمدنی) سے اسے مرمت کرا دے اور جب اس کی مرمت ہو جائے تو پھر اسی کو دے دے جس کے لیے اس میں رہنا وقف کیا گیا ہے اور اگر وقف مکان کی کوئی دیوار وغیرہ گر جائے تو حاکم اس کے بدلے کو اسی وقف کی مرمت میں صرف کرے اگر ضرورت ہو اور ضرورت نہ ہو تو اسے (حفاظت سے) رکھ لے۔ یہاں تک کہ جب اس کی مرمت کی ضرورت ہو تو اسے اسی میں صرف کر دے اور اسے مستحقین وقف میں تقسیم کر دینا جائز نہیں ہے۔

اگر وقف (زمین) کے غلہ کو وقف کرنے والا اپنے لیے (وقف) کرے یا اس کا متولی خود ہی رہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے مسجد بنائی تو وہ (بن جانے کے بعد بھی) اسی کی ملک رہے گی

یہاں تک کہ وہ (خود) اسے مع اس کے راستہ کے اپنی ملک سے جدا کردے اور لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دے پس جب اس میں ایک آدمی (بھی) نماز پڑھ لے گا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کی ملک سے نکل جائے گی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کی ملک سے اس وقت نکلے گی جب وہ خود یہ کہہ دے کہ میں نے اسے مسجد کردیا اور اگر کسی نے مسلمان کے لیے کوئی سقایہ یا مسافر خانہ یا آمدورفت کے لیے کوئی مکان بنایا یا اپنی زمین قبرستان کے لیے وقف کردی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کی ملک رہے گی۔ یہاں تک کہ اس کے وقف ہونے کا حاکم حکم کردے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کے کہنے ہی سے اس کی ملک سے نکل جائے گی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اس سقایہ سے لوگوں نے پانی پی لیا اور اس مسافر خانہ اور اس مکان میں لوگ ٹھہرنے لگے اور اس قبرستان میں دفن کرنے لگے تو اس کی ملک سے خارج ہو جائے گی۔

کتاب الغصب

مسائل غصب کا بیان

ترجمہ: اور اگر کسی نے کوئی مثلی چیز غصب کرلی اور وہ اس کے پاس تلف ہوگئی تو اس کے ذمہ اس کے مثل تاوان دینا لازم ہوگا اور اگر وہ مثلی نہیں تھی تو اس کے ذمہ اس کی قیمت دینی لازم ہوگی۔

فائدہ: غصب کے معنی چھیننے کے ہیں اور غاصب چھیننے والے کو کہتے ہیں۔ اور مغصوب چھنی ہوئی چیز کو خواہ کچھ بھی ہو۔

ترجمہ: اور غاصب پر اس عین مغصوب کو واپس کردینا واجب ہے اور اگر غاصب نے اس کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا تو حاکم اسے قید کردے یہاں تک کہ یہ یقین ہو جائے کہ اگر وہ اس کے پاس ہوتی تو یہ اسے ضرور ظاہر کردیتا پھر اس کا بدلہ دینے کا اس پر حکم کردے اور غصب ان چیزوں میں ہوتا ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکیں۔ (جیسے چوپائے اور کپڑا وغیرہ) اور اگر کسی نے کوئی زمین غصب کرلی پھر وہ اس کے پاس تلف ہوگئی۔

فائدہ: زمین کا تلف ہونا یہ ہے کہ وہاں پر کوئی دریا آ گیا یا اس میں کھائی پڑ گئی اور کسی طرح کا نقص آ گیا۔

ترجمہ: تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کے غاصب پر تاوان نہیں ہے اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اسے تاوان دینا پڑے گا اور اگر غاصب کے کچھ کرنے یا وہاں رہنے سے اس زمین میں کچھ نقصان ہو جائے تو اس کا تاوان تینوں اماموں کے نزدیک واجب ہوگا۔ اور جب (منقول) مغصوب چیز غاصب کے ہاتھ سے (یعنی اس کے پاس) تلف ہو گئی خواہ اس نے (کچھ اس میں) کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اس پر اس کا تاوان لازم ہے اور اگر اس کے پاس کچھ اس میں نقصان آ گیا ہے تو اس نقصان کا تاوان لازم ہے اور اگر کسی نے (کسی کی) ایک بکری بغیر اجازت اس کے مالک کے ذبح کر ڈالی تو اب اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے وہ اس بکری کی قیمت اس سے لے لے اور یہ بکری غاصب کو دے دے اور چاہے اس بکری کو بھی لے لے۔ اور اس کے نقصان کا اس سے تاوان لے لے اور اگر کسی نے کسی کا تھوڑا سا کپڑا پھاڑ دیا تو وہ اس کے نقصان کا ضامن ہوگا (اور وہ کپڑا مالک کا رہے گا) اور اگر بہت پھاڑ دیا ہے کہ اب وہ کام میں نہیں آ سکتا تو اس کے مالک کو اختیار ہے کہ اس کپڑے کی پوری قیمت کا اس سے تاوان لے لے اور اگر غاصب کے فعل سے عین مغصوب ایسی بدل جائے کہ نہ اس کا وہ نام رہے (کہ جو غصب کرنے سے پہلے تھا) اور نہ اس سے اس کا اعلیٰ درجہ کا فائدہ حاصل ہو تو وہ اپنے مالک کی ملک سے نکل جائے گی۔ اور غاصب اس کا مالک ہو جائے گا۔ اور اس کا تاوان دے گا اور جب تک غاصب اس کا بدلہ ادا نہ کر دے گا تو اس کو اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہوگا اور اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً کسی نے ایک بکری غصب کر کے اسے ذبح کر ڈالا اور اس کے گوشت کے کباب کر لیے یا ویسے پکا لیا یا گیہوں غصب کیے ان کو پیس لیا۔ یا لوہا غصب کر کے اس کی تلوار بنالی۔ یا تانبا غصب کر کے اس کے برتن بنوا لیے اور یا کسی نے چاندی یا سونا غصب کر کے اس کے روپیہ یا اشرفیاں یا برتن بنوا لیے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ اپنے مالک کی ملک سے نہیں نکلیں گے (صاحبینؒ کا اس میں اختلاف ہے) اور اگر کسی نے کوئی ساکھو غصب کر کے (اسے دروازے پر رکھ لیا اور) اس پر

مغصوب باندی کا بچہ غاصب کے پاس امانت کے طور پر رہے گا اور اگر اس کے پاس (خود بخود بغیر تعدی) تلف ہو جائے تو اس پر تاوان نہ ہوگا ہاں اگر اس میں اس نے کچھ تعدی کی ہو یا مالک نے مانگا ہو اور اس نے نہ دیا ہو (تو اس پر تاوان لازم ہوگا) اور اگر بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے باندی میں کچھ نقصان آ جائے تو وہ نقصان غاصب کے ذمہ ہوگا۔ پس اگر بچہ کی قیمت سے وہ نقصان پورا ہو سکتا ہے تو اسی سے اس کو پورا کر دیا جائے گا اور غاصب کے ذمہ) سے اس کا تاوان ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ: اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً ایک باندی پانچ سو روپیہ کی تھی اور جب اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس کی قیمت چار سو روپیہ رہ گئی اور سو روپیہ کی قیمت کا وہ بچہ بھی ہے تو اس صورت میں یہ دونوں اصل مالک کے حوالے کر دیے جائیں گے اور غاصب کے ذمہ کچھ نہ ہوگا اور اگر وہ بچہ اتنی قیمت کا نہیں ہے کہ جس سے اس کی ماں کی قیمت پوری ہو جائے تو اس کمی کا ضامن غاصب ہوگا۔ (کذا فی الہدایہ)

ترجمہ: اور غاصب مغصوب کے منافع کا ضامن نہیں۔ ہاں اگر اس کے استعمال سے کچھ نقصان آ جائے تو اس نقصان کا وہ تاوان دے گا۔ اور اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کی شراب یا سور کو تلف کر دے تو ان دونوں کی قیمت کا وہ ضامن ہوگا اور اگر یہ دونوں کسی مسلمان کی ہیں اور مسلمان ہی تلف کر دے تو وہ ضامن نہ ہوگا۔

کتاب الودیعة

ودیعت وامانت کا بیان

لغت میں ودیعت کے معنی چھوڑنے کے ہیں اور شریعت میں ودیعت کے یہ معنی ہیں کہ کسی چیز کو حفاظت کے لیے ایسے شخص کے پاس رکھ دیں جو قابل تصرف ہو باوجودیکہ وہ چیز مالک ہی کی ملک کے حکم میں رہتی ہے۔

ودیعت وامانت میں فرق ❊ ودیعت اور امانت میں یہ فرق ہے کہ ودیعت تو قصداً

حفاظت کے لیے دی جاتی ہے اور امانت اس چیز کو کہتے ہیں جو بلا قصد کسی کے پاس آ جائے۔ مثلاً ہوا سے کوئی کپڑا اڑ کے کسی کی گود میں آ پڑے۔ اور ودیعت کا حکم یہ ہے کہ وہ چیز اتفاق سے مالک کے پاس پہنچ جائے تو مودع یعنی جس کے پاس ودیعت رکھی ہے اور جسے امین بھی کہہ دیتے ہیں اس کے ضمان سے بری ہو جائے گا۔ اور امانت کہ جب تک کہ خود امانتدار مالک کے حوالے نہ کرے وہ اس وقت تک بری نہیں ہوتا۔ (جوہرہ)

ترجمہ: ودیعت مودع کے پاس امانت ہوتی ہے اگر اس کے پاس تلف ہو جائے تو وہ اس کا ضامن نہ ہوگا (یعنی اس سے تاوان نہ لیا جائے گا) اور مودع کو اختیار ہے کہ یا تو اس کی خود حفاظت کرے اور یا اپنے گھر کے آدمیوں سے کرائے اور اگر اس نے اپنے گھر کے آدمیوں کے سوا اور کسی سے حفاظت کرائی یا کسی کے پاس ودیعت رکھ دی (اور وہ تلف ہو گئی) تو یہ ضامن ہوگا۔ ہاں اگر اس کے گھر میں آگ لگ جائے اور اس وجہ سے وہ اپنے ہمسایہ کے پاس رکھ دے یا وہ (مودع یعنی امین) کشتی میں تھا اور وہ کشتی ڈوبنے لگی تو اس ودیعت کو اس نے دوسری کشتی میں پھینک دیا (اور وہ تلف ہو گئی تو یہ ضامن نہ ہوگا) اور اگر مودع نے ودیعت اپنے مال میں اس طرح ملا دی کہ علیحدہ نہیں ہو سکتی تو اس کا وہ ضامن ہوگا یعنی (اس کا تاوان دے گا) اور اگر ودیعت والے نے اپنی ودیعت مانگی اور مودع نے نہیں دی حالانکہ وہ دے سکتا تھا (اور پھر تلف ہو گئی) تو اسے تاوان دینا پڑے گا اور اگر ودیعت مودع کے مال میں بغیر اس کے کئے کے مل گئی تو اس میں مودع اور مالک ودیعت دونوں شریک ہو جائیں گے اور اگر مودع نے تھوڑی سی ودیعت خود خرچ کر لی اور باقی تلف ہو گئی تو جس قدر اس نے خرچ کی ہے اس کا تاوان دے گا اور اگر مودع نے کچھ ودیعت اپنے خرچ میں لگا دی اور پھر اتنی ہی لے کر باقی میں ملا دی (پھر وہ تلف ہو گئی) تو یہ ساری کا ضامن ہوگا۔

فائدہ: یعنی جو خرچ کر لی تھی اس کا ضامن خرچ کرنے کی وجہ سے ہوگا اور باقی کا اس کو ملا دینے کی وجہ سے (کذا فی الدر المختار)

ترجمہ: اور اگر مودع نے ودیعت میں کچھ تعدی کی مثلاً ودیعت میں کوئی جانور (گھوڑا وغیرہ) تھا اور اس نے اس پر سواری کی۔ یا کپڑا تھا وہ اس نے پہن لیا۔ یا (ودیعت میں) غلام

تھا، اور اس نے اس سے خدمت لی یا کسی اور کے پاس وہ حفاظت رکھ دی اور پھر وہ تعدی موقوف کر دی اور دوسرے کے پاس سے لے کر پھر اپنے پاس رکھ لی (پھر وہ تلف ہو گئی) تو یہ اس کا ذمہ دار نہ ہوگا اور اگر صاحب ودیعت نے اس سے مانگی اور اس نے دینے سے انکار کر دیا (اور وہ تلف ہو گئی) تو یہ ذمہ دار ہوگا اور اگر اقرار بھی کر لیا تو تاوان سے بری نہ ہوگا اور مودع کو ودیعت سفر میں لے جانی جائز ہے اگرچہ اس میں بوجھ اور تکلیف ہو۔

فائدہ: یہ اس وقت ہے کہ مالک ودیعت نے سفر میں لے جانے سے منع نہ کیا ہو۔

سفر میں لے جانے کی تین صورتیں * اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ودیعت ایسی وزنی نہیں ہے کہ جس میں باربرداری کی ضرورت ہو اور راستہ بے خوف ہے تو اس صورت میں بالاتفاق لے جانی جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ودیعت وزنی ہے اور راستہ بھی بے خوف نہیں ہے تو اس صورت میں لے جانی بالاتفاق جائز نہیں۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ امانت وزنی ہے اور راستہ بے خوف ہے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لے جانی جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے (جوہرہ نیرہ)

ترجمہ: اور اگر دو آدمیوں نے ایک آدمی کے پاس کچھ ودیعت رکھی پھر ان میں سے ایک آ کر اپنا حصہ مانگنے لگا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جب تک دوسرا (حصہ والا) نہ آ جائے مودع اسے نہ دے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کا حصہ اسے دے دے اور اگر ایک آدمی نے دو آدمیوں کے پاس ایسی کوئی چیز ودیعت رکھی جو تقسیم ہو سکتی ہے تو یہ جائز نہیں ہے کہ ان میں سے ایک ساری دوسرے کے پاس رکھ دے بلکہ یہ دونوں اسے تقسیم کر لیں پھر ہر ایک اپنے اپنے نصف کی حفاظت کرے اور اگر وہ ایسی چیز ہے جو تقسیم نہیں ہو سکتی تو اس صورت میں جائز ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کی اجازت سے (اس ساری کی) حفاظت کرے اور اگر صاحب ودیعت نے مودع سے یہ کہا کہ یہ ودیعت تم اپنی بیوی کے پاس نہ رکھنا اور اس نے اس کے پاس رکھ دی (اور وہ تلف ہو گئی) تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اس نے یہ کہا کہ اس ودیعت کو تم اسی کوٹھری میں رکھنا اور مودع نے اس مکان کی دوسری کوٹھری میں رکھ دی تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر دوسرے مکان میں رکھ دی ہے تو ضامن ہوگا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حفاظت وغیرہ میں دو مکانوں کا حکم مختلف ہوتا ہے کہ کوئی زیادہ محفوظ ہوتا ہے اور کوئی کم ہوتا ہے ہاں اگر اس حکم میں دونوں برابر ہوں یا دوسرا پہلے سے بھی زیادہ ہو تو ودیعت رکھنے والے کے ذمہ تلف ہونے سے تاوان نہ آئے گا۔ (جوہرہ)

کتاب العاریة

مانگی ہوئی چیز کا بیان

ترجمہ: عاریت جائز ہے اور بغیر کسی عوض کے کسی چیز کے منافع کا مالک کر دینے کو عاریت کہتے ہیں۔

عاریت کے الفاظ ✱ وہ ان الفاظ کے کہنے سے درست ہو جاتی ہے کہ میں نے تجھے مانگے دے دی یا یہ زمین میں نے تجھے کھانے کے لیے دے دی یا یہ کپڑا میں نے تجھے بخش دیا یا یہ جانور میں نے تجھے سواری کے لیے دے دیا جس وقت کہ اس سے ہبہ کی نیت نہ کی ہو۔

فائدہ: یعنی اخیر کے دو لفظوں میں سے ہر ایک سے کیونکہ یہ دونوں لفظ اس چیز کا مالک بنا دینے کے لیے آتے ہیں اور جب ان سے ہبہ مراد نہ ہوگا تو مجازاً عاریت پر حمل کر لیے جائیں گے۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اور یہ غلام میں نے تجھے خدمت (لینے) کے لیے دے دیا۔ یا میرا گھر تیرے رہنے کے لیے ہے یا میرا گھر تیرے عمر بھر رہنے کے لیے ہے۔ اور عاریت دینے والے کو اختیار ہے کہ جب چاہے اسے واپس لے لے اور عاریت مستعیر کے پاس (یعنی جسے عاریت دی گئی ہے) امانت (کے طور پر) ہوتی ہے۔ اگر بغیر اس کی تعدی کے تلف ہو جائے تو اس پر تاوان واجب نہیں ہوگا اور مستعیر کو یہ جائز نہیں ہے کہ جو اس نے عاریتاً لی ہے اسے کرایہ پر دے دے اور اگر اس نے کرایہ پر دے دی اور وہ تلف ہو گئی تو اسے تاوان دینا پڑے گا اور اسے عاریت دینا جائز ہے۔ اس وقت کہ وہ چیز ایسی ہو کہ دوسرے کے استعمال کرنے سے اس میں کچھ فرق نہ آتا ہو اور درہم و دنانیر (یعنی روپیہ اشرفیوں) اور کیلی اور وزنی چیزوں کو عاریت دینا قرض

ہے۔ (عاریت نہیں ہے)

فائدہ: کیونکہ عاریت دینا منافع کا مالک کر دینا ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ بغیر ان کے خرچ کیے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس لیے ان میں عاریت نہیں ہو سکتی۔ (از بحر)

ترجمہ: اور اگر کوئی شخص زمین کو اس لیے عاریتاً لے تاکہ اس میں مکان بنائے یا درخت لگائے تو جائز ہے۔ اور جس نے عاریت دی ہے اسے پھر واپس لے لے جائز ہے اور یہ اس سے کہہ دے کہ وہ دیواریں اور درختوں کو اکھیڑ لے۔ پس اگر اس نے عاریت کا کوئی وقت معین نہیں کیا تھا (یعنی یہ نہیں کہا تھا کہ اتنے دنوں میں اسے واپس لے لوں گا) تو اس کے ذمہ کچھ تاوان نہیں ہے اور اگر وقت معین کر دیا تھا اور اس وقت سے پہلے لے لیا تو دیواروں اور درختوں کے اکھیڑنے سے جو نقصان ہوگا اس کا معیر مستعیر کے لیے ضامن ہوگا (یعنی جس نے عاریت دی تھی وہ جو نقصان اس کو دے گا جس نے عاریت لی تھی) اور عاریت کے واپس پہنچانے کی مزدوری مستعیر کے ذمہ ہے۔

فائدہ: یعنی اگر وہ عاریت ایسی ہے کہ قلی کے ذریعہ سے مالک کے مکان پر پہنچتی ہے تو اس قلی کی مزدوری عاریت لینے والے کے ذمہ ہے۔

ترجمہ: اور جو چیز کرایہ پر دی گئی ہو اس کے واپس پہنچانے کی مزدوری کرایہ پر دینے والے کے ذمہ ہے۔ مغصوب چیز کے واپس پہنچانے کی مزدوری غاصب کے ذمہ ہے اور ودیعت واپس پہنچانے کی مزدوری ودیعت رکھنے والے کے ذمہ ہے (یعنی مالک کے ذمہ جس نے دوسرے کے پاس ودیعت رکھی تھی) اور اگر کسی نے ایک گھوڑا عاریتاً لیا اور پھر اس گھوڑے کو اس کے مالک کے اصطبل میں پہنچا دیا۔ وہاں پر کر وہ مر گیا تو یہ ضامن نہ ہوگا اور اگر کسی نے کوئی چیز (یعنی برتن وغیرہ) عاریتاً لی اور (پھر) وہ مالک کے گھر پہنچا دی اور اس نے سپرد نہیں کی اور وہ تلف ہو گئی) تو ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر ودیعت کو (اس کے) مالک کے پاس پہنچا دی (اور اس کے سپرد نہیں کیا) اور وہ تلف ہو گئی تو ودیعت رکھنے والا ضامن ہوگا۔ واللہ اعلم

کتاب اللقیط

لاوارث بچہ کا بیان

فائدہ: لغت میں لقیط ایک گری ہوئی چیز کو کہتے ہیں اور شرع میں لقیط اس زندہ بچہ کا نام ہے جس کو فقر و فاقہ کے ڈر سے پھینک دیا ہو کہ اس کے ہونے سے اور خرچ بڑھ جائے گا۔ یا زنا کی تہمت سے بچنے کے لیے پھینک دیا ہو۔ عینی نے اسی طرح لکھا ہے اور جوہرہ میں یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ شہر میں پڑا ہوا ملا ہے تو اس کو اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر جنگل میں ہے تو اسے اٹھا لینا واجب ہے کیونکہ اس میں اس کی زندگی ہے ورنہ وہ وہاں پڑا ہوا مر جائے گا۔

ترجمہ: لقیط آزاد ہوتا ہے اور اس کے کھانے وغیرہ کا خرچ بیت المال سے دیا جائے گا اور اگر لقیط کو کسی نے اٹھا لیا ہے تو اور کسی کو اس سے لینے کا اختیار نہیں ہے پھر اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اس کا قول بلا قسم کے معتبر ہوگا۔ اور اگر دو آدمیوں نے دعویٰ کیا ہے اور ان میں سے ایک نے بدن میں کوئی علامت بیان کی تو اس (کے بیٹے) کا زیادہ حقدار یہی ہوگا اور اگر لقیط مسلمانوں کے شہر میں ملا ہے یا ان کے کسی گاؤں میں سے ملا ہے پھر ایک ذمی نے دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اس بچہ کا اس سے نسب ثابت ہو جائے گا (یعنی یہ اس کا بیٹا قرار دیا جائے گا اس کا وارث سمجھا جائے گا) اور وہ بچہ مسلمان ہوگا۔ اور اگر ذمیوں کے گاؤں میں سے ملا ہے یا کسی مندر یا گرجا گھر سے ملا ہے تو وہ ذمی ہوگا (یعنی اسے ذمی قرار دیں گے) اور اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ لقیط میرا غلام ہے یا میری لونڈی ہے تو اس کا یہ کہنا نہیں مانا جائے گا اور وہ بچہ آزاد رہے گا۔ اور اگر کسی غلام نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ لقیط میرا لڑکا ہے تو اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور وہ بچہ آزاد ہی رہے گا۔ اور اگر لقیط کے ساتھ کچھ مال بندھا ہوا ملے تو وہ لقیط ہی کا ہوگا اور لقیط کے اٹھانے والے کو (اگر وہ لقیطہ لڑکی ہے) تو اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے مال میں تصرف کرنا جائز ہے اور اس کے واسطے (یعنی اس کی طرف سے) ہبہ پر قبضہ کر لینا جائز ہے کہ کوئی پیشہ سیکھنے کے لیے کسی پیشہ ور کے سپرد کر دے اور اس سے مزدوری کرائے۔

کتاب اللقطة

گری پڑی چیز کا بیان

فائدہ: لقطہ اس کو کہتے ہیں جو کوئی چیز پڑی ہوئی مل جائے۔

ترجمہ: لقطہ پانے والے کے پاس امانت (کے طور پر) ہوتا ہے جب کہ وہ اس پر کسی کو گواہ کرلے کہ میں اس چیز کو حفاظت سے رکھنے یا اس کے مالک کے پاس پہنچا دینے کے لیے اٹھاتا ہوں۔ پس اگر وہ دس درہم سے کم (قیمت) کی ہے تو چند روز اس کی تشہیر کرے (یعنی یہ کہتا پھرے کہ یہ کس کی ہے تاکہ اس کا مالک معلوم ہو جائے) اور اگر دس درہم یا اس سے بھی زیادہ کی ہے تو اس کی تشہیر پورے سال بھر تک کرے۔ اگر اس کا مالک آ جائے (تو فبہا) اسے دے دے ورنہ اسے خیرات کر دے اور اگر اس کے خیرات کر دینے کے بعد اس کا مالک آیا تو اس مالک کو اختیار ہے چاہے اس خیرات کو بدستور رکھے اور چاہے اس اٹھانے والے سے تاوان لے لے۔

فائدہ: اگر اس نے تاوان لے لیا تو اس نے جسے خیرات دی تھی اس سے واپس نہیں لے سکتا ہاں اس کا ثواب اسے ہوگا۔

ترجمہ: بکری گائے اونٹ میں بھی لقطہ ہونا جائز ہے۔

فائدہ: یعنی اگر ان میں سے کوئی گم ہوئی کسی کو مل جائے تو اسے پکڑ لینا جائز ہے لیکن یہ حکم ایسے موقع کا ہے کہ جہاں ان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو مثلاً اس جنگل میں شیر آتا ہو یا شہر میں ہیں اور وہاں چور آتے ہوں اور اگر اس قسم کا خوف نہیں ہے تو پھر سوائے بکری کے اوروں کو پکڑنا جائز نہیں ہے۔ (جوہرہ نیرہ)

ترجمہ: اگر اس پائی ہوئی (بکری وغیرہ) پر پانے والے نے حاکم کی بغیر اجازت کے کچھ خرچ کر دیا ہے (یعنی کھلا پلا دیا ہے تو یہ مالک سے) واپس نہیں لے سکتا اور اگر حاکم کی اجازت سے خرچ کیا ہے تو اس کے مالک کے ذمہ دین ہوگا۔ اور یہ مقدمہ حاکم کے ہاں جائے تو وہ اس

میں غور کرے اگر وہ چوپایہ کچھ فائدہ کا ہے تو اسے کرایہ پر دے دے اور کرایہ ہی میں سے اس
پر خرچ کرے اور اگر فائدہ کا نہیں ہے اور یہ ڈر ہے کہ اس کا خرچ اس کی قیمت کو بھی لے
ڈوبے گا تو (خود) حاکم اسے بیچ دے اور اس کی قیمت حفاظت سے رکھ دے اور اگر اس کو
کھلانے پلانے ہی میں کچھ زیادہ مصلحت (اور فائدہ) ہے تو اس کی اجازت دے دے اور اس
خرچ کو اس کے مالک کے ذمہ دین قرار دے دے۔ پھر جس وقت اس کا مالک آئے تو اس
پانے والے کو جائز ہے کہ جب تک اس سے وہ خرچ وصول نہ کر لے وہ چوپایہ نہ دے۔ زمین
حل اور زمین حرم کا لقطہ برابر ہے۔ اور جب کوئی آدمی آکر یہ دعویٰ کرے کہ یہ لقطہ میرا ہے تو
جب تک وہ اس کے گواہ پیش نہ کر دے اس کو نہ دیا جائے پھر اگر وہ اس کی علامت بتلا دے تو
پانے والے کے لیے اس کا دینا جائز ہے۔

فوائد: علامت سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ روپے ہیں تو ان کی تعداد بتلا دے کہ اتنے روپے اور
پیسے ہیں اور اگر جانور ہے تو اس کے پاؤں وغیرہ کا رنگ بتلا دے۔

ترجمہ: اور واپس دینے میں اس پر جبر کیا جائے اور لقطہ بطور صدقہ کے مالدار کو نہ دے اور
اگر پانے والا مالدار ہے تو اسے اس کی منفعت (فائدہ اٹھانا) جائز نہیں ہے اور اگر فقیر ہے تو فائدہ
اٹھانے میں کچھ حرج نہیں ہے اور جب پانے والا خود مالدار ہے تو اسے اپنے باپ اور بیٹے اور
ماں اور بیوی پر وہ لقطہ صدقہ کر دینا جائز ہے جس وقت کہ وہ فقیر ہوں۔

کتاب الخنثیٰ

خنثیٰ کا بیان

ترجمہ: اگر کسی بچہ کے فرج اور ذکر دونوں ہوں تو وہ خنثیٰ ہے پھر اگر وہ ذکر سے پیشاب کرتا
ہے تو لڑکا (یعنی مرد کے حکم میں ہے) اور اگر فرج سے کرتا ہے تو لڑکی (یعنی عورت کے حکم
میں) ہے اور اگر (فرج و ذکر) دونوں ہی اور ایک راستہ سے پیشاب پہلے نکلتا ہے تو اس کو
پہلے ہی طرف منسوب کیا جائے گا۔

فائدہ: یعنی اگر پیشاب ذکر سے پہلے آتا ہے تو مرد ہوگا اور اگر فرج سے پہلے نکلتا ہے تو عورت ہوگی۔ کیونکہ پیشاب کا نکلنا اس امر کی دلیل ہے کہ اصلی عضو یہی ہے۔ دوسرے یہ کہ جب ایک راستہ سے پیشاب آ گیا تو بس اسی کے موافق حکم دے دیا جائے گا کیونکہ یہ پوری علامت ہے پھر اگر دوسرے راستہ سے پیشاب نکل آیا تو اس سے اس حکم میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ زیلعی میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: اور اگر دونوں سے برابر ہی آتا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زیادہ پیشاب آنے کا اعتبار نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ پیشاب کی کمی زیادتی تو مخرج کی تنگی اور فراخی کی وجہ سے ہے لہذا اس کی زیادتی سے دلیل نہیں ہو سکتی۔

ترجمہ۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جس مخرج سے زیادہ پیشاب آئے گا اسی کی طرف منسوب کیا جائے گا اور جب خنثیٰ بالغ ہو جائے اور اس کے داڑھی نکل آئے یا وہ عورتوں سے مل جائے (یعنی وہ صحبت کر لے) تو وہ مرد ہے اور اگر عورت کی چھاتیوں کی طرح اس کی چھاتی ابھر آئے یا اس کی چھاتیوں میں دودھ اتر آئے یا اسے حیض آ جائے یا حمل رہ جائے یا کوئی مرد فرج کی طرف سے اس سے صحبت کرے تو وہ عورت ہے اور اگر ان علامتوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہیں ہوئی تو خنثیٰ مشکل ہے اور جب یہ (نماز پڑھے) امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مردوں اور عورتوں کی صف کے درمیان میں کھڑا ہو۔ اور اگر اس کے پاس مال ہے تو اس کے مال سے ایک لونڈی خریدی جائے کہ وہ اس کے ختنہ کرے اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو امام بیت المال سے اس کے لیے ایک لونڈی خرید دے اور جب وہ لونڈی ختنہ کر دے تو اسے بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دے۔ اور اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک لڑکا اور ایک خنثیٰ چھوڑا تو اس کا مال امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین سہام پر تقسیم کیا جائے گا۔ دو سہام لڑکے کے اور ایک سہم خنثیٰ کا اور یہ میراث میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت ہے۔ ہاں اگر اس کے سوا کچھ اور ثابت ہو جائے اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ خنثیٰ کو نصف میراث لڑکے کی دی جائے گی اور نصف دختر کی اور یہی قول شعبی کا ہے۔ شعبیؒ کے قول کے قیاس میں صاحبینؒ

کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کل مال کے سات حصے کیے جائیں۔ چار حصے لڑکے کے اور تین حصے خنثیٰ کے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ مال کے بارہ حصے کیے جائیں سات لڑکے کے اور پانچ خنثیٰ کے۔

كتاب المفقود

گم شدہ شخص کا حکم

ترجمہ: جب کوئی شخص غائب ہو جائے اور کہیں اس کا پتہ نہ لگے اور یہ نہ معلوم ہو کہ آیا زندہ ہے یا مر گیا ہے تو قاضی ایسے شخص کو مقرر کر دے جو اس کے مال کی حفاظت کرے اور اس کا انتظام رکھے اور اس کے حقوق کو (جو لوگوں پر ہوں) وصول کرے اور اس کے مال میں سے اس کی بیوی اور اس کے چھوٹے بچوں کو خرچ دے اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان میں تفریق نہ کرائے (یعنی اس کی بیوی کو دوسرا نکاح کر لینے کا حکم نہ دے) اور جب اس کی پیدائش کے دن سے لے کر ایک سو بیس برس پورے ہو جائیں گے تو اب ہم اس کے مر جانے کا حکم دے دیں گے (اور اب فتویٰ نوے برس پر ہے) اس کے بعد اس کی عورت عدت میں بیٹھے اور اس کے جو ورثاء اس وقت میں موجود ہوں ان میں اس کا مال تقسیم کر دیا جائے اور جو وارثوں میں سے اس (حکم) سے پہلے مر گیا ہے وہ اس کی کسی چیز کا وارث نہ ہوگا اور یہ مفقود اس کا وارث نہ ہوگا جو اس کے مفقود ہونے کی حالت میں مر گیا ہو۔

توضیح: حالات و واقعات کے پیش نظر علماء احناف نے اس مسئلہ میں دوسرے ائمہ کے مسلک پر فتویٰ دیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "الحیلۃ الناجزۃ فی الحلیلۃ العاجزۃ" مولانا اشرف علی تھانوی۔

سے بنجر یا پڑی ہو اور) کوئی اس کا مالک نہ ہو یا ایسی مملوک یعنی کسی کے قبضہ میں ہو کہ اس کا مالک کوئی خاص آدمی نہ ہو اور وہ بستی سے اس قدر دور ہو کہ جب کوئی آدمی اس طرف کی آخر آبادی سے کھڑا ہو کر چلائے تو اس زمین تک اس کی آواز نہ پہنچے پس وہ موات ہے جو شخص اس کو امام سے اجازت لے کر (یعنی بادشاہ وقت کی اجازت لے کر) آباد کرے گا وہی اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر امام کی بغیر اجازت آباد کرے گا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کا مالک نہ ہوگا اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ مالک ہو جائے گا اور جیسا کہ مسلمان اس کا مالک ہو جاتا ہے اسی طرح ذمی بھی اس کو آباد کر لینے سے اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر کسی نے (بنجر) زمین کو پیہے تو ڈالے رکھا اور تین برس تک اس میں کچھ نہیں بویا بوتا تو امام اس سے لے کر اور کسی کو دے دے اور آبادی کے قریب کی زمینوں کو آباد کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وہ ان بستی والوں کے مویشیوں کے چرنے اور ان کی کھیتوں کے لدن وغیرہ ڈالنے کے لیے چھوڑ دی جائے اور اگر کسی نے جنگل میں کنواں کھدوایا تو اس کنویں کا حریم بھی اسی شخص کا ہے۔

فائدہ: حریم کنویں کے آس پاس کی زمین کو کہتے ہیں۔

ترجمہ: پس وہ کنواں گاے بکریوں (کو پانی پلانے) کے واسطے ہے (یعنی اس کا پانی ہاتھ سے کھینچا جاتا ہے) تو اس کا حریم چالیس ہاتھ کا ہوگا اور اگر وہ چرس چلانے کے واسطے ہے تو اس کا حریم ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ اور اگر وہ چشمہ ہے تو اس کا حریم پانچ سو ہاتھ کا ہوگا پس جو شخص اس کنویں کے حریم میں دوسرا کنواں کھودنا چاہے تو اس سے منع کر دیا جائے گا اور جس زمین کو فرات (یعنی کوفہ کا دریا) یا دجلہ (یعنی بغداد کا دریا) چھوڑ دے اور وہاں سے پانی ہٹ جائے تو دیکھیں کہ اگر وہاں پانی پھر آ سکتا ہے تو اس زمین کو آباد کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پانی ایسا ہٹا ہے کہ پھر نہیں آ سکتا تو وہ مثل موات کے ہے اور اگر وہ کسی کی حریم نہ ہو تو جو شخص اسے حاکم کی اجازت سے آباد کرے گا وہی اس کا مالک ہو جائے گا۔ اور اگر کسی شخص کی نہر دوسرے کی زمین پر (جاری ہو) تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حریم نہ ہوگا۔ ہاں اگر اس (کے حریم ہونے) کا ثبوت گواہوں سے ہو جائے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک اس نہر والے کے لیے اس نہر کی پٹری ہوگی جس پر وہ چل سکے اور اس نہر کی مٹی ڈال سکے۔

کتاب الماذون

تصرفات کے لیے اجازت دیئے ہوئے غلام کا بیان

ترجمۃ: جب مولیٰ (یعنی آقا) نے اپنے غلام کو اجازت دے دی (یعنی یہ کہہ دیا کہ میں تجھے تجارت کرنے کی اجازت دیتا ہوں) اور کوئی قید نہیں لگائی تو اس کا تصرف تمام (قسم کی) تجارتوں میں (بالاتفاق) جائز ہے اور اسے خریدنے اور فروخت کرنے گروی رکھنے سب کا اختیار ہے۔ اور اگر فقط ایک ہی قسم کی (تجارت کرنے کی) اجازت دی ہے اوروں کی نہیں دی تو وہ بھی ماذون ہوگا۔ اور اگر کسی (خاص) معین چیزوں کی اجازت دی ہے تو وہ ماذون نہیں ہے اور قرضوں اور غصب کی ہوئی چیزوں کی بابت ماذون کو اقرار کر لینا جائز ہے۔

فائدہ: کیونکہ اقرار کرنا تجارت کے توابع میں داخل ہے اس لیے کہ اگر اس کا اقرار درست یعنی معتبر نہ ہو تو لوگ اس سے خرید و فروخت کرنے اور معاملہ کرنے سے ضرور بچیں گے اور جب اس کا اقرار اس کی صحت کی حالت میں ہو تو اس کے ذمہ قرض ہونے یا نہ ہونے کی صورتوں کے اندر اقرار کرنے میں کچھ فرق نہیں ہے۔ ہاں اگر بیماری کی حالت میں اقرار کرے تو صحت کی حالت کا قرض مقدم سمجھا جائے گا جیسا کہ آزاد میں ہے۔ بخلاف اس اقرار کے جو تجارت کے سبب سے نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو کیونکہ اس کے حق میں یہ مثل مجور کے ہے۔ ہدایہ

ترجمۃ: اور اسے اپنا نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اپنے غلام اور لونڈیوں کا نکاح کرنا جائز ہے اور نہ یہ (غلام لونڈی کو) مکاتب کرے اور نہ کچھ لے کر آزاد کرے اور نہ کسی چیز کے عوض یا بلا عوض ہبہ کرے ہاں اگر تھوڑا سا کھانا تحفۃً دے دے تو جائز ہے یا ایسے شخص کی مہمانداری کرے کہ جس نے اس کی دعوت کی ہو۔ اس کے کیے ہوئے قرض اس کی گردن پر ہوں گے۔ قرض خواہوں کی درخواست پر ان قرضوں (کے ادا کرنے) میں اسے فروخت کر دیا جائے۔ ہاں اگر (اس کا) مولیٰ اس کا بدلہ دے دے اور اس کی قیمت ان قرض خواہوں میں حصہ رسد

تقسیم کر دی جائے اور اگر کچھ قرض پھر بھی باقی رہ جائے تو وہ اس کے آزاد ہونے کے بعد (اگر کبھی ہو جائے تو) اس سے وصول کیا جائے۔ اور اگر اس کا آقا اس پر حجر کر دے (یعنی اسے تصرف سے معزول کر دے) تو جب تک اس کی اطلاع بازار والوں کو نہ ہو جائے گی وہ مجور نہ ہوگا (اور اس کا تصرف معتبر ہوگا) اور اگر اس کا آقا مر گیا یا بالکل دیوانہ ہو گیا یا مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا تو یہ ماذون (غلام) مجور علیہ ہو جائے گا (یعنی اس کی اجازت سے معزول ہو جائے گا) اور جب یہ مجور علیہ کر دیا جائے تو جو مال اس کے قبضہ میں ہو اس کی بابت اس کا کچھ اقرار کرنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔

فائدہ: اس سے مراد یہ ہے کہ جو مال اس کے پاس ہو اگر اس کی بابت وہ یہ کہے کہ یہ میرے پاس دوسرے آدمی کی امانت ہے یا اس سے میں نے غصب کر لیا ہے یا اپنے ذمہ قرض ہونے کا اقرار کرے تو وہ قرض اور غصب وغیرہ اس مال سے ادا کر دیئے جائیں گے۔ جوہرہ

فائدہ: اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اقرار درست نہ ہوگا۔ اور جب اس کے ذمہ اس قدر قرض ہو جائے کہ جو اس کے مال اور اس (خود) کی قیمت سے بھی بڑھ جائے تو جو مال اس کے پاس ہے اس کا آقا اس کے مال کا مالک نہ رہے گا۔ پس اگر آقا اس کے غلاموں کو آزاد کرنے لگے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوں گے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ جو کچھ اس وقت ماذون کے پاس ہے اس کا آقا مالک ہو جائے گا۔ اور اگر غلام ماذون (اپنے) آقا کے ہاتھ مناسب قیمت سے کوئی چیز فروخت کرے تو جائز ہے۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت کا ہے کہ جب اس غلام کے ذمہ قرض ہو کیونکہ اس وقت اس کا آقا اس کے کسب وغیرہ سے مثل اجنبی کے ہے اور اس کے ذمہ قرض نہیں ہے تو پھر ان دونوں میں خرید و فروخت نہ ہوگی کیونکہ یہ غلام اور جو کچھ اس کے پاس ہے سب آقا کا ہے۔ جوہرہ

فائدہ: اور اگر نقصان سے بیچے تو جائز نہیں ہے اور اگر آقا اپنے ماذون غلام کے ہاتھ کوئی چیز پوری قیمت سے یا نقصان سے فروخت کرے تو یہ فروخت جائز ہے۔ پس اگر آقا نے قیمت پر اپنا قبضہ کرنے سے پہلے مبیع اس کے حوالہ کر دی تو وہ قیمت باطل ہو جائے گی کیونکہ جب آقا نے قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے مبیع اس کے حوالہ کر دی تو قیمت آقا کی طرف سے اس غلام

کے ذمہ قرض ہوتی ہے اور آقا کا غلام کے ذمہ قرض نہیں ہوا کرتا اور جب یہ قیمت باطل ہوتی تو اب یہ ایسا ہو گیا کہ گویا آقا نے بلا قیمت اس کے ہاتھ بیچ کر دی۔ اور قیمت کے باطل ہونے سے یہ مراد ہے کہ اب آقا اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ ہاں اسے بیچ واپس لینی جائز ہے۔

جوہرہ

ترجمہ: اور اگر آقا اس مبیع کو روک لے یہاں تک کہ اس کی قیمت وصول ہو جائے تو یہ جائز ہے اور اگر آقا نے غلام ماذون کو آزاد کر دیا اور اس کے ذمہ بہت سا قرض ہے تو اس کا آزاد کرنا جائز ہے اور اس کے قرض خواہوں کے لیے اس کی قیمت کا یہ آقا ذمہ دار ہوگا اور اگر اس کی قیمت دے دینے پر کچھ قرض باقی رہ جائے تو وہ اس آزاد شدہ غلام سے طلب کیا جائے اور جب ماذونہ لونڈی کے اس کے آقا سے بچہ پیدا ہو گیا تو یہ اس پر حجر ہے (یعنی وہ اذن سے معزول ہو جائے گی) اور اگر کسی لڑکے کے ولی نے اس لڑکے کو تجارت کرنے کی اجازت دے دی تو وہ خرید و فروخت میں مثل ماذون غلام کے ہے لیکن اس وقت کہ وہ لڑکا خرید و فروخت خوب سمجھتا ہو۔

كتاب المزارعة

کھیتی کرانے کا بیان

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تہائی یا چوتھائی (بٹائی) پر زمین بونے کے لیے دینا باطل ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

فائدہ: تہائی چوتھائی کا لفظ یہاں محض تبرکاً ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ جس وقت نبی ﷺ نے مخابرہ سے منع فرمایا تو زید بن ثابتؓ نے حضرت سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ مخابرہ کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا کہ تم تہائی یا چوتھائی (کی بٹائی) پر کسی کی زمین (بونے کے لیے) لے لو ورنہ اس بارے میں کمی یا زیادتی یعنی تہائی سے کم ہو یا چوتھائی سے بھی زیادہ ہو سب برابر ہے اور بعض کا قول یہ بھی ہے کہ مصنف نے یہ لفظ اس لیے بڑھا دیے ہیں کہ ان کے زمانہ میں لوگ اپنے

حصوں پر بٹائیاں کیا کرتے تھے اور باطل سے مراد یہ ہے کہ فاسد ہے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ لوگوں کو اس کی سخت ضرورت ہے اور جس کی ضرورت ہوتی ہے وہ جائز ہوتا ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور صاحبینؒ کے نزدیک مزارعت کی چار صورتیں ہیں:

① جس وقت کہ زمین اور بیج ایک کا ہو۔ اور بیل اور کام کرنا دوسرے کا تو یہ صورت جائز ہے۔

② اگر ایک کی فقط زمین ہو اور کام کرنا اور بیل اور بیج دوسرے کا تو یہ صورت بھی جائز ہے۔

③ اگر زمین اور بیج اور بیل ایک کے ہوں اور کام دوسرے کا تو یہ صورت بھی جائز ہے۔

④ اگر زمین اور بیل ایک کے ہوں اور بیج اور کام دوسرے کا تو یہ صورت باطل ہے اور مزارعت بغیر مدت معین کے کرنی جائز نہیں ہے اور یہ کہ جو پیداوار ہو وہ ان دونوں میں تقسیم ہو جائے۔ پس اگر یہ دونوں رضامند ہو کر اپنے میں سے ایک کے لیے کچھ پیمانے (غلہ کے) معین کر دیں تو یہ مزارعت باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: ایک کے لیے پیمانے معین کر دینے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً ان میں سے زمین والا یہ کہے کہ میں تو دس منگے غلہ لے لوں گا باقی خواہ اس سے کم رہے یا زیادہ رہے وہ تیرا ہے اور کاشتکار اس پر رضامند ہو جائے تو یہ صورت جائز نہیں ہے کیونکہ شاید دس منگوں سے زیادہ وہ غلہ پیدا نہ ہو اور پھر ان میں جھگڑا پڑے یا ایک کو مل جاتا اور دوسرے کو بالکل نہ ملنا بھی جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ وغیرہ)

ترجمہ: اور یہی حکم اس صورت میں ہے (یعنی جائز نہیں ہے) کہ ڈولوں یا نالیوں پر کھڑے ہوئے کھیتی کی ایک کے لیے شرط کر لیں (کیونکہ شاید اسی جگہ کے سوا اور جگہ غلہ پیدا نہ ہو) اور جب مزارعت درست ہو جائے تو پھر جو کچھ پیداوار ہوا سے دونوں اپنی شرط کے موافق آپس میں تقسیم کر لیں اور اگر اس زمین میں کچھ بھی پیداوار نہ ہو تو پھر محنت اور کاشتکار کے لیے کچھ نہیں ہے اور (جب کسی وجہ سے) مزارعت باطل ہو جائے تو اس زمین کو پیداوار بیج والے کی ہو

جائز ہے۔ پس اگر کسی نے کھجوروں کے پھل دار درخت پانی دینے کے لیے دے دیے اگر وہ پانی دینے سے بڑھتا ہے تو یہ دینا جائز ہے اور اگر اس کا بڑھنا ختم ہو چکا ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر یہ پانی دینے کی شرکت فاسد ہو جائے تو پانی دینے والے کو مزدوری ملنی چاہیے جو اس کام والوں کو دی جاتی ہے (دوران دونوں میں سے ایک کے) مرنے سے یہ شراکت باطل ہو جاتی ہے اور عذروں سے بھی ٹوٹ جاتی ہے جیسے کہ اجارہ ٹوٹ جاتا ہے۔

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

ترجمہ: نکاح ایجاب وقبول کے ایسے دو لفظوں سے ہو جاتا ہے کہ ان سے زمانہ ماضی کو بیان کیا جائے یا ایک کو زمانہ ماضی سے بیان کیا جائے اور دوسرے سے مستقبل۔

فائدہ- ماضی کے دونوں لفظ یہ ہیں مثلاً مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کر لیا ہے اور عورت کہے کہ میں نے قبول کر لیا۔ یا کہے کہ میں راضی ہوگئی اور مستقبل کے لفظ سے وہ صیغہ مراد ہے جو امر میں پایا جائے۔ جس کی مثال متن میں ہے۔

ترجمہ: مثلاً ایک (یعنی عورت) کہے کہ تو مجھ سے نکاح کر لے اور دوسرا (یعنی مرد کہے) کہ میں نے تجھ سے نکاح کر لیا۔

نکاح صحیح ہونے کی شرط ✹ مسلمانوں کا نکاح بغیر ایسے دو گواہوں کے موجود ہوئے نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں آزاد ہوں بالغ ہوں عاقل ہوں مسلمان ہوں یا ایک مرد دو عورتیں ہوں برابر ہے کہ عادل ہوں یا نہ ہوں یا (کسی کو زنا وغیرہ کی) تہمت لگانے میں سزا یافتہ بھی ہوں۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی عورت سے دو ذمیوں کی گواہی پر نکاح کر لے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نکاح جائز ہو جائے گا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جائز نہ ہوگا جب تک کہ یہ دونوں مسلمانوں کو گواہ نہ کر لے۔

جن سے نکاح حلال نہیں اور حلال ہے ✹ مرد کو اپنی ماں سے اور دادی اور نانی سے

اور بیٹی پوتی سے اگرچہ نیچے کی ہوں (یعنی پڑپوتیاں وغیرہ ہوں) نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اپنی بہن بھانجیوں سے اور نہ بھتیجیوں سے اور نہ پھوپھی اور خالہ سے جائز ہے اور نہ اپنی ساس سے خواہ اس کی بیٹی سے صحبت کر چکا ہو یا نہ کر چکا ہو۔ اور نہ اپنی اسکی بیوی کی بیٹی سے جائز ہے جس سے یہ صحبت کر چکا ہو برابر ہے کہ وہ لڑکی اس کی پرورش میں ہو یا اور کسی کی پرورش میں ہو اور نہ اپنے باپ کی بیوی (یعنی اپنی سوتیلی ماں) سے اور نہ اپنے دادے اور پردادے کی بیوی سے اور نہ اپنی (بہو) یعنی بیٹے کی بیوی سے اور نہ اپنے پوتوں کی بیویوں سے جائز ہے اور نہ اپنی رضاعی ماں سے اور نہ رضاعی بہن سے جائز ہے۔

دو (سگی) بہنوں کو صحبت میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ نہ نکاح کے ذریعہ سے اور نہ خرید کر اور نہ ایک عورت کو اور اس کی پھوپھی یا خالہ یا بھانجی یا بھتیجی کو جمع کرنا جائز ہے اور نہ ایسی دو عورتوں کو جمع کرے کہ اگر ان میں سے ایک مرد ہو تو دوسرے سے اسے نکاح کرنا جائز نہ ہو اور ایک عورت کو اس کے پہلے خاوند کی لڑکی کے ساتھ (جو دوسری عورت سے ہو) جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کسی نے کسی عورت سے زنا کر لیا تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس مرد پر حرام ہو جائیں گی۔

فائدہ: یعنی اس زانی مرد اور زانیہ عورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر اس عورت کی ماں اور بیٹی سے اسے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ جب کوئی کسی عورت کو شہوت کی حالت میں دیکھ لے یا ہاتھ لگا دے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "من مس امراۃ بشھوۃ حرمت علیہ امھا و بنتھا" اور یہی مذہب حضرت عمر اور عمران بن حصین اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم وغیرہ بہت سے صحابہؓ کا تھا۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی کو بائنہ طلاق دے دی تو اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے اس کی بہن سے اس (مرد) کو نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور نہ آقا کو اپنی لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے اور نہ عورت کو اپنے غلام سے کرنا جائز ہے۔ اور اہل کتاب (مثلاً انگریز اور یہود) کی عورت سے نکاح کرنا جائز ہے آتش پرستوں اور بت پرستوں کی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

لیکن صابیہ عورتیں اگر کسی بھی نبی (علیہ السلام) پر ایمان رکھتی ہوں اور کسی آسمانی کتاب (کے حق ہونے) کی معترف ہوں تو ان سے بھی نکاح کرنا جائز ہے۔ اور اگر ستارہ پرست ہیں اور (آسمانی) کتاب کو نہیں مانتے تو ان سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے (کیونکہ وہ مشرک ہیں) اور محرم مرد اور محرمہ عورت کو حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے (ہاں صحبت کرنا جائز نہیں ہے) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک آزاد بالغہ عاقلہ عورت کا نکاح اس کے رضامند ہونے پر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے ولی نے نہ کیا ہو خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔

فائدہ: ثیبہ شوہر دیدہ عورت کو کہتے ہیں یعنی جس کا شوہر اس سے صحبت کر چکا ہو اور اس کے باکرہ پن کو زائل کر چکا ہو۔

ترجمہ: اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ بغیر ولی کی اجازت کے نکاح نہیں ہوگا۔

نکاح اور ولایت کے متفرق مسائل ✱ باکرہ بالغہ عاقلہ لڑکی پر ولی کو زبردستی کرنا (یعنی زبردستی اور اس کی بلا رضامندی اس کا نکاح کر دینا) جائز نہیں ہے اور اگر ولی نے اس سے اجازت مانگی اور وہ خاموش ہو رہی یا ہنس پڑی یا بغیر آواز نکالے رونے لگی تو یہ اس کی طرف سے اجازت ہے۔ اور اگر اس نے (صاف) انکار کر دیا تو پھر ولی اس کا نکاح نہ کرے۔ اور جب ولی ثیبہ سے اجازت لے تو اس کی رضامندی (زبان سے) کہہ دینے کے ساتھ ہونی چاہیے (یعنی وہ کہہ دے کہ میں راضی ہوں اور اگر وہ خاموش ہو جائے تو اجازت نہ ہوگی)

جب کسی لڑکی کا باکرہ پن کودنے سے یا حیض سے یا کسی زخم سے یا زیادہ دنوں تک جنسی رہنے کے باعث سے زائل ہو جائے تو وہ کنواریوں ہی کے حکم میں ہے۔ اور اگر زنا سے زائل ہو جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تب بھی وہ کنواریوں کے حکم میں ہے۔ اور صاحبین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ثیبہ کے حکم میں ہے۔ اور جب (باکرہ کا نکاح ہونے کے بعد) شوہر نے باکرہ سے کہا کہ (تیرے ساتھ میرا) نکاح ہونے کی تجھے خبر پہنچ گئی تھی اور تو خاموش ہو گئی تھی اور اس نے کہا نہیں بلکہ میں نے تو انکار کر دیا تھا تو قول لڑکی ہی کا معتبر ہوگا اور اسے قسم نہ دی جائے گی اور نکاح میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کسی کو قسم نہ دی جائے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اس میں قسم دی جائے (کنز میں کہا ہے کہ فتوی صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر

ہے) اور نکاح ان (پانچ) لفظوں میں کسی ایک لفظ کے کہنے سے ہو جاتا ہے۔ نکاح، تزویج، تملیک، ہبہ، صدقہ۔

فائدہ: مثلاً مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کر لیا۔ تجھے اپنی بیوی بنا لیا۔ یا عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنی جان کا تمہیں مالک کر دیا یا اپنی جان تمہارے لیے ہبہ کر دی یا صدقہ کر دی تو ان لفظوں سے نکاح ہو جائے گا۔ اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ بیع کے لفظ سے بھی نکاح ہو جاتا ہے اور یہی صحیح بھی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنی جان تمہارے ہاتھ بیع کر دی یا اس کا باپ کہے کہ اتنے مہر کے عوض میں نے اپنی لڑکی تمہارے ہاتھ بیچ دی تو اس سے بھی نکاح ہو جائے گا۔

ترجمہ: اور اجارہ اور اعارہ اور اباحت کے لفظ سے نکاح نہیں ہوتا۔ اور جب نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کا نکاح ان دونوں کا ولی کر دے تو وہ نکاح ہو جائے گا خواہ لڑکی کنواری ہو یا بیوہ ہو اور ولی سے مراد عصبہ ہے۔ پس اگر ان دونوں کا نکاح (ان کے) باپ یا دادا نے کیا ہے۔ تو بالغ ہونے کے بعد (اس نکاح کے رکھنے یا نہ رکھنے کا) انہیں کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر باپ دادا کے سوا کسی اور نے کیا ہے (تو بالغ ہونے کے بعد) ان دونوں کو اختیار ہے چاہے اس نکاح کو رکھیں اور چاہے فسخ کر دیں۔

غلام کی اور نابالغ لڑکے کی اور دیوانے کی اور کافر کی مسلمان عورت پر ولایت نہیں ہوتی (یعنی یہ چاروں مسلمان عورت کے ولی نہیں ہو سکتے) اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (جب کسی کا کوئی عصبہ نہ ہو تو) رشتہ داروں میں سے غیر عصبات کو بھی نکاح کر دینا جائز ہے۔ جیسے بہن، ماں، خالہ اور اگر کسی عورت کا کوئی ولی نہ ہو اور اس کا نکاح اس کا وہ آقا کر دے جس نے اسے آزاد کیا تھا۔ تو وہ نکاح ہو جائے گا۔ اور جب (کسی عورت کے دو ولی ہوں ایک قریب کا اور دوسرا دور کا اور) قریب کا ولی غیبت منقطعہ غائب ہو جائے تو اس سے دور کے ولی کو اس لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہے۔ اور غیبت منقطعہ یہ ہے کہ وہ ایسے شہر میں ہو (یعنی وہ شہر اتنی دور ہو) کہ سال بھر میں وہاں ایک دفعہ سے زیادہ قافلے نہ پہنچتے ہوں اور نکاح میں کفو ہونا معتبر ہے پس جب کوئی غیر کفو سے نکاح کر لے تو اس کے ولیوں کو ان دونوں میں جدائی

کرا دینے کا اختیار ہے اور کفو ہونا نسب میں اور دینداری میں اور مال میں معتبر ہے اور مال میں
کفو ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ اس عورت کا مہر ادا کر سکے اور اس کو خرچ دے سکے اور پیشوں میں بھی
اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

مہر کا بیان ✻ اگر کسی عورت نے اپنا نکاح کر لیا اور مہر مثل سے اپنا مہر کم کر دیا تو امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے ولیوں کو اس پر روک لینے کا اختیار ہے۔ یہاں تک کہ اس کا شوہر
یا تو مہر مثل پورا کر دے یا اسے طلاق دے دے اور جب باپ نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا
اور اس کا مہر مہر مثل سے کم ٹھہرا دیا یا اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کر دیا اور اس کی بیوی کا مہر زیادہ کر
دیا تو یہ ان دونوں کے حق میں جائز ہے اور سوائے باپ اور دادا کے اور کسی کو ایسا کرنا جائز نہیں
ہے اور جب نکاح کا مہر ٹھہرا دیا تو نکاح ہو جاتا ہے اور بغیر ٹھہرائے بھی نکاح درست ہو جاتا
ہے۔

کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم ہیں۔ اور اگر کسی نے دس سے بھی کم ٹھہرائے تو وہ
عورت دس درہم کی مستحق ہوگی۔ اور اگر کسی نے دس درہم یا کچھ زیادہ مقرر کر دیے (اور بعد اس
کے) اگر اس نے اس سے صحبت کر لی یا مر گیا تو اس کے ذمہ یہ مقرر کیا ہوا مہر ہوگا۔ اور اگر کسی
نے صحبت یا خلوت کرنے سے پہلے طلاق دے دی تو اس عورت کو نصف مہر ملے گا۔

اگر کسی نے نکاح کر لیا اور اس عورت کا مہر کچھ نہیں ٹھہرایا۔ یا اس شرط پر نکاح کیا کہ
اسے مہر نہیں ملے گا اور پھر اس سے صحبت کر لی یا مر گیا تو اس عورت کو مہر مثل ملے گا۔ اور اگر
(مہر نہ ہونے کی شرط پر نکاح کیا تھا پھر) اس سے صحبت اور خلوت کرنے سے پہلے طلاق دے
دی تو اس عورت کے لیے متعہ واجب ہوگا۔ اور متعہ سے مراد ایسے تین کپڑے ہیں کہ جیسے وہ
عورت پہنتی ہو۔ یعنی کرتی ایک اوڑھنی ایک بڑی چادر (جس کے ہونے سے پاجامہ کی
ضرورت نہ ہو) اور اگر مسلمان نے کسی سے شراب یا سور پر نکاح کر لیا (یعنی مہر میں یہ چیزیں
دینا قرار کر لیں) تو یہ نکاح جائز ہے اور اس عورت کے لیے مہر مثل واجب ہوگا۔ اور اگر کسی
عورت سے نکاح کر لیا اور کچھ مہر مقرر نہیں کیا۔ پھر دونوں ایک معین مہر پر راضی ہو گئے تو اب
اگر اس نے اس سے صحبت کر لی یا مر گیا تو اس عورت کے لیے وہی مہر واجب ہوگا (جس پر

دونوں رضا مند ہو گئے تھے) اور اگر اس کو صحبت اور خلوت کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دی تو اس کے لیے متعہ واجب ہوگا۔ اور اگر کسی مرد نے نکاح کرنے کے بعد مہر زیادہ کر دیا اور پھر اس نے اس عورت سے صحبت کر لی یا مر گیا تو وہ زیادہ کیا ہوا اسے دینا لازم ہوگا اور صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دینے کی وجہ سے یہ زیادتی ساقط ہو جائے گی۔ اگر کوئی عورت اپنا مہر کم کر دے تو اس کا کم کر دینا جائز ہے۔

اگر شوہر اپنی بیوی سے خلوت کر چکا اور صحبت کرنے سے وہاں کوئی مانع نہ تھا اور پھر اس نے طلاق دے دی تو اب وہ عورت پورے مہر کی مستحق ہوگی۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک (یعنی مرد یا عورت) بیمار تھا یا رمضان کا روزہ رکھے ہوئے تھے یا حج کا یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے یا عورت ایام سے تھی (تو ان صورتوں میں) خلوت صحیح نہیں ہوگی (یعنی ان حالتوں میں خلوت ہو جانے سے پورا مہر لازم نہ آئے گا) اگر اس عورت کو طلاق دے دے گا تو نصف مہر واجب ہوگا۔

اگر مجبوب (یعنی جس کے خصیے اور ذکر کٹا ہوا ہو) اپنی بیوی سے خلوت کر چکا اور پھر اسے طلاق دے دی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس عورت کو پورا مہر ملے گا۔ اور متعہ ہر مطلقہ کو دینا مستحب ہے۔ سوائے ایک مطلقہ کے اور وہ وہ ہے کہ جس کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی ہو۔ اور (نکاح کرنے سے پہلے) اس کا مہر مقرر نہ کیا ہو۔

فائدہ: استثناء کرنے سے یہ مراد ہے کہ اسی مطلقہ کو متعہ دینا واجب ہے۔ ہاں اگر عورت کی طرف سے جدائی ہوئی تو اس صورت میں واجب نہ ہوگا اور متعہ سے وہی تین کپڑے مراد ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

ترجمہ. اگر کسی نے اپنی لڑکی کا نکاح اس شرط پر کسی سے کیا کہ وہ (یعنی جس سے نکاح کیا ہے) اپنی بہن یا لڑکی کا نکاح اس سے کر دے تاکہ ہر ایک نکاح دوسرے کا مہر ہو جائے تو یہ دونوں نکاح جائز ہو جائیں گے اور ان دونوں لڑکیوں کے لیے ان کا مہر مثل واجب ہوگا اور اگر کسی آزاد آدمی نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کر لیا کہ وہ اس عورت کی ایک سال خدمت کرے گا یا اسے قرآن مجید پڑھا دے گا تو یہ نکاح جائز ہے اور اس عورت کے لیے مہر

نہیں ہے اور نہ لونڈی پر آزاد عورت سے نکاح کر لینا جائز ہے۔ اور آزاد آدمی کو چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے خواہ وہ آزاد ہوں یا لونڈیاں ہوں اور اس سے زیادہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے (اور اس پر تمام امت کا اجماع ہے) اور غلام دو عورتوں سے زیادہ سے نکاح نہ کرے۔ پس اگر آزاد آدمی نے اپنی چار بیبیوں میں سے ایک کو بائنہ طلاق دے دی تو جب تک اس کی عدت پوری نہ ہو جائے اسے چوتھی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر کسی نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا تھا پھر اسے آزاد کر دیا تو اب (اس کے نکاح رکھنے یا نہ رکھنے میں) اس لونڈی کو اختیار ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو۔ اور یہی حکم مکاتبہ کا ہے۔

فائدہ: یعنی جب اس نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کر لیا تھا پھر وہ آزاد ہو گئی تو اب اسے اختیار ہے کہ چاہے اس نکاح کو رکھے اور چاہے رد کر دے۔

ترجمہ: اور اگر کسی لونڈی نے اپنے آقا کی بغیر اجازت نکاح کر لیا تھا پھر وہ آزاد کر دی گئی تو اس کا نکاح درست ہے اور (اس کے رکھنے یا نہ رکھنے کا) اب اسے اختیار نہیں ہے اور اگر کسی نے ایک عقد میں ایسی دو عورتوں سے نکاح کر لیا کہ ان میں سے ایک کا نکاح اس سے درست نہیں ہے تو جس عورت کا نکاح اس سے درست ہے اس کا نکاح ہو جائے گا اور دوسری عورت کا نکاح نہ ہوگا۔

اگر نکاح کرنے کے بعد عورت میں کوئی عیب معلوم ہو تو اس کے شوہر کو اختیار نہیں ہے (کہ اس کی وجہ سے اسے طلاق دے دے) اور اگر شوہر دیوانہ ہو یا جذامی ہو یا اس کو برص کی بیماری ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک (نکاح رکھنے یا نہ رکھنے کا) عورت کو اختیار نہیں ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (رفع ضرر کے لیے) اس عورت کو اختیار ہے۔

نامرد شوہر کا حکم ✱ اگر شوہر عنین (یعنی نامرد) ہو تو حاکم اسے ایک سال بھر کی مہلت دے دے (کہ وہ اپنا علاج کرائے) پس اگر اس عرصہ میں وہ صحبت کرنے کے قابل ہو گیا تو اس عورت کو کچھ اختیار نہیں ہے ورنہ اگر عورت چاہے تو حاکم ان دونوں میں جدائی کرا دے اور

یہ جدائی کرانا بائنہ طلاق ہے اور اس عورت کو پورا مہر ملے گا اس وقت کہ وہ اس سے خلوت کر چکا ہو۔ اور اگر شوہر مجبوب ہے (یعنی اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے) تو ان دونوں میں حاکم اسی وقت جدائی کرا دے اور اسے مہلت نہ دے اور خصی کو بھی عنین کی مثل مہلت دی جاتی ہے۔

مذہب کے اختلاف میں نکاح کا حکم * اگر کوئی عورت مسلمان ہو گئی اور اس کا شوہر کافر رہا تو قاضی اس پر اسلام کو پیش کرے (یعنی اس سے کہے کہ تو مسلمان ہو جا) اگر وہ مسلمان ہو گیا تو یہ عورت اس کی بیوی ہے اور اگر اس نے اسلام سے انکار کر دیا تو ان دونوں کی جدائی کرا دے اور یہ جدائی کرانا امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بائنہ طلاق ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ بغیر طلاق کے جدا کرانا ہے اور اگر کوئی شخص مسلمان ہو گیا اور اس کی بیوی مجوسیہ (یعنی آتش پرست) ہے تو اس پر بھی اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو وہ اس کی بیوی ہے اور اگر اس نے انکار کر دیا تو قاضی ان دونوں میں جدائی کرا دے اور یہ جدائی کرانا طلاق نہ ہو گی۔

فائدہ: اس جدائی کے طلاق نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی ہے اور عورت اہل طلاق ہی نہیں ہے یعنی وہ اپنے آپ طلاق نہیں دے سکتی۔ بخلاف پہلے مسئلے کے کیونکہ وہاں جدائی مرد کی طرف سے ہے اور وہ اہل طلاق ہے۔ جوہرہ نیرہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ. پس اگر اس کا شوہر اس سے صحبت کر چکا تھا تو اسے پورا مہر ملے گا اور اگر صحبت نہیں کی تھی تو اس کے لیے مہر بالکل نہیں ہے۔

فائدہ: مرتد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جدائی صحبت سے پہلے اسی کی طرف سے ہوئی ہے۔ قدوری نے لکھا ہے کہ میاں بیوی میں سے ایک کا اسلام سے انکار کر دینا یا مرتد ہو جانا اگر عورت کی طرف سے ہے تو وہ بالاتفاق نکاح کو فسخ کرتا ہے اور اگر مرد کی طرف سے ہے تو امام ابو یوسف کے نزدیک تب بھی دونوں صورتوں میں فسخ نکاح ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک دونوں میں طلاق ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ مرتد ہو جانا فسخ ہے اور شوہر کا اسلام سے انکار کر دینا طلاق ہے اور مرتد ہونا اسلام سے پھرنے کو کہتے ہیں۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور جب کوئی عورت دار الحرب میں مسلمان ہوگئی تو اس پر جدائی کا حکم نہ ہوگا یہاں تک کہ اسے تین حیض آ جائیں تو وہ اپنے شوہر سے جدا ہو جائے گی اور اگر کتابی عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے تو ان دونوں کا نکاح بدستور رہے گا اور اگر شوہر یا بیوی دار الحرب میں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آ جائے تو ان دونوں میں جدائی ہو جائے گی اور اگر اس میں سے ایک قید کر لیا جائے تب بھی ان میں جدائی ہو جائے گی۔ اور اگر دونوں اکٹھے قید کر لیے جائیں تو جدائی نہ ہوگی اور اگر عورت (دار الحرب سے) ہجرت کر کے ہماری طرف (یعنی دار الاسلام میں) چلی آئے تو اس سے اسی وقت نکاح کر لینا جائز ہے (اگر اسے حمل نہیں ہے تو) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر عدت نہیں ہے اور اگر اس کے حمل ہے تو جب تک وہ حمل کو نہ جن لے نکاح نہ کرے۔

<u>مرتدوں کے نکاح کا حکم</u> ✵ اگر شوہر یا بیوی اسلام سے مرتد ہو جائے تو ان میں اسی وقت جدائی ہو جائے گی اور یہ جدائی ان میں بغیر طلاق کے ہوگی۔ پس اگر شوہر مرتد ہوا ہے اور وہ اس سے صحبت کر چکا ہے تو اس عورت کو پورا مہر ملے گا اور اگر صحبت نہیں کی تو یہ نصف مہر کی مستحق ہوگی اور اگر بیوی مرتد ہوگئی تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر صحبت سے پہلے مرتد ہوگئی تو اس کے لیے بالکل مہر نہیں ہے اور اگر صحبت ہونے کے بعد ہوئی ہے تو یہ مہر کی مستحق ہے۔ اور اگر دونوں میاں بیوی مرتد ہو گئے (اور بعد اس کے) پھر دونوں مسلمان ہو گئے تو ان کا پہلا ہی نکاح بدستور رہے گا۔ اور مرتد کو نہ مسلمان عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اور نہ مرتد عورت سے اور نہ کافرہ سے اور اسی طرح مرتدہ عورت نہ مسلمان مرد سے نکاح کرے اور نہ کافر سے اور نہ مرتد سے۔

<u>اولاد کے بارے میں شریعت کا حکم</u> ✵ اگر مرد و عورت میں سے ایک مسلمان ہو تو لڑکا اسی کے دین پر ہوگا۔ اور اسی طرح اگر ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے اور اس کا لڑکا صغیر (سن) ہو تو اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ لڑکا بھی مسلمان ہو جائے گا۔ اور اگر مرد و عورت میں سے ایک کتابی ہو اور دوسرا مجوسی تو لڑکا کتابی ہوگا۔

<u>نکاح کے متفرق مسائل</u> ✵ اگر کسی کافر نے بغیر گواہوں کے نکاح کر لیا یا وہ عورت

(اپنے پہلے شوہر) کافر کی عدت میں تھی اور یہ (یعنی بغیر گواہوں کے یا دوسرے کی عدت میں نکاح کر لینا) ان کے مذہب میں جائز ہے۔ پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے تو (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک) ان کا نکاح بدستور رہے گا۔ اور اگر مجوسی نے اپنی ماں یا اپنی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے تو ان دونوں میں جدائی کرا دی جائے گی۔ اور اگر کسی مرد کے نکاح میں دو آزاد عورتیں ہیں تو ان دونوں کے درمیان تقسیم میں انصاف کرنا اس پر واجب ہے۔

فائدہ: تقسیم میں انصاف کرنے سے یہ مراد ہے کہ ایک رات ایک کے ہاں رہے اور دوسری رات دوسرے کے ہاں یا جتنی معین کر لی جائیں۔ اور اس کے واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

من کانت له امراتان و مال الی احدهما فی القسم جاء یوم القیامة و شقه مائل۔

"یعنی جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ تقسیم میں ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن وہ اس حالت سے آئے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوئی ہوگی"۔

ہدایہ میں اسی طرح ہے۔

ترجمہ: خواہ وہ دونوں باکرہ ہوں یا ثیبہ ہوں (یعنی کنواریوں سے نکاح کیا ہو یا شوہر دیدہ سے کیا ہو) یا ایک باکرہ ہو دوسری ثیبہ ہو (اس حکم میں سب یکساں ہیں) اور اگر ان میں ایک عورت آزاد ہو اور دوسری لونڈی تو آزاد عورت کی دو راتیں ہیں اور لونڈی کی ایک رات اور سفر کی حالت میں ان کی تقسیم کا کچھ حصہ نہیں۔ شوہر ان میں سے جس کو چاہے سفر پر لے جائے اور بہتر یہ ہے کہ ان میں قرعہ ڈال لے اور جس کا نام قرعہ میں نکل آئے اسی کو لے جائے اور اگر کوئی عورت اپنی باری کا دن اپنی سوتن کو اپنی رضامندی سے دے دے تو جائز ہے اور بعد میں اسے پھیر لینے کا اختیار ہے۔

کتاب الرضاع

دودھ پلانے کا بیان

ترجمہ: خواہ دودھ تھوڑا پیا ہو یا بہت پیا ہو جس وقت کوئی شیر خوارگی کے زمانہ میں بچہ کا تو اس سے (رضاعی) حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور شیر خوارگی کی مدت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تیس مہینے (یعنی ڈھائی برس) ہیں اور صاحبین کے نزدیک دو برس ہیں۔

فائدہ: یہی قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ترجمہ: اور جب شیر خوارگی کا زمانہ ختم ہو جائے تو اس کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اور رضاعت سے وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے ہوتے ہیں سوائے (رضاعی بہن یا رضاعی بھائی کی) ماں کے کہ اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک عورت نے کسی کے دو بچوں کو دودھ پلایا تو ان دونوں کو آپس میں ایک دوسرے کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اور نسبی بہن (یا بھائی) کی ماں سے نکاح جائز نہیں ہے اور رضاعی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز ہے اور نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اور اپنے رضاعی بیٹے کی بیوی سے بھی جائز نہیں ہے اور جس مرد کا دودھ ہو (یعنی جس مرد کے ذریعے سے عورت کے دودھ ہوا ہو) حرمت اسی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ایک عورت نے لڑکی کو دودھ پلایا تو یہ لڑکی اس عورت کے شوہر پر اور اس کے شوہر کے باپ دادا اور اس کے بیٹوں پر حرام ہو جائے گی۔ اور یہ شوہر جس سے اس عورت کا دودھ اترا ہے اس لڑکی کا باپ ہو جائے گا۔

رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے جیسا کہ نسبی بھائی کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کے ایک بھائی علاتی (یعنی باپ شریک) ہو اور اس بھائی کی ایک اخیافی (یعنی ماں شریک) بہن ہو تو اس کو اس بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔

جن دو بچوں نے ایک چھاتی سے (یعنی ایک عورت کا) دودھ پیا تو ان میں سے

ایک کا دوسرے سے نکاح ہونا جائز نہیں ہے۔ اور جس عورت نے کسی لڑکی کو دودھ پلایا ہو تو اس لڑکی کا نکاح اس عورت کے لڑکوں میں سے کسی سے جائز نہیں ہے۔ اور جس لڑکے نے کسی کا دودھ پیا ہو تو اس عورت کے شوہر کی بہن سے اس لڑکے کو نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی رضاعی پھوپھی ہے۔

جب کسی عورت کا دودھ پانی میں مل جائے اور دودھ غالب ہو تو اس سے (یہ رضاعی) حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر پانی غالب ہے تو حرمت ثابت نہ ہوگی اور جب دودھ کھانے میں مل جائے تو اس سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حرمت ثابت نہ ہوگی۔ اگر یہ دودھ غالب ہو اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اس سے حرمت ہو جائے گی۔ اور جب دودھ دوا میں مل جائے اور دودھ غالب ہو تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر کسی عورت کے مر جانے کے بعد اس کا دودھ نکالا اور دودھ دوا کے طور پر بچے کے حلق میں ڈال دیا تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر کسی عورت کا دودھ بکری کے دودھ میں مل گیا اور زیادہ اس میں عورت کا دودھ ہے تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی اور اگر بکری کا دودھ غالب اور زیادہ ہے تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

اگر دو عورتوں کا دودھ مل گیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس عورت سے حرمت ثابت ہوگی کہ جس کا دودھ ان میں سے زیادہ ہوگا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ حرمت دونوں سے ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر کسی کنواری کے دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچہ کو پلا دیا تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

فائدہ: اس مسئلہ میں فقہاء نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر اس لڑکی کی عمر نو برس کی یا اس سے زیادہ کی ہے تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی اور اگر نو برس سے کم ہے تو اس کے دودھ سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر دو بچوں نے ایک بکری کا دودھ پیا تو ان دونوں میں رضاعت نہ ہوگی۔ اور اگر کسی نے دو عورتوں سے نکاح کیا جن میں ایک صغیرہ تھی اور ایک کبیرہ۔ پھر کبیرہ نے اس صغیرہ کو (اپنا) دودھ پلا دیا تو اس مرد پر دونوں حرام ہو جائیں گی۔

فائدہ: کیونکہ یہ دونوں رضاعی ماں بیٹی ہو گئیں اور جس طرح ماں بیٹی کو نکاح میں رکھنا حرام ہے جمع میں بھی اسی طرح ہے۔

ترجمہ: پس اگر اس شخص نے اس کبیرہ سے صحبت نہ کی تھی تو اس کا مہر بالکل نہیں ہے اور اگر اس سے صحبت کر چکا ہے تو اس کا پورا مہر واجب ہوگا اور صغیرہ کے لیے نصف مہر واجب ہوگا۔ اور اگر کبیرہ نے یہ فساد جان کر کیا ہے تو یہ شوہر (صغیرہ کو دیا ہوا) نصف مہر کبیرہ سے وصول کر لے اور اگر اس نے جان کر نہیں کیا تھا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے اور رضاعت فقط عورتوں کی گواہی سے مقبول نہیں ہوتی بلکہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

کتاب الطلاق

طلاق کی قسمیں (طلاق دینے کا بیان)

طلاق کی قسمیں ✻ طلاق تین طرح پر ہے: احسن الطلاق، طلاق السنت، طلاق البدعت۔ پس احسن الطلاق یہ ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کو اس طہر میں کہ جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو ایک طلاق دے کر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔

فائدہ: طہر ان دنوں کو کہتے ہیں کہ جن میں حیض نہ آتا ہو۔

ترجمہ: اور طلاق السنت یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو تین طہر میں تین طلاقیں دے اور طلاق البدعت یہ ہے کہ اسے ایک لفظ سے۔ یا ایک طہر میں تین طلاقیں دے دے پس جب کسی نے ایسا کیا تو طلاق پڑ جائے گی اور اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی اور وہ گنہگار ہوگا۔ اور سنت الطلاق دو طرح ہے ایک سنت وقت میں اور ایک عدد میں۔ پس سنت عدد میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا (یعنی جس سے صحبت کر چکا ہو اور جس سے نہ کی ہو) دونوں برابر ہیں اور سنت وقت میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا کے حق میں مخصوص ہے اور وہ یہ ہے کہ اسے ایک طلاق ایسے طہر میں دے کہ جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو۔ اور غیر مدخول بہا میں اختیار ہے

کہ اسے طلاق خواہ طہر کی حالت میں دے اور خواہ حیض کی حالت میں۔

اگر کسی عورت کو حیض نہ آتا ہو خواہ کم عمر ہونے کی وجہ سے بڑھاپے کی وجہ سے اور اس کا شوہر اسے سنت کے مواق طلاق دینی چاہے تو اسے ایک طلاق دے پھر جب ایک مہینہ گزر جائے تو دوسری طلاق دے دے اور پھر ایک مہینہ کے بعد تیسری دے دے اور ایسی عورت کو اس صورت میں بھی طلاق دینا جائز ہے کہ اس سے صحبت کرنے اور طلاق دینے کے درمیان میں کچھ دنوں کا فاصلہ نہ دے۔

فائدہ: امام زفر رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس سے صحبت کرنے اور طلاق دینے کے درمیان میں ایک مہینہ کا ضرور فاصلہ کرے۔ یعنی صحبت کرنے سے ایک مہینہ کے بعد طلاق دے اور یہ اختلاف اس عورت میں ہے جو ایسی کم عمر ہو کہ اسے حیض آنے اور حمل رہ جانے کی بالکل امید نہ ہو اور اگر ایسی ہے کہ اس سے یہ امید ہو سکتی ہے تو اس میں بالاجماع افضل یہی ہے کہ اس سے صحبت کرکے ایک مہینہ کے بعد طلاق دے۔ جوہرہ نیرہ۔

ترجمہ: اور حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینی جائز ہے اور اگر اسے سنت کے مطابق تین طلاقیں دینی چاہے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہر دو طلاقوں کے درمیان میں ایک مہینہ کا فاصلہ کرے۔ یعنی ہر طلاق ایک ایک مہینہ کے بعد دے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اسے سنت کے مواق ایک ہی طلاق دے۔ اور اگر کسی نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو وہ طلاق پڑ جائے گی۔ اور مستحب یہ ہے کہ یہ اس سے رجعت کرے پھر جب وہ پاک ہوگی اور اس کے بعد حیض آکر پھر پاک ہو جائے تو اب اسے اختیار ہے چاہے طلاق دے دے اور چاہے اسے رکھ لے۔

طلاق پڑنے نہ پڑنے کی صورتیں ✱ ایسے ہر شوہر کے طلاق دینے سے طلاق پڑ جاتی ہے کہ جب وہ عاقل و بالغ ہو۔ اور لڑکے اور دیوانے اور سوتے ہوئے کی طلاق نہیں پڑتی اور اگر کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کر لیا اور بعد میں طلاق دے دی تو اس کی طلاق پڑ جائے گی۔ اور اس کی بیوی پر اس کے آقا کی طلاق نہ پڑے گی۔ اور طلاق دو قسم پر ہے۔ صریح، کنایہ۔

تک گھر میں اس پر تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔

فائدہ: کلما کے معنی جب بھی اور جس دفعہ کے ہیں پس اگر کسی نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ جب بھی یا جس دفعہ تو گھر میں جائے تجھے طلاق ہے تو اس صورت میں اگر وہ تین دفعہ گھر میں جائے گی تو چونکہ شرط مکرر ہوتی رہی یعنی وہ تین دفعہ گھر میں گئی تو اسے طلاقیں بھی تین پڑ جائیں گی شرط کے اور لفظوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

ترجمہ: ہاں اگر اس کے بعد (یعنی تین طلاقیں ہونے اور ان کے بعد) حلالہ ہونے کے (بعد) اسی عورت سے نکاح کر لیا اور پھر وہ اس گھر میں گئی تو اب کوئی طلاق نہ پڑے گی اور قسم کھانے کے بعد ملک کا زائل ہو جانا اس قسم کو باطل نہیں کرتا پس اگر شرط ملک میں پائی گئی تو قسم بھی اتر جائے گی لیکن طلاق نہ پڑے گی۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے یہ گویا ایک قسم ہے پھر اس شوہر نے اس عورت کے وہ کام کرنے سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی اور اس کی عدت پوری ہو گئی تو اب شوہر نے قسم کھانے کے بعد اپنی ملک زائل کر دی پس اگر یہ عورت اس کے طلاق دینے سے پہلے اس کام کو کر لیتی تو شرط ملک میں پائی جاتی اور اس وقت وہ قسم بھی اتر جاتی اور اس عورت پر طلاق بھی پڑ جاتی لیکن جب اس نے اس کے طلاق دینے اور عدت پوری ہونے کے بعد وہ کام کیا تو اب شرط ملک میں نہیں پائی گئی اس لیے وہ قسم اتر جائے گی اور اس پر طلاق نہ پڑے گی ہاں اگر عدت میں ہو گی اور اس کام کو کرے گی تب بھی طلاق پڑ جائے گی۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور اگر مرد اور عورت شرط کے وجود میں اختلاف کریں تو اس میں مرد کا قول معتبر ہو گا ہاں اگر عورت گواہ پیش کر دے پس اگر ایسی شرط ہے کہ جو عورت ہی سے معلوم ہو سکتی ہے تو ایسی صورت میں اس عورت کا قول اسی کے حق میں معتبر ہو گا مثلاً مرد نے یہ کہا تھا کہ اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق ہے اب اگر وہ عورت کہے کہ مجھے حیض آ چکا ہے تو اسے طلاق ہو جائے گی اور اگر مرد نے اس سے کہا تھا کہ اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق بھی ہے اور تیرے ساتھ فلانی کو بھی۔ بعد اس کے اس عورت نے کہا کہ مجھے حیض آ گیا ہے تو اسے طلاق ہو جائے گی

اور اس فلانی کو نہ ہوگی۔

اور اگر مرد نے عورت سے کہا کہ جب تو حیض سے ہو تجھے طلاق ہے پھر اس عورت نے خون دیکھا تو جب تک تین دن تک نہ آتا رہے گا اس پر طلاق نہ پڑے گی اور جب تین دن پورے ہو جائیں گے تو جس وقت اسے حیض شروع ہوا تھا اسی وقت طلاق پڑ جانے کا ہم حکم دے دیں گے (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ حیض عدت میں شروع ہو جائے گا) اور اگر مرد نے عورت سے یہ کہا تھا کہ جب تو ایک دفعہ حیض سے ہو تجھے طلاق ہے تو جب تک یہ عورت اس حیض سے پاک نہ ہو جائے گی اسے طلاق نہ ہوگی۔

فائدہ. اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق پڑ جانے کی شرط پورا حیض ہے اور جب تک وہ اس سے پاک نہ ہو جائے اس کا پورا ہونا معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف پہلے مسئلہ کے اس میں شرط فقط حیض کا ہونا ہے لہٰذا اس شرط کا وجود حیض کے دیکھتے ہی سے ہو جاتا ہے مگر اس میں تین دن کی قید ہم نے اس لیے لگائی ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ حیض ہی کا خون ہے پس جب اس کی تحقیق ہو جائے گی تو اس عورت پر اسی وقت طلاق پڑ جائے گی کہ جس وقت اس نے خون دیکھا تھا علامہ آلشلبی نے اسی طرح کہا ہے۔

ترجمہ: لونڈی کی دو طلاقیں ہیں اور دو ہی حیض اس کی عدت کے ہیں برابر ہے کہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور آزاد عورت کی تین طلاقیں ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو۔ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو اس سے صحبت کرنے سے پہلے تین طلاقیں دے دیں تو وہ طلاقیں اس پر پڑ جائیں گی اور اگر ایک ایک کر کے دے گا تو وہ پہلی ہی طلاق سے جدا ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری طلاق اس پر نہیں پڑے گی اور اگر اس سے اس طرح کہا تھا کہ تجھے ایک طلاق ہے اور ایک ہے تو اس پر ایک ہی پڑے گی۔

فائدہ: کیونکہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ وہ پہلی ہی طلاق سے جدا ہو جائے گی اور طلاق ہونے کی محل نہ رہے گی۔

ترجمہ: اگر اس سے یہ کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے۔ پہلے ایک سے تو اس صورت میں ایک پڑے گی اور اگر یہ کہا کہ تجھے ایسی ایک طلاق ہے کہ اس سے پہلے بھی ایک ہے تو دو پڑ جائیں

گی اور اگر یہ کہا کہ ایک طلاق ہے اس کے بعد ایک اور ہے تو ایک ہی پڑے گی اور اگر یہ کہا کہ تجھے ایک طلاق ہے بعد ایک کے یا ساتھ ایک کے یا اس کے ساتھ ایک اور ہے تو دو پڑ جائیں گی اور اگر اس سے یہ کہا کہ اگر تو اس گھر میں گئی تو تجھے ایک طلاق ہے اور ایک پھر وہ عورت اس گھر میں چلی گئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر ایک طلاق پڑے گی اور صاحبین فرماتے ہیں دو پڑ جائیں گی اور اگر اس سے یہ کہا کہ تجھے مکہ میں طلاق ہے تو اسی وقت طلاق ہو جائے گی خواہ کہیں ہو اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تجھے گھر میں طلاق ہے (تو اس صورت میں بھی اسی وقت طلاق پڑ جائے گی) اور اگر یہ کہا کہ جب تو مکہ میں جائے تجھے طلاق ہے تو جب تک وہ مکہ میں نہ جائے گی اس پر طلاق نہ پڑے گی۔

اور اگر یہ کہا کہ تجھے کل کو طلاق ہے تو اگلے روز صبح صادق ہوتے ہی اس پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تجھے اپنا اختیار ہے اور اس کہنے سے اس کا مقصود طلاق دینا ہے یا یہ کہا کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے۔ تو اب اس عورت کو اختیار ہے کہ جب تک یہ اس جگہ بیٹھی ہوئی ہے اپنے آپ کو طلاق دے لے اور اگر یہاں سے کھڑی ہو گئی یا اور کوئی کام کرنے لگی تو اب اسے اختیار نہ رہے گا اور شوہر کے اس کہنے سے کہ تجھے اپنا اختیار ہے اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو اسے ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی تین نہ ہوں گی اگرچہ شوہر نے تین کی نیت کی ہو۔

مرد کے کلام میں یا عورت کے کلام میں اپنے آپ کا لفظ ضرور مذکور ہونا چاہیے اگر شوہر نے یہ کہا تھا کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے اور عورت نے دے لی تو وہ ایک طلاق رجعی ہو گی اور اگر اس نے تین طلاقیں دے لیں اور شوہر نے ان کی نیت بھی کر لی تھی تو یہ تینوں پڑ جائیں گی اور اگر شوہر نے یہ کہا تھا کہ تو جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے لے تو اب اس کو اختیار ہے خواہ اپنے آپ کو یہیں بیٹھی ہوئی طلاق دے لے یا اس کے بعد دے لے اور اگر کسی شخص سے کہا کہ تو میری بی بی کو طلاق دے دے تو اسے اختیار ہے چاہے یہیں بیٹھے ہوئے دے دے اور چاہے بعد میں دے دے اور اگر اس نے یہ کہا تھا کہ اگر تو چاہے تو طلاق دے دے تو اس صورت میں اسے خاص اسی مجلس میں طلاق دینے کا اختیار ہو گا اور شوہر نے عورت

سے کہا کہ تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تب وہ دشمنی رکھتی ہے تب تجھے طلاق ہے اور عورت نے کہا کہ میں تجھ سے محبت رکھتی یا کہا میں دشمنی رکھتی ہوں تو اس پر طلاق پڑ جائے گی اگرچہ جو کچھ اس نے زبان سے کہا اس کے دل میں اس کے خلاف ہی ہو۔

اگر شوہر نے اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو بائنہ طلاق دے دی اور وہ ابھی عدت میں تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا تو اس عورت کو میراث ملے گی اور اگر اس کی عدت پوری ہونے کے بعد اس کا انتقال ہوا ہے تو پھر میراث نہیں ملے گی اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تجھے طلاق ہے یعنی ان شاء اللہ بھی ساتھ ہی کہہ دیا تو اس پر طلاق نہ پڑے گی اور اگر اس سے یہ کہا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں مگر ایک۔ تو اسے دو طلاقیں ہو جائیں گی اور اگر یہ کہا کہ تین ہیں مگر دو۔ تو ایک طلاق ہوگی۔

جب شوہر اپنی بیوی کا مالک ہو گیا کل کا یا چوتھائی کا یا عورت اپنے شوہر کی مالک ہو گئی کل کی یا تہائی چوتھائی کی تو ان دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔

فائدہ یعنی نکاح ٹوٹ جائے گا اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی لونڈی کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دیا تھا یا اپنی بیٹی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا تھا پھر اس شخص کا انتقال ہو گیا اور وہ لونڈی ترکہ میں اس کے بیٹے کے حصہ میں آ گئی تو اس صورت میں شوہر اپنی بیوی کا مالک ہو گیا یا وہ غلام ترکہ میں اس کی بیٹی کے حصہ میں آ گیا تو یہاں بیوی اپنے شوہر کی مالک ہو گئی ان صورتوں میں ان دونوں کا نکاح نہ رہے گا اسی طرح تہائی یا چوتھائی حصہ کے مالک ہونے کو قیاس کر لینا چاہیے حکم دونوں کا ایک ہے۔

باب الرجعة

طلاق لوٹانے کا بیان

یعنی طلاق والی عورت سے رجوع کر لینے کا بیان۔

جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں دے دیں تو اس سے اس

کی عدت میں اس کو رجعت کرنی جائز ہے چاہے وہ عورت اس سے راضی ہو یا نہ ہو۔

رجعت کی مختلف صورتیں ✱ اور رجعت یہ ہے کہ مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی یا یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کر لی یا اس سے صحبت کر لے یا اس کا پیار لے لے یا بے شہوت سے چھو لے یا شہوت سے اس کی شرمگاہ کو دیکھ لے اور شوہر کے لیے مستحب یہ ہے کہ رجعت پر دو گواہ کر لے اور اگر نہ کرے تب بھی رجعت درست ہو جائے گی اور اگر عدت گزرنے کے بعد شوہر نے کہا کہ میں نے تو اس سے عدت ہی میں رجعت کر لی تھی اور عورت نے اس کی تصدیق کی تو وہ رجعت درست ہو جائے گی اور اگر عورت نے انکار کر دیا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت پر قسم نہ آئے گی اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی ہے اس کے جواب میں وہ عورت بولی کہ میری تو عدت گزر چکی ہے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ رجعت درست نہ ہوگی۔

اگر لونڈی کے شوہر نے اس کی عدت پوری ہونے کے بعد کہا کہ میں نے عدت ہی میں تجھ سے رجعت کر لی تھی اور اس لونڈی کے آقا نے اس کی تصدیق کی (کہ بے شک تو نے رجعت کر لی تھی) اور اس لونڈی نے اس کی تکذیب کی (کہ تو نے رجعت نہیں کی) تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قول لونڈی کا معتبر ہوگا اور جب (عدت والی عورت کے) تیسرے حیض کا خون دس روز میں بند ہو گیا تو اب رجعت باقی رہی اور عدت پوری ہو گئی اگرچہ اس نے ابھی غسل نہ کیا ہو اور اگر دس روز سے کم میں خون بند ہو گیا ہے تو بھی رجعت کی مدت ختم نہیں ہوئی جہاں تک کہ یا غسل کرے یا اس پر ایک نماز کا وقت گزر جائے یا تیمم کرے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک نماز بھی پڑھ لے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ جب اس نے تیمم کر لیا تو رجعت کی مدت ختم ہو گئی اگرچہ اس نے نماز نہ پڑھی ہو اور اگر اس نے غسل کر لیا تھا اور بدن میں کوئی ایسی چیز بھول گئی جہاں پانی نہیں پہنچا تھا پس اگر (رہی ہوئی جگہ) ایک پورا عضو یا عضو سے زیادہ ہے تو ابھی رجعت کی مدت ختم نہیں ہوئی اور اگر ایک عضو سے کم ہے تو ختم ہو گئی۔

اور جس عورت کو رجعی طلاق دی گئی ہو اسے اپنا بناؤ سنگھار کرنا جائز ہے اور اس کے

شوہر کے لیے مستحب یہ ہے کہ بغیر اس سے اجازت لیے اس کے پاس نہ جائے اور اسے اپنے جوتے کی آواز سنادے (تاکہ اسے معلوم ہو جائے) اور رجعی طلاق صحبت کو حرام نہیں کرتی اور اگر طلاق بائن تین سے کم دی ہیں تو اس مرد کو اس عورت کی عدت ہی میں اور عدت کے بعد اس سے نکاح کرنا جائز ہے اور اگر آزاد عورت کو تین طلاقیں ہو چکی ہیں یا لونڈی کو دو ہو چکی ہیں تو اب یہ آزاد عورت یا لونڈی اس مرد کے لیے جائز نہیں ہے یہاں تک کہ یہ عورت کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرلے اور وہ اس سے صحبت کر کے پھر طلاق دے دے یا مر جائے۔

فائدہ: تین طلاقوں کو طلاق مغلظہ کہتے ہیں اور اس دوسرے مرد سے نکاح ہونے کا نام حلالہ ہے اور حلالہ میں صحبت ہونی شرط ہے۔

ترجمہ: اور مراہق لڑکا (یعنی جو قریب بلوغ کے ہو) حلالہ میں مثل بالغ کے ہے اگر لونڈی کو دو طلاق ہونے کے بعد اس کا آقا اس سے صحبت کرے تو وہ اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حلالہ میں شوہر کے صحبت کرنے کو اللہ نے شرط ٹھہرادیا ہے اور آقا شوہر نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کے صحبت کرنے سے حلالہ پورا نہ ہوگا۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر کسی نے حلالہ کی شرط کر کے اس عورت سے نکاح کرلیا تو وہ نکاح مکروہ ہے۔

فائدہ: حلالہ کی شرط کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس عورت سے یا اس کے شوہر سے یہ وعدہ کرلے کہ میں اس لیے نکاح کرتا ہوں کہ میرے طلاق دینے کے بعد یہ تیرے لیے حلال ہو جائے اور میں طلاق دے دوں گا پس یہ نکاح مکروہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعن اللہ المحلل و المحلل لہ' یعنی حلالہ کرنے والے اور کرانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

ترجمہ: پس اگر دوسرے شوہر نے اس عورت سے صحبت کرنے کے بعد اسے طلاق دے دی تو یہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی اور جب مرد نے آزاد عورت کو ایک طلاق یا دو طلاقیں دے دیں اور عدت گذرنے کے بعد اس عورت نے دوسرا شوہر کرلیا اس نے اس سے صحبت کی (اور بعد میں طلاق دے دی) اس نے پھر پہلے ہی شوہر سے نکاح کرلیا تو اب یہ شوہر تین طلاقوں کا مالک ہو جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جیسا کہ

دوسرا شوہر تین طلاقوں کا کالعدم کر دیتا ہے اسی طرح تین سے کم کو بھی کر دیتا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ تین سے کم کو کالعدم نہیں کرتا (یہی قول امام شافعی کا ہے)

جب کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور پھر اس عورت نے (کچھ دنوں کے بعد) یہ کہا کہ میں نے اپنی عدت پوری کرنے کے بعد دوسرا شوہر کر لیا تھا اور اس نے مجھ سے صحبت کر کے مجھے طلاق دے دی تھی اور اب میری (یہ) عدت بھی گذر گئی ہے (اب تو مجھ سے نکاح کر لے) تو دیکھنا چاہیے اگر پہلے شوہر کو طلاق دیئے ہوئے اتنے دن ہو گئے ہیں کہ جس میں دو عدتیں پوری ہو جائیں تو اس پہلے شوہر کو جائز ہے کہ اس عورت کو سچی جانے (یعنی اس کے کہنے کا اعتبار کر لے) جس وقت اس کا غالب گمان یہ ہو کہ یہ سچی ہے اور اگر اتنے دن نہیں ہوئے ہیں تو اس کے کہنے کا نہ مانے۔

کتاب الایلاء

بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانے کا بیان

فائدہ: لغت میں ایلاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں جس کی تفصیل متن میں آتی ہے ایلاء کی دو قسمیں ہیں:

① ایلاء موقت جس میں مدت معین ہو۔

② ایلاء مؤبد جس میں کچھ مدت معین نہ ہو۔

اور یہاں چند امور میں اختلاف ہے اوّل ایلاء موقت کی مدت ہمارے نزدیک چار مہینے ہیں جیسا کہ آیۂ قرآنی سے ثابت ہے امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کو اس میں اختلاف ہے دوسرے یہ کہ ایلاء بغیر قسم اور تعلیق کے نہیں ہوتا اور ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے اور جمہور کے نزدیک بلا قسم صحبت نہ کرنے سے بھی ایلاء ہو جاتا ہے تیسرے چار مہینے کے اندر صحبت کرنے سے کفارہ لازم آنے میں ہمارے نزدیک کفارہ لازم آ جاتا ہے یہی قول امام مالکؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کا ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: جب کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ خدا کی قسم میں نزدیک نہ آؤں گا (یہ ایلاء مؤبد ہے) یا (یوں کہا) میں چار مہینے نزدیک نہ آؤں گا (یہ ایلاء موقت ہے) تو یہ شخص مولی ہے (یعنی اس کا یہ کہنا ایلاء ہے) پس اگر اس نے چار مہینے کے اندر اس عورت سے صحبت کر لی تو اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا (یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی) اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر (اپنی قسم کے مطابق) اس کے نزدیک نہ گیا یہاں تک کہ چار مہینے گذر گئے تو اس عورت پر ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔

فائدہ: بائنہ طلاق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس مرد نے اس عورت کا حق روکنے کے ساتھ ظلم کیا ہے اس لیے شریعت نے اس کی یہ سزا دی ہے کہ یہ چار مہینے کی مدت گذرنے کے بعد نعمت نکاح اس کے پاس نہ رہے حضرت عثمان اور علی و زید بن ثابت وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: پس اگر کسی نے چار مہینے کی قسم کھائی تھی تو (چار مہینے گذرنے پر) یہ قسم ساقط ہو جائے گی اور اگر ہمیشہ کے واسطے قسم کھائی ہے تو وہ قسم باقی رہے گی۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خدا کی قسم میں کبھی تیرے نزدیک نہ آؤں گا اور ایلاء میں نزدیک نہ جانے سے صحبت نہ کرنا مراد ہوتا ہے پس اگر اس سے صحبت نہ کی اور چار مہینے گذر گئے تو ایک طلاق پڑ جائے گی۔

ترجمہ: پس اگر اس مرد نے اس سے پھر نکاح کر لیا تو ایلاء پھر لوٹ آئے گا اب اگر اس نے اس سے صحبت کر لی تو خیر (قسم کا کفارہ لازم آئے گا) ورنہ چار مہینے گذرنے کے بعد دوسری طلاق پڑ جائے گی اس کے بعد اگر اس نے تیسری بار پھر نکاح کر لیا تو پھر ایلاء لوٹ آئے گا اور (اب اگر اس سے صحبت کر لی تو قسم کا کفارہ لازم آئے گا ورنہ) چار مہینے گذرنے کے بعد تیسری طلاق بھی پڑ جائے گی پس اگر حلالہ ہونے کے بعد اس نے پھر اس عورت سے نکاح کر لیا تو اب اس ایلاء سے طلاق نہ پڑے گی ہاں وہ قسم ابھی باقی ہے اگر اس سے صحبت کر لی تو اپنی قسم کا کفارہ دے گا اور اگر کسی نے چار مہینے سے کم پر قسم کھائی تو وہ ایلاء نہ ہوگا اور اگر کسی نے حج یا روزے یا صدقے یا غلام آزاد کرنے یا طلاق دینے کے ساتھ قسم کھائی تو ایلاء ہو جائے گا۔

فائدہ: حج وغیرہ کے ساتھ قسم کھانے سے یہ مراد ہے مثلاً یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو مجھ پر حج لازم ہو یا روزے رکھنا لازم ہوں یا صدقہ دینا یا غلام آزاد کرنا لازم ہو یا یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو تیری سوکن پر طلاق ہے تو ان سب صورتوں میں ایلاء ہو جائے گا کذا فی النہایہ۔

ترجمہ: اور اگر کسی نے رجعی طلاق والی سے ایلاء کر لیا تو وہ ایلاء ہو جائے گا اور اگر بائنہ (طلاق والی) سے کیا تو ایلاء نہ ہوگا لونڈی کے ایلاء کی مدت دو مہینے ہے اور اگر ایلاء کرنے والا بیمار ہے کہ صحبت نہیں کر سکتا یا وہ عورت بیمار ہے (کہ اس سے صحبت نہیں ہو سکتی) یا وہ ایسی لڑکی ہے کہ اس سے صحبت نہیں کی جا سکتی یا ان دونوں کے درمیان اس قدر مسافت ہے کہ ایلاء کی مدت میں شوہر اپنی بیوی کے پاس نہیں پہنچ سکتا تو ایسے آدمی کا (ایلاء سے) رجوع کرنا یہ ہے کہ اپنی زبان سے یہ کہہ دے کہ میں نے اس سے رجوع کر لیا پس اگر اس نے یہ کہہ دیا تو ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر اس (ایلاء ہی کی) مدت میں یہ تندرست ہو گیا تو اس کا یہ رجوع کرنا باطل ہو جائے گا اور اس کا رجوع صحبت کرنے سے ہوگا۔ اور جب کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس سے اس کی نیت دریافت کی جائے پس اگر وہ کہے کہ میں نے جھوٹ بول دیا تھا تو ایسا ہی ہوگا۔ اور اگر وہ کہے کہ میں نے اس کہنے سے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو یہ ایک طلاق بائن ہو جائے گی ہاں اگر اس نے تین کی نیت کی ہوگی (تو اس صورت میں تین ہو جائیں گے) اور اگر وہ کہے کہ میں نے اس سے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو یہ ظہار ہو جائے گا اور اگر وہ کہے کہ میں نے اس کو حرام ہی کرنے کی نیت کی تھی یا یہ کہے کہ میں نے کچھ نیت نہیں کی تھی تو یہ قسم ہو کر ایلاء ہو جائے گا۔

کتاب الخلع

مال کے بدلے طلاق کا بیان

فائدہ: لغت میں خلع ایک چیز کے زائل کرنے کو کہتے ہیں خواہ کچھ ہی ہو اور شریعت میں خاص

مالک نکاح کے زائل کرنے کو کہتے ہیں جو کچھ مال لے کر خلع کے لفظ سے ہو۔ (عینی)

ترجمہ: جب شوہر بیوی کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے اور دونوں کو یہ ڈر ہو کہ اب وہ حق تعالیٰ کے حدود کو پورا نہ کر سکیں گے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنی جان کے عوض مرد کو کچھ مال دے دے۔ کہ جس پر وہ اس عورت سے خلع کر لے پس جس وقت مرد نے یہ کر لیا تو اس خلع کی وجہ سے ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی اور اس عورت پر وہ مال دینا لازم ہوگا اگر ناموافقت مرد کی طرف سے تھی تو اس کو عورت سے عوض لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے تھی تو مرد کو اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے جو اس نے مہر وغیرہ میں اس کو دیا ہو لیکن اگر اس نے زیادہ لے لیا تو قضا میں جائز ہے۔

فائدہ: قضا میں جائز ہونے سے یہ مراد ہے کہ قاضی اس کے جواز کا فتویٰ دے دے گا اگرچہ فیما بینہ وبین اللہ مکروہ رہے گا۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی بیوی کو مال پر طلاق دے دی اور اس عورت نے قبول کر لی تو وہ طلاق پڑ جائے گی اور وہ مال اس عورت پر لازم ہوگا اور یہ طلاق بائنہ ہوگی اگر خلع میں عوض (یعنی مال خلع) باطل ہو گیا مثلاً کسی نے مسلمان عورت سے شراب یا سور پر خلع کیا تھا تو اب شوہر کو کچھ نہ ملے گا اور یہ طلاق بائنہ ہوگی اور طلاق میں عوض باطل ہو گیا تو وہ طلاق رجعی ہو گی۔

فائدہ: یعنی اگر کسی نے خلع کے لفظ سے خلع نہیں کیا بلکہ یوں کہا کہ تجھے دس من شراب پر یا ایک من سور پر طلاق ہے تو یہ طلاق اس عورت پر رجعی پڑے گی اور اس پر مال لازم نہ ہوگا۔

ترجمہ: جو چیز نکاح میں مہر ہو سکتی ہے وہی خلع میں بدل (خلع بھی) ہو سکتی ہے پس اگر عورت نے (اپنے شوہر سے) کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے تو اس پر مجھ سے خلع کر لے شوہر نے خلع کر لیا اور اس کے ہاتھوں میں کچھ بھی نہ تھا تو اب شوہر کا اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے۔ اور اگر عورت نے یوں کہا تھا کہ جو مال میرے ہاتھ میں ہے اس پر تو مجھ سے خلع کر لے اس نے کر لیا اور اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں تو اس عورت کا مہر (جو اس کے شوہر نے دیا ہو) اسے واپس دلایا جائے گا اور اگر عورت نے یہ کہا تھا کہ جو درہم میرے ہاتھ میں ہیں ان پر تو مجھ

سے خلع کر لے اور اس نے کر لیا اور اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں تو اس پر تین درہم لازم ہوں گے اور اگر عورت نے یہ کہا کہ ایک ہزار روپے کے بدلے تو مجھے تین طلاقیں دے دے اور شوہر نے اسے ایک طلاق دے دی تو ایک ہزار کا ایک تہائی حصہ اس عورت پر لازم ہوگا۔

اور اگر اس نے یوں کہا کہ ایک ہزار روپیہ پر تین طلاق دے دے (یعنی تو ایک ہزار روپیہ کا جب ہی مستحق ہوگا کہ مجھے تین طلاقیں دے دے گا) اور شوہر نے اسے ایک طلاق دے دی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس عورت پر کچھ نہ ہوگا اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ ایک ہزار کا ایک تہائی اس پر لازم ہوگا اور اگر شوہر نے (اپنی بیوی سے یہ) کہا کہ ایک ہزار روپے کے بدلے یا ایک ہزار روپیہ پر اپنے آپ کو تین طلاقیں دے لے اور اس نے ایک طلاق دے لی تو اس عورت پر طلاق بالکل نہ پڑے گی اور مبارات مثل خلع کے ہے۔

فائدہ: خلع اور مبارات میں فقط لفظی فرق ہے مثلاً خلع یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تجھ سے اتنے روپیہ پر خلع کر لی تو یہ خلع ہے اور اگر یوں کہے کہ میں نے اپنے سے تجھے ایک ہزار روپیہ پر بری کر دیا اور اس عورت نے قبول کر لیا تو یہ مبارات ہے۔ (مصفی)

تشریح: امام ابو حنیفہ کے نزدیک خلع اور مبارات ایسے ہر حق کو ساقط کر دیتے ہیں جو نکاح کی وجہ سے شوہر اور بیوی میں ہر ایک کا دوسرے کے ذمہ ہو اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ مبارات تو ساقط کر دیتا ہے اور خلع نہیں کرتا اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ دونوں نہیں کر سکتے پر جس حق کا میاں بیوی نام لے دیں۔

كتاب الظهار

ظہار کا بیان

فائدہ: لغت میں ظہار اسے کہتے ہیں کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہے۔ اور شرع میں ظہار کے یہ معنی ہیں کہ اپنی منکوحہ کو ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اس کے لیے کبھی حلال نہیں ہوتی۔ خواہ وہ محرم نسبی ہو یا رضاعی۔ (نہایہ)

ترجمہ: جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو یہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہے تو یہ عورت اس پر حرام ہو گئی نہ اس کو اب اس سے صحبت کرنا جائز ہے اور نہ چھونا اور نہ پیار لینا۔ یہاں تک کہ یہ اپنے (اس) ظہار کا کفارہ دے دے پس اگر کفارہ دینے سے پہلے اس نے اس سے صحبت کر لی تو یہ استغفار کر لے اور پہلے کفارہ کے سوا اس پر اور کچھ نہیں ہے اور جب تک کفارہ نہ دے دے دوبارہ صحبت نہ کرے اور جس بات کے دوبارہ کرنے سے کفارہ واجب ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس عورت سے دوبارہ صحبت کرنے کا پختہ ارادہ کر لے۔ اور جب کسی نے یہ کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے پیٹ کے ہے یا مثل اس کی ران یا اس کی شرمگاہ کے ہے تو یہ ظہار ہو جائے گا۔

اور اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنی محرم عورتوں میں سے ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دی کہ جس کے سارے بدن کو دیکھنا اسے کبھی جائز نہیں ہے جیسے بہن پھوپھی خالہ رضاعی ماں اور اسی طرح اگر کسی نے یہ کہا کہ مجھ پر تیرا سر مثل میری ماں کے پشت کے ہے یا تیری شرمگاہ یا تیرا منہ یا تیری گردن یا تیرا نصف بدن یا تہائی بدن (مثل میری ماں کے بدن کے ہے تو اس سے بھی ظہار ہو جائے گا) اور اگر یہ کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے ہے تو اس میں اس کی نیت کی ضرورت ہو گی پس اگر وہ کہے کہ میں نے اس سے محض تعظیم کا ارادہ کیا تھا تو اس کا کہنا تسلیم کیا جائے گا اور اگر کہے کہ میں نے ظہار کا ارادہ کیا تھا تو ظہار ہو جائے گا اور کہے کہ میں نے طلاق کا ارادہ کیا تھا تو یہ بائنہ طلاق ہو جائے گی اور اگر اس کی کچھ بھی نیت نہ ہو تو کچھ نہ ہو گا ظہار اپنی بیوی کے سوا اور کسی سے نہیں ہوتا پس اگر کسی نے اپنی لونڈی سے ظہار کر لیا تو وہ ظہار نہ ہو گا۔

اور اگر کسی (کی چار بیویاں تھیں) اور اس نے اپنی چاروں بیویوں سے یہ کہہ دیا کہ تم مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہو تو اس کا ان سب سے ظہار ہو جائے گا اور ان میں سے ہر ایک کے عوض میں اس پر کفارہ لازم ہے۔

ظہار کے کفارہ کا بیان ✻ ظہار کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے اگر کسی کو غلام میسر نہ ہو تو وہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور اگر کسی میں روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ ساٹھ

مسکینوں کو کھانا کھلانے یہ سب پچھونے (وغیرہ) سے پہلے ہو اور اس میں ایک غلام آزاد کرنا
کافی ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر مرد ہو یا عورت ہو بچہ ہو یا بڑا بہرا ہو اندھا کافی نہیں ہو سکتا
اور نہ جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہوں اور بہرا جائز ہے اور وہ بھی کہ جس کا داہنا ہاتھ اور
بایاں پیر یا داہنا پیر اور بایاں ہاتھ کٹا ہوا ہو اور جس کے دونوں ہاتھوں کے دونوں انگوٹھے کٹے
ہوئے ہوں وہ جائز نہیں ہے اور نہ ایسا دیوانہ جائز ہے جسے بالکل ہوش نہ ہو اور مدبر اور ام ولد اور
اس مکاتب کو آزاد کرنا جائز ہے کہ جس نے اپنا بدل کتابت کچھ ادا کر دیا ہو ہاں اگر کسی نے
ایسے مکاتب کو آزاد کر دیا کہ جس نے کچھ بھی ادا نہ کیا تھا تو وہ جائز ہو جائے گا اور اگر کسی نے
اپنے باپ یا اپنے بیٹے کو کفارہ کی نیت سے خرید لیا تو وہ کفارہ میں محسوب ہو جائے گا اور اگر کسی
نے مشترک غلام کے نصف کو (یعنی جو اس کے حصہ کا تھا) کفارہ میں آزاد کر دیا اور دوسرے
نصف کی قیمت کا ضامن ہو کر پھر اسے بھی آزاد کر دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ
آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور صاحبین فرماتے ہیں جائز ہے اگر یہ آزاد کرنے والا دولت مند ہو
اور اگر غریب و تنگدست ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے اپنے کفارہ میں اپنا نصف غلام
آزاد کر دیا تھا بعد اس کے اسی کفارہ میں باقی نصف بھی آزاد کر دیا تو جائز ہو جائے گا اور اگر کسی
نے اپنے کفارہ میں اپنا نصف غلام آزاد کر دیا تھا بعد اس کے جس عورت سے ظہار کیا تھا اسی
سے پھر صحبت کر لی اور اس کے بعد جو نصف غلام باقی تھا اسے بھی آزاد کر لیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ
اللہ کے نزدیک یہ آزاد کرنا جائز نہ ہوگا (پس) اگر مظاہر (یعنی ظہار کرنے والے) کے پاس
کوئی غلام یا لونڈی آزاد کرنے کو نہیں ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے پے در پے اس
طرح روزے رکھے کہ ان میں رمضان شریف نہ ہو نہ عید کا دن ہو نہ بقر عید کا دن ہو اور نہ ایام
تشریق ہوں اگر ان دو مہینے کے اندر اس عورت سے پھر صحبت کر لی کہ جس سے ظہار کیا تھا اور
صحبت رات کو کی ہے تو جان کر اور دن کو کی ہے تو بھول کر تو اس صورت میں امام ابو حنیفہ اور امام
محمد رحمہما اللہ کے نزدیک روزے پھر نئے سرے سے رکھے۔

فائدہ۔ دو مہینے کے اندر ہونے کی قید اس لیے ہے کہ اگر کسی نے کفارہ میں روزے نہیں رکھے
بلکہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا شروع کیا تھا اور درمیان میں صحبت کر لی تو اس شخص کے ذمہ نئے

سرے سے روزے رکھنے بالاتفاق نہیں ہے بلکہ وہی (مسکین) پورے کرے اور رات کو جان کر صحبت کرنے اور دن کو بھول کر کرنے کی قید اس لیے ہے کہ اگر کسی نے رات کو بھول کر کرلی یا دن کو جان کر کرلی تو اس صورت میں بھی بالاتفاق نئے سرے سے روزے رکھنے نہیں ہیں۔ (جوہرہ نیرہ)

ترجمہ: اگر کسی نے عذر سے یا بغیر عذر کے ان دو مہینے کے اندر کسی دن روزہ نہ رکھا تو پھر نئے سرے سے روزے رکھے اگر غلام نے ظہار کیا تو کفارہ میں سوائے روزے رکھنے کے اور کچھ جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک ہی نہیں ہے بلکہ وہ خود اپنے آقا کا مملوک ہے ہاں روزے رکھ سکتا ہے اس لیے اس پر روزے ہی لازم ہیں اور آقا کو اس سے منع کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: پس اگر اس کے آقا نے اس کی طرف سے کوئی غلام یا لونڈی آزاد کردی یا (ساٹھ مسکینوں کو) کھانا کھلا دیا تو یہ کافی نہ ہوگا اور اگر مظاہر روزے نہیں رکھ سکتا تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوہارے یا جو دے یا اس کی قیمت دے دے (یہ ہمارا مذہب ہے) پس صبح وشام دو وقت کی ان کی دعوت کردی تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا خواہ وہ تھوڑا کھائیں یا بہت کھائیں اگر کسی نے ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن کھلا دیا تب بھی جائز ہے اگر کسی نے ساٹھ مسکینوں کا کھانا ایک ہی دن میں ایک مسکین کو دے دیا تو یہ جائز نہیں ہے یہ ایک ہی دن کا محسوب ہوگا (باقی انسٹھ دن کا اور دے) اگر کھانا کھلانے میں اس عورت سے نزدیکی کرلی جس سے ظہار کیا تھا تو اب نئے سرے سے کھانا نہ کھلائے اور اگر کسی پر ظہار کے دو کفارے واجب تھے اور اس نے دو غلام آزاد کردیئے ان میں اس تعیین کی نیت نہیں کی کہ یہ غلام اس کفارہ کا ہے اور یہ اس کفارہ کا تب بھی اس کے ذمہ سے یہ دونوں کفارے ادا ہو جائیں گے اور اسی طرح اگر کسی نے چار مہینے کے روزے رکھ لیے یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلا دیا تب بھی جائز ہے اور اگر کسی نے دو کفاروں میں ایک غلام آزاد کردیا یا فقط دو مہینے کے روزے رکھے تو اسے اختیار ہے کہ دونوں کفاروں میں سے جون سے کفارے کے چاہے کرے۔

كتاب اللعان

شوہر و بیوی کا باہم لعنت کا بیان

فائدہ: لعان کے لغوی معنی آپس میں لعنت کرنے کے ہیں اور شرع میں لعان وہ چار گواہیاں ہیں جن کی قسمیں کھا کر تاکید کی جائے اور بعد ان کے ایک دوسرے پر لعنت کرے وہ گواہی مرد کے حق میں قائم مقام حد قذف کے ہو جاتی ہے اور عورت کے حق میں قائم مقام حد زنا کے۔ (درمختار وغیرہ)

تشریح: جب مرد اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور وہ دونوں گواہی کے قابل ہوں اور عورت ایسی (پارسا) ہو کہ اس پر تہمت لگانے والے کے حد ماری جائے یا (عورت بچے لڑکا ہو اور) مرد اس لڑکے کے نسب کا انکار کرے (یعنی یہ کہے کہ یہ لڑکا میرا نہیں ہے) اور وہ عورت اس تہمت کی سزا اسے دلانی چاہے تو مرد پر لعان کرنا واجب ہے پس اگر وہ لعان کرنے سے رکے تو حاکم اسے قید کر دے یہاں تک کہ یا تو وہ لعان کرے اور یا اپنے آپ کو جھوٹا کہے اور اگر اس نے اپنے آپ کو جھوٹا کہہ دیا تو اس کے حد قذف لگائی جائے۔ (یعنی تہمت لگانے کی سزا اسے دی جائے)۔

اگر مرد نے لعان کر لیا تو پھر لعان کرنا عورت پر بھی واجب ہے اور اگر وہ رکے تو حاکم اس کو بھی قید کرے تا کہ یا تو وہ لعان کرے اور یا اپنے شوہر کی تصدیق کرے (اور بعد تصدیق کرنے کے اس پر زنا کی حد لگا دی جائے) اور اگر شوہر غلام ہے یا کافر ہے یا پہلے (کسی کو) تہمت لگانے میں سزا پا چکا ہے پھر اس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی ہے تو اس پر حد واجب ہے اور اگر مرد گواہی کے قابل ہے اور عورت لونڈی ہے یا تہمت میں سزا یافتہ ہے یا ایسی ہے کہ اس کے تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگائی جاتی (مثلاً نابالغ لڑکی ہے یا دیوانی یا کسبی ہے) تو ایسی عورت کو تہمت لگانے میں مرد پر نہ حد ہے اور نہ لعان ہے۔

تفصیل لعان کی یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں قاضی کے ہاں حاضر ہوں پہلے چار

مرتبہ مرد گواہی دے۔ ہر مرتبہ اس طرح کہے کہ میں نے جو اس عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے
میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں اس میں سچا ہوں۔ پھر پانچویں مرتبہ اس طرح
کہے کہ میں نے جو اس عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے اگر اس میں میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی
لعنت ہو اور ہر دفعہ اس عورت کی طرف اشارہ کرتا رہے پھر چار گواہیاں وہ عورت دے ہر مرتبہ
اس طرح کہے کہ مجھ پر جو اس مرد نے تہمت لگائی ہے میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ
یہ اس میں بلاشک جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ کہے اگر مجھ پر زنا کی تہمت لگانے میں یہ سچا ہو تو
مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو جب یہ دونوں لعان کر چکیں تو قاضی ان دونوں میں جدائی کرا دے
اور جدائی کرانا امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بائنہ طلاق ہے اور امام ابو یوسف
رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بس وہ پھر عورت ہمیشہ کو حرام ہی رہے گی اور اگر تہمت بچہ کی وجہ سے
لگائی ہے (یعنی شوہر نے یہ کہہ دیا ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے) تو قاضی اس بچہ کا نسب اس مرد
سے قطع کر کے اس عورت ہی کو دے دے پھر اگر بعد میں وہ مرد اپنی تکذیب کر لے (کہ میں
نے جھوٹ اور غلط کہہ دیا تھا) تو قاضی اس کے (تہمت کی) حد لگا دے اور اب اس کو اس
عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔

اس طرح اگر کسی غیر عورت پر تہمت لگائی اور تہمت کی حد اس کے لگ گئی یا کسی
عورت نے زنا کرالیا تھا اور اس کے (زنا کی) حد لگ گئی (تو اس سے بھی نکاح کرنا جائز ہے)
اور اگر کسی نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی اور وہ ابھی بچی ہے یا دیوانی ہے تو اس صورت میں نہ ان
دونوں میں لعان ہے اور نہ حد ہے۔ اور گونگے کے تہمت لگانے سے لعان نہیں ہو سکتا۔ اگر مرد
نے اپنی عورت سے کہا کہ یہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو اس کہنے سے لعان نہ آئے گا۔

فائدہ: یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ کا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حمل کے ہونے یا نہ ہونے پر
یقین نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کے کہنے سے پوری تہمت نہیں ہوئی اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اگر
چھ مہینے سے کم میں اس عورت کے بچہ ہو جائے تو اس حمل کے انکار کرنے پر لعان واجب ہوتا
ہے۔ (ہدایہ)

: اگر مرد نے عورت سے یہ کہا کہ تو نے زنا کیا ہے اور حمل زنا کا ہے تو یہ دونوں لعان

کریں اور قاضی حمل (کے نسب) کو مرد سے جدا نہ کرے۔

فائدہ: یعنی ابھی اسے اسی مرد کا قرار دے اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ جدا کر دے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بلالؓ کے لڑکے کو ان سے جدا کر دیا تھا اور بلالؓ نے اپنی بیوی پر حمل کی حالت میں تہمت لگائی تھی ہماری دلیل یہ ہے کہ حمل پر احکام ولادت کے بعد ہی مرتب ہوتے ہیں کیونکہ ولادت سے پہلے ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے اور یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ آنحضرتؐ کو اس حمل کا ہونا وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا اس لیے آپ نے اس پر حکم لگا دیا۔ (کذا فی الہدایہ)

ترجمہ: اور اگر کسی نے اپنی بیوی کے بچہ ہونے کے بعد اس بچہ کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا نہیں ہے) یا ایسے وقت انکار کیا کہ اس عورت کو اس بچہ کی مبارکباد دی جاتی تھی اور زچہ بچہ کی چیزیں خریدی جاتی تھیں تو اس کا انکار کرنا درست ہوگا اور اس کی وجہ سے یہ لعان کرے اور اگر اس کے بعد انکار کیا ہے تو لعان نہ ہوگا اور نسب اسی سے ثابت رہے گا۔

فائدہ: یعنی یہ اسی کا بیٹا کہلائے گا اور اگر وہ مر جائے گا تو یہ اس کا وارث ہوگا۔

ترجمہ: صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ نفاس کی مدت میں بچہ کا انکار کر دینا درست ہے اگر کسی عورت کے دو بچے جڑواں ہوئے اور اس عورت کے شوہر نے پہلے بچہ کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا نہیں ہے) اور دوسرے کا اقرار کر لیا تو ان دونوں بچوں کا نسب (اس مرد سے) ثابت ہو جائے گا اور اس کے حد لگائی جائے گی اور اگر پہلے کا اقرار کر لیا اور دوسرے کا انکار کیا تب بھی ان دونوں کا نسب ثابت ہوگا اور لعان نہ ہوگا۔

کتاب العدة

عدت کا بیان

جب کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی برابر ہے کہ وہ طلاق رجعی یا بائنہ ہو ان دونوں میں بغیر طلاق کے جدائی ہو گئی اور وہ عورت آزاد اور ان عورتوں میں سے ہے کہ جنہیں

بائنہ طلاق دی تھی یا اس کا شوہر مر گیا تھا پھر (عدت میں) وہ آزاد کر دی گئی تو اس کی عدت مثل آزاد عورتوں کے نہ ہوگی۔

اگر (مطلقہ) عورت آئسہ ہو (یعنی: اسے حیض نہ آتا ہو) اور وہ مہینوں کے حساب سے عدت میں بیٹھی تھی پھر اس نے خون دیکھا (یعنی اسے حیض آ گیا) تو اس کی جو عدت گزر چکی ہے وہ ٹوٹ جائے گی (یعنی وہ دن عدت میں محسوب نہ ہوں گے) اور اس عورت پر لازم ہے کہ اب اپنی عدت نئے سرے سے حیض سے شروع کر کے پوری کرے اور اگر کسی عورت کا نکاح فاسد ہو گیا تھا (اور اس کے شوہر نے اس سے صحبت کر لی تھی) یا اس سے کسی نے شبہ سے صحبت کر لی تھی تو ان دونوں کی عدت جدائی اور مرنے میں حیضوں کے ساتھ ہوگی اور اگر ام ولد کا آقا مر گیا یا اس نے اسے آزاد کر دیا تو اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر کوئی صغیر (شوہر) مر گیا اور اس نے حاملہ عورت چھوڑی تو اس کی عدت (بھی) وضع حمل ہے اور اگر حمل اس کے مرنے کے بعد ظاہر ہوا تو اس کی عدت چار مہینے اور دس دن ہے اگر کسی نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو جس حیض میں اسے طلاق ہوئی ہے وہ عورت اسے عدت میں شمار نہ کرے۔

فائدہ۔ کیونکہ عدت پورے تین حیضوں کے ساتھ مقرر کی گئی ہے اور اس حیض کا کچھ حصہ گزر چکا ہے اس لیے اس حیض کے شمار ہونے سے پورے تین حیض نہ ہوں گے۔

ترجمہ۔ اگر عدت والی عورت سے کسی نے شبہ سے صحبت کر لی تو اس پر دوسری عدت لازم ہے اور دونوں عدتوں میں تداخل ہو جائے گا۔ پس اب جو حیض اسے آئے گا وہ دونوں عدتوں میں شمار کیا جائے گا۔

فائدہ: تداخل کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی طلاق کے بعد وہ عدت میں بیٹھ گئی اور ابھی اسے ایک حیض آیا تھا کہ کسی نے شبہ سے اس کے ساتھ صحبت کر لی تو اب اس پر لازم ہے کہ اب سے تین حیض آنے تک یہ عدت میں رہے اس وقت دو حیض ان کے شوہر کی عدت پوری کرنے کے لیے ہو جائیں گے اور ایک دوسرے شوہر کے لیے اور پہلے شوہر پر اس کا پورا مہر واجب ہوگا اور دوسرے پر مہر مثل (جوہرہ)

ترجمہ: اگر اس نے پہلی عدت پوری کر دی اور دوسری پوری نہ کی تو اب دوسری عدت کو پوری کرنا اس پر واجب ہے اور عدت کی ابتداء طلاق میں طلاق کے بعد سے ہو جاتی ہے اور مرنے میں مرنے کے بعد سے پس اگر کسی عورت کو طلاق ہو یا (اپنے شوہر کا) مر جانا معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ عدت کی مدت گذر گئی تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

فائدہ: کیونکہ عدت زمانہ کے گذرنے کو کہتے ہیں پس وہ مدت گذر گئی تو عدت بھی گزر گئی اگر یہ عورت چاہے تو اسی وقت نکاح کر سکتی ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: نکاح فاسد میں عدت اس وقت ہوتی ہے کہ جب شوہر اور بیوی میں جدائی ہو جائے یا شوہر صحبت نہ کرنے کا پورا قصد کر لے۔

سوگ کے احکام ✻ اور جس عورت کو بائنہ طلاق مل جائے یا کسی کا شوہر مر جائے اگر وہ مسلمان بالغہ ہے تو اسے سوگ کرنا واجب ہے اور سوگ کرنا یہ ہے کہ خوشبو نہ لگائے بناؤ سنگھار نہ کرے (سر میں) تیل نہ ڈالے سرمہ نہ لگائے ہاں اگر کوئی عذر ہو (تو سرمہ لگانا جائز ہے) اور مہندی نہ لگائے اور نہ کسم اور زعفران کے رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور کافرہ اور صغیرہ (یعنی نابالغ لڑکی) پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ دونوں حقوق شرع کی مخاطب نہیں ایک کم عمری کی وجہ سے اور دوسری کافرہ ہونے کے باعث اور سوگ کرنا حقوق شرع میں داخل ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اور لونڈی اگر کسی کے نکاح میں ہو تو عدت میں اس پر سوگ کرنا واجب ہے اور نکاح فاسد کی عدت میں اور ام ولد کی عدت میں سوگ کرنا نہیں ہے۔

متفرق مسائل ✻ اور عدت والی عورت کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے البتہ اشارہ سے کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس عورت کو رجعی یا بائنہ طلاق مل گئی ہو اسے گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے رات کو نہ دن کو اور جس عورت کا شوہر مر گیا ہو وہ دن کو اور شروع رات میں باہر پھر لے اور ساری رات کسی کے گھر نہ رہے اور عدت والی عورت پر واجب ہے کہ طلاق ہونے کے وقت جو مکان اس کے رہنے کا ہو وہیں عدت گذارے اور اگر میت کے مکان میں اس کا اتنا حصہ ہو جو اسے کافی نہیں ہو سکتا اور وارث اپنے حصہ (کے مکان) میں سے اسے نکال دیں تو یہ

وہاں سے چلی جائے۔ اور جس عورت کو رجعی طلاق ہو گئی ہو تو پھر اس کے شوہر کو اسے سفر میں لے جانا جائز نہیں ہے (جب تک کہ اس سے رجعت نہ کرے)

فائدہ: یہ ہمارا مذہب ہے اور امام زفر رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اسے سفر میں لے جانا جائز ہے اور اس اختلاف کا دار و مدار اس پر ہے کہ ہمارے نزدیک اسے سفر میں لے جانا رجعت نہیں ہے کیونکہ سفر نکاح ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ انسان ماں بہن کے ساتھ بھی سفر کرتا ہے اور بی بی کے ساتھ بھی اور جو کام نکاح کے ساتھ مخصوص نہ ہو اس سے رجعت نہیں ہو سکتی اور امام زفر فرماتے ہیں یہ رجعت ہے کیونکہ جو جس عورت کو رکھنا نہیں چاہتا وہ اسے سفر میں نہیں لے جایا کرتا۔ لہٰذا یہ بمنزلہ بوسہ لینے کے ہے۔ (شرح اقطع)

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی بیوی کو بائنہ طلاق دے دی پھر اس کی عدت ہی میں اس سے نکاح کر لیا اور صحبت کرنے سے پہلے اسے پھر طلاق دے دی تو اس مرد پر پورا مہر واجب ہے اور اس عورت پر نئے سرے سے عدت گذارنی واجب ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس عورت کا نصف مہر ہے اور اس پر پہلی ہی عدت کو پورا کر دینا واجب ہے اور جب رجعی طلاق والی عورت کے دو برس میں یا دو برس سے زیادہ میں بچہ پیدا ہو تو جب تک یہ اپنی عدت گذرنے کا اقرار نہ کرے گی اس بچہ کا نسب (اس کے شوہر سے) ثابت ہوگا۔

فائدہ: یعنی یہ بچہ اسی مرد کا کہلائے گا اور اس کے ترکہ کا وارث ہوگا۔

ترجمہ: اگر دو برس سے کم میں بچہ پیدا ہو گیا تو یہ عورت اپنے شوہر سے جدا ہو جائے گی اور اگر دو برس سے زیادہ میں ہوا تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور اس عورت سے رجعت ہو جائے گی اور اگر بائنہ طلاق والی کے دو برس سے کم میں بچہ ہو گیا تو اس بچہ کا نسب اس (کے شوہر) سے ثابت ہوگا اور اگر جس روز طلاق ہوئی تھی اس سے پورے دو برس میں بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا ہاں اگر شوہر اس کا دعویٰ کرے (کہ یہ بچہ میرا ہے)

اور اگر کسی عورت کا شوہر مر گیا اور اس کے مرنے کے بعد سے دو برس کے اندر اندر اس کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور جب عدت والی عورت نے اپنی عدت گذرنے کا خود اقرار کر لیا اور پھر چھ مہینے سے کم میں اس کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا

نسب (اس عورت کے شوہر سے) ثابت ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے میں ہوا تو نسب ثابت نہ ہوگا۔

اور جب کسی عدت والی عورت کے بچہ پیدا ہو جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پیدا ہونے کی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی نہ دیں یا یہ کہ شوہر کی طرف سے اقرار ہو (کہ یہ میرے ہی حمل کا بچہ ہے) تو (ان دونوں صورتوں میں) بغیر گواہی کے (بھی) نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان سب صورتوں میں فقط ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور جس دن نکاح کیا تھا جب سے لے کر چھ مہینے میں کم میں اس عورت کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر چھ مہینے میں یا زیادہ میں ہوا تو نسب ثابت ہو جائے گا برابر ہے کہ یہ مرد اقرار کرے یا خاموش رہے اور اگر اس نے اس کی ولادت کا انکار کر دیا تو ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا جو اس کی ولادت کی گواہی دے حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو برس ہے اور کم سے کم چھ مہینے۔ اگر کسی ذمی نے ذمیہ عورت کو طلاق دے دی تو اس پر عدت نہیں ہے اگر کسی عورت کو زنا سے حمل ہوا اور وہ نکاح کرے تو اس کا نکاح ہو جائے گا لیکن جب تک وہ اس حمل کو نہ جن لے یہ مرد اس سے صحبت نہ کرے۔

کتاب النفقات

اہل و عیال کو خرچ دینے کا بیان

فائدہ: در مختار میں لکھا ہے کہ شرع میں نفقہ کھانے کپڑے اور گھر کو کہتے ہیں اور عرف میں نفقہ فقط کھانے کو کہتے ہیں۔

نفقہ خاوند کی حیثیت کے مطابق ملے گا ✽ **ترجمہ:** بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے برابر ہے کہ عورت مسلمان ہو یا کافرہ (یعنی اہل کتاب میں سے) ہو۔ جب عورت اپنے آپ

کو شوہر کے گھر میں اس کے اختیار میں کر دے تو اس پر اس عورت کا نفقہ اور کپڑا اور رہنے کے لیے گھر واجب ہوگا اور اس میں ان دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا برابر ہے کہ شوہر مالدار ہو یا تنگدست ہو۔

فائدہ: پس اگر دونوں مالدار ہیں تو عورت کا نفقہ امیرانہ ہوگا اور اگر دونوں غریب ہیں تو غریبانہ ہوگا اور اگر عورت امیر گھر کی ہے اور شوہر غریب ہے تو اس کا نفقہ غریب گھر کی عورتوں سے کچھ زیادہ ہوگا اور اگر اس کی الٹی صورت ہے یعنی شوہر امیر ہے اور عورت غریب گھر کی ہے تو اس کا نفقہ امیر گھر کی عورتوں سے کچھ کم ہوگا اور اگر ان میں سے ایک بہت ہی امیر ہے اور دوسرا بہت ہی غریب ہے تو اوسط درجہ کا دلایا جائے گا یہی خصافؒ نے اختیار کیا ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ (رمز الحقائق)

ترجمہ: اور اگر عورت اپنے آپ کو اختیار میں مرد کے کرنے سے رکی رہے یہاں تک کہ وہ اس کا مہر ادا کر دے تب بھی اس کا نفقہ دینا ضروری ہے۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب مہر معجل ٹھہر گیا ہو اور اگر مہر موجل ہے تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کو رکنا جائز نہیں ہے۔

نفقہ نہ ملنے کی صورتیں ✻ **ترجمہ:** اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے چلی جائے تو اس کے لیے نفقہ نہیں۔ جب تک کہ وہ اس کے گھر میں نہ آجائے اگر وہ کم سن ہے کہ شوہر اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا (یعنی نہ صحبت کر سکتا ہے نہ خدمت کرا سکتا ہے) تو اس کے لیے نفقہ نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو شوہر کے اختیار میں کر دے اور اگر شوہر کمسن ہے کہ صحبت نہیں کر سکتا اور عورت بڑی عمر کی ہے تو اس کے مال میں سے اس عورت کو نفقہ دینا چاہیے۔

جب کسی مرد نے اپنی عورت کو طلاق دے دی تو اس کی عدت میں اسے نفقہ اور مکان دینا چاہیے برابر ہے کہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو اور جس عورت کا شوہر مر جائے اس کے لیے نفقہ نہیں ہے (برابر ہے کہ اسے حمل نہ ہو یا ہو) اور جو جدائی عورت کی طرف سے ہو یعنی اس کی خطا کے سبب سے ہو تو اس عورت کے لیے نفقہ نہیں ہے۔

فائدہ: مثلاً مرتد ہو جائے یعنی دین اسلام سے پھر جائے یا اپنے شوہر کے بیٹے کا شہوت سے
بوسہ لے لے یا اپنے اوپر اسے قابو یافتہ کر دے۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنی عورت کو طلاق دے دی پھر وہ مرتد ہوگئی تو اس کا نفقہ ساقط ہو جائے
گا (برابر ہے کہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو) اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے بیٹے کو اپنے اوپر قابو
دے دے اگر یہ قابو دینا طلاق کے بعد ہے تو اس کو نفقہ ملے گا (کیونکہ عورت کی یہ خطا جدائی
کے بعد ہوئی ہے) اور اگر طلاق سے پہلے ہے تو اسے نفقہ نہیں ملے گا اور اگر عورت (کے ذمہ
قرض تھا اور اب) قرض میں قید ہوگئی یا کوئی مرد زبردستی اسے چھین کے لے گیا یا کوئی عورت
نامحرم کے ساتھ حج کو چلی گئی تو ایسی عورتوں کے لیے نفقہ نہیں ہے اگر عورت شوہر کے گھر بیمار ہو
گئی تو اس کا نفقہ واجب ہوگا۔

اگر شوہر دولتمند ہے تو عورت کے ایک خادم کا نفقہ بھی اس کے ذمہ واجب ہوگا اور
ایک سے زیادہ کا واجب نہ ہوگا اور شوہر پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کے رہنے کے لیے علیحدہ گھر
دے کہ جس میں اس شوہر کے رشتہ داروں میں سے کوئی نہ ہو ہاں اگر عورت ان کے شریک ہو
کر رہنے پر راضی ہو۔

نفقہ کے متفرق مسائل ✱ اور شوہر کو اختیار ہے کہ اپنی بیوی کے ماں باپ کو اور اس کے
بیٹے کو جو دوسرے شوہر سے ہو اور اس کے اور رشتہ داروں کو اس کے پاس جانے سے منع کر
دے اور دیکھنے اور بات چیت کرنے سے منع نہ کرے وہ جس وقت چاہیں بات کریں اور دیکھ
جایا کریں۔ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو نفقہ نہ دے سکے تو ان دونوں میں جدائی نہ کرائی جائے
بلکہ عورت سے کہہ دیا جائے کہ وہ اپنے شوہر کے نام سے قرض لے کر کھاتی رہے اگر کوئی آدمی
غائب ہو گیا (یعنی کہیں چلا گیا) اور ایک اور آدمی کے پاس اس کا کچھ مال ہے جو اس کا مال
ہونے اور ایک عورت کی بابت اس غائب کی بیوی ہونے کا اقرار کرتا ہے تو اس عورت کا اور اس
غائب کے چھوٹے بچوں اور ماں باپ کا خرچ قاضی اس مال میں مقرر کر دے اور
عورت سے اس کا ایک ضامن لے لے اور غائب کے مال میں سے سوائے ان لوگوں کے اور
کسی کا خرچ نہ دلایا جائے۔

اگر قاضی نے کسی عورت کے لیے اس کے شوہر کی تنگ دستی کے مطابق نفقہ کا حکم دے دیا تھا پھر وہ دولت مند ہو گیا اور عورت نے دعویٰ کیا کہ اب میرا نفقہ بڑھنا چاہیے تو قاضی اس کو بڑھا کر امیرانہ نفقہ کر دے۔ اور اگر کچھ مدت گذر گئی کہ شوہر نے اپنی بیوی کو نفقہ نہیں دیا اور اب وہ ان دنوں کا اس (پر دعویٰ کرتی ہے اور اس) سے مانگتی ہے تو اب اسے ان دنوں کا کچھ نہیں ملے گا ہاں اگر قاضی اس کے لیے پہلے کچھ نفقہ مقرر کر چکا ہو یا عورت نے کسی مقدار پر شوہر سے صلح کر لی ہو تو ان دونوں صورتوں میں گذشتہ دنوں کا نفقہ ادا کرنے کا قاضی حکم دے دے اور اگر نفقہ کا حکم ہونے کے بعد شوہر مر گیا اور چند مہینے گذر گئے تو وہ نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

اگر شوہر نے سال بھر کا نفقہ پیشگی دے دیا اور پھر مر گیا تو (امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک) اس نفقہ میں سے کچھ واپس نہ لیا جائے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ حساب کر کے گذشتہ دنوں کا نفقہ اس عورت (کے حق) کو چھوڑ دیا جائے اور جو بچے وہ شوہر (کے وارثوں) کا ہے اگر کسی غلام نے آزاد عورت سے نکاح کر لیا تو اس کا نفقہ اس غلام کے ذمہ دین ہے اس نفقہ میں اس کو فروخت کر دیا جائے اگر کسی نے کسی لونڈی سے نکاح کر لیا اور اس کے آقا نے اس لونڈی کو اس کے گھر بھیج دیا تو اس پر نفقہ واجب ہے اور اگر اس کے گھر نہیں بھیجا تو اس پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

بچوں کے نفقہ کا بیان ✱ چھوٹی اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ واجب ہے باپ کے ساتھ اس میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا جیسا کہ عورت کے نفقہ میں شوہر کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوتا پس اگر بچہ دودھ پیتا ہے (اور میاں بیوی میں جدائی ہو گئی) تو اس کو دودھ پلانا ماں پر واجب نہیں ہے بلکہ باپ اس کے لیے ایک انا نوکر رکھے جو بچہ کی ماں کے پاس رہ کر اسے دودھ پلائے۔

فائدہ: اگر بچہ کی ماں یہ چاہے کہ انا میرے پاس ہی رہ کر دودھ پلائے تو شوہر ایسا کرے ورنہ یہ لازم نہیں ہے۔

ترجمہ: پس اگر شوہر نے اپنی بیوی کو یا اپنی عدت میں بیٹھی ہوئی بیوی کو بچہ کو دودھ پلانے کے لیے نوکر رکھ لیا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر اس کی عدت پوری ہو گئی اور پھر اسے دودھ پلانے پر

نوکر رکھ لیا تو جائز ہے اور (اگر اسی بچے کی ماں نے تنخواہ زیادہ مانگی اور) باپ نے کہا کہ میں اس عورت کو (یعنی بچہ کی ماں کو) نوکر نہ رکھوں گا اور وہ اور عورت کو لے آیا پھر اس کی ماں بھی اسی تنخواہ پر رضامند ہوگئی جو غیر عورت کو دی جاتی ہے تو اس میں زیادہ حقدار ماں ہی کا ہے اور اس کے زیادہ تنخواہ مانگنے میں شوہر اس پر زبردستی نہیں کر سکتا۔

فائدہ: زبردستی نہیں کر سکتا یعنی شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اگر وہ زیادہ تنخواہ مانگے تو اسے تھوڑی تنخواہ دے کر اس سے زبردستی دودھ پلوائے۔

ترجمہ: چھوٹے بچہ کا نفقہ باپ پر واجب ہے اگرچہ وہ دین میں اس کے خلاف ہو جیسا کہ عورت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے اگرچہ وہ دین میں شوہر کے خلاف ہو۔

فائدہ: باب کے شروع میں بیان ہو چکا ہے کہ خواہ عورت مسلمان ہو یا کتابی ہو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

بچہ کی پرورش کا حکم ٭ **ترجمہ:** جب میاں بیوی میں جدائی ہو جائے (اور ان کا کوئی چھوٹا بچہ ہو) تو بچہ کی پرورش کرنے کی سب سے زیادہ حقدار اس کی ماں ہے اگر ماں نہ ہو تو دادی سے نانی بہتر ہے اور جب نانی نہ ہو تو بہنوں سے دادی بہتر ہے اور اگر دادی بھی نہ ہو تو پھر پھوپھیوں اور خالاؤں سے بہنیں بہتر ہیں اور اخیافی بہن سے حقیقی بہن مقدم ہے اور اگر حقیقی نہ ہو تو پھر اخیافی کا درجہ ہے اور پھر علاتی کا ہے۔

فائدہ: حقیقی بہن بھائی وہ ہوتے ہیں جو ماں اور باپ دونوں میں شریک ہوں اگر فقط ماں ہی میں شریک ہیں اور باپ دو ہیں تو وہ اخیافی ہیں اور اگر باپ میں شریک ہیں تو وہ علاتی ہیں۔

ترجمہ: پھر خالائیں پھوپھیوں سے بہتر ہیں اور خالاؤں اور پھوپھیوں میں سے بھی یہی ترتیب ہے جو بہنوں میں ہے۔ یعنی پہلے سگی خالہ۔ اس کے بعد اخیافی اور پھر علاتی اور ان میں سے جو کوئی عورت دوسرا شوہر کر لے گی تو اس کا حق پرورش کا ساقط ہو جائے گا سوائے نانی کے کہ جب وہ اس بچہ کے دادا سے نکاح کر لے (تو اس کا حق پرورش ساقط نہیں ہوتا) اور اگر بچہ کے قریبی رشتہ داروں میں کوئی عورت نہیں ہے اور مردوں میں اس کے پرورش کرنے کا جھگڑا ہے تو اس کو پرورش کرنے کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جو عصبہ ہونے میں سب سے زیادہ

قریب ہو یعنی باپ کے عزیزوں میں سب سے زیادہ قریب ہو کہ ماں اور نانی لڑکے کی اس
وقت تک حقدار ہیں کہ وہ اکیلا (یعنی اپنے ہاتھ سے) کھانا کھانے لگے اور پینے لگے کپڑا پہن
سکے طہارت کر سکے اور اگر لڑکی ہے تو اس وقت تک کہ اسے حیض آنے لگے اور سوائے ماں
اور نانی کے اور عورتیں لڑکی کی اس وقت تک حقدار ہیں کہ وہ اس حد کو پہنچ جائے کہ اس کے
دیکھنے سے مرد کو شہوت ہونے لگے اور جب کسی لونڈی کو اس کے آقا نے آزاد کر دیا یا ام ولد
جب آزاد ہوگئی تو یہ دونوں بچوں کی پرورش کرنے میں مثل آزاد عورت کے ہیں آزاد ہونے سے
پہلے بچہ میں ان کا کوئی حق نہیں ہے اور ذمیہ (یعنی ذمی عورت) اپنے مسلمان بچہ کی (خواہ لڑکی
ہو یا لڑکا ہو) سب سے زیادہ حقدار ہے جب تک کہ وہ دین کی سمجھ نہ رکھے اور یہ حکم اس وقت
ہے کہ اس بچہ پر کفر سے مانوس ہو جانے کا اندیشہ ہو

فائدہ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ خاوند شوہر اور بیوی دونوں کافر تھے اور ایک ان کے بچہ تھا پھر
شوہر مسلمان ہوگیا تو ان دونوں میں جدائی ہوگئی اور ان دونوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ
یہ بچہ میرے پاس رہے تو جب تک اس بچہ کو دین کی کچھ سمجھ نہ ہو اس کے پرورش کرنے کی حق
دار اس کی ماں ہوگی اور جب اسے یہ سمجھ آ جائے گی تو اس کا حق پرورش ساقط ہو جائے گا کیونکہ
اس وقت اس کے پاس رہنے میں لڑکے کا نقصان ہے۔ (جوہرہ)

متفرق مسائل * ترجمہ: اور اگر مطلقہ اپنے بچہ کو شہر سے باہر کہیں لے جانا چاہے تو یہ
اس کے لئے جائز نہیں ہے ہاں اگر اپنے اس وطن میں لے جائے کہ جہاں اس کے شوہر نے
اس سے نکاح کیا ہو (تو وہاں جانا جائز ہے) اور آدمی پر اپنے ماں باپ دادا دادی اور نانا نانی کا
نفقہ واجب ہے جب کہ وہ تنگدست اور (محتاج) ہوں اگرچہ دین میں وہ اس کے خلاف ہوں
اور باوجود دین میں خلاف ہونے کے اور کسی کا نفقہ واجب نہیں ہے سوائے بیوی اور ماں باپ
اور دادا دادی اور نانا نانی اور بیٹے اور پوتے کے اور ماں باپ کے نفقہ میں کوئی اپنے بیٹے کو
شریک نہیں کر سکتا نفقہ ہر ذی رحم محرم کا واجب ہے جب کہ وہ کمسن اور محتاج ہوں یا عورت بالغ
محتاج ہو جائے یا مرد ہو لیکن اندھا ہو یا محتاج ہو تو یہ نفقہ میراث کے طریقہ پر واجب ہوتا ہے اور
چھوٹی اور اپاہج لڑکے کا نفقہ ماں باپ کے ذمہ اس طرح واجب ہے کہ باپ کے ذمہ دو تہائی

اور ماں کے ذمہ ایک تہائی اور ان کا نفقہ باوجود دین میں اختلاف ہونے کے واجب نہیں ہے اور نہ محتاج پر واجب ہے اور اگر کسی غائب شخص کا مال (کسی کے پاس امانت) ہے اور اس شخص کے ماں باپ محتاج ہیں) تو قاضی اس پر اس کے ماں باپ کے نفقہ کا حکم دے دے (کہ اس کے ماں باپ اپنے خرچ کے موافق اس کے مال میں سے لے لیا کریں) اور اگر کسی کے ماں باپ اپنے بیٹے کا کچھ اسباب اپنے نفقہ میں بیچ دیں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور اگر زمین بیچیں تو جائز نہیں ہے۔

اور اگر کسی شخص کا مال اس کے ماں باپ کے قبضہ میں تھا۔ اور انہوں نے اس میں سے کچھ خرچ کر لیا تو وہ دین دار نہ ہوں گے اور اگر اس کا مال کسی غیر آدمی کے پاس تھا اور اس نے قاضی کے حکم دیئے بغیر کچھ انہیں دے دیا تو وہ دیندار ہوگا اگر قاضی نے ماں باپ اور اولاد اور ذوی الارحام کے نفقہ کا حکم دے دیا اور پھر کچھ مدت گذر گئی کہ جس میں انہیں نفقہ نہیں ملا تو وہ نفقہ ساقط ہو جائے گا ہاں اگر قاضی نے اس کی طرف سے انہیں قرض (لے کر کھانے) کی اجازت دے دی ہو آقا پر اپنے غلام اور لونڈی کا نفقہ واجب ہے اور اگر وہ اس کے دینے سے انکار کر دے اور یہ دونوں کوئی کام جانتے ہیں تو یہ دونوں مزدوری کر کے اس سے اپنا خرچ چلایا کریں اور اگر یہ کوئی کام بھی نہیں جانتے تو پھر ان کے آقا پر جبر کیا جائے کہ وہ انہیں فروخت کر دے۔

کتاب العتاق

غلام آزاد کرنے کا بیان

ترجمہ: عتق (یعنی آزاد کرنا) آزاد عاقل بالغ سے اپنی ملک میں ہوتا ہے۔

فائدہ: یعنی آزاد کرنے والا جب خود بھی آزاد اور عاقل بالغ ہو کر اپنے ہی غلام لونڈی کو آزاد کرے گا تو اس کا آزاد کرنا درست ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

: پس جب کسی نے اپنے غلام یا لونڈی سے کہا کہ تو حر ہے یا معتق یا عتیق ہے یا محرر

دے یا کہے میں نے تجھے آزاد بنا دیا یا میں نے تجھے آزاد کر دیا تو (ان الفاظ کے کہنے سے) وہ
آزاد ہو جائے گا (خواہ غلام ہو یا لونڈی ہو) آقا آزاد کرنے کی نیت کرے یا نہ کرے۔

فائدہ۔ ان الفاظ کے کہتے ہی آزاد ہونے کی یہ وجہ ہے کہ یہ الفاظ اس بارے میں صریح ہیں۔
اس لیے ان میں نیت کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: اور اسی طرح جب کسی نے یہ کہا کہ تیرا سر آزاد ہے یا تیری گردن یا تیرا بدن آزاد
ہے یا اپنی لونڈی سے کہا کہ تیری شرمگاہ آزاد ہے (تو اس طرح کہنے سے بھی آزاد ہو جائیں
گے) اور اگر کسی نے (اپنے غلام یا لونڈی سے) یہ کہا کہ میں تیرا مالک نہیں ہوں اور اس سے
آزاد کرنے کی نیت کر لی تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اگر نیت نہیں کی تو آزاد نہ ہوگا اور عتق کے
تمام اشاروں کا یہی حکم ہے (کہ جب نیت کی ہوگی تو عتق ہو جائے گا ورنہ نہیں ہوگا) اور اگر یہ
کہا کہ میرا تجھ پر غلبہ نہیں ہے اور اس سے آزاد کرنے کی نیت کر لی تو وہ آزاد ہوگا اور اگر کسی
نے (اپنے غلام سے) کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے (اور اس غلام کی عمر کا اس کے بیٹا ہو سکتا ہے) اور
پھر وہ اپنے اسی اقرار پر رہا یا یہ کہا کہ یہ میرا آقا ہے یا یہ کہہ دیا کہ اے میرے آقا تو وہ (غلام)
آزاد ہو جائے گا (اور نیت کی ضرورت نہ ہوگی) اور اگر یہ کہا کہ اے میرے بیٹے! یا اے
میرے بھائی! تو اس کہنے سے آزاد نہ ہوگا اور اگر کسی نے اپنے غلام سے کہ اس غلام جیسا اس
جیسوں سے بیٹا نہیں ہو سکتا یہ کہہ دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ آزاد
ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگا اور اگر کسی نے اپنی لونڈی سے یہ کہا کہ تجھے
طلاق ہے اور اس سے اس کو آزاد کرنے کی نیت کر لی تو وہ آزاد نہ ہوگی۔

اگر کوئی اپنے غلام سے یہ کہے کہ تو مثل آزاد کے ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا (اگرچہ اس
نے آزاد کرنے کی نیت کر لی ہو) اور اگر کوئی (اپنے غلام سے) کہے کہ تو نہیں ہے مگر آزاد تو وہ
اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اگر کوئی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ اس کی طرف
سے (اس کی ملک میں آتے ہی) آزاد ہو جائے گا۔ اگر کسی مولیٰ نے (یعنی غلام کے آقا نے)
اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا تو وہ حصہ اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا (برابر ہے کہ تہائی
ہو یا چوتھائی ہو یا جو کچھ بھی ہو) اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اب یہ غلام اپنی بقیہ قیمت

میں اپنے آقا کے لیے کوشش کرے۔

فائدہ: کوشش کرنے سے یہ مراد ہے کہ جو حصہ اس کا آزاد ہونے سے رہ گیا ہے یہ اس کی قیمت کما کر اپنے آقا کو دے دے اور پھر سارا آزاد ہو جائے۔

ترجمہ: اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ (غلام کو کچھ حصہ آزاد کرنے سے) وہ سارا غلام آزاد ہو جائے گا اور جب کوئی غلام دو آدمیوں کی شرکت میں ہو اور ان میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کر دے تو اس کا حصہ آزاد ہو جائے گا پس اگر یہ (آزاد کرنے والا) دولت مند ہے تو اس کے شریک کو اختیار ہے چاہے وہ (بھی اپنا حصہ) آزاد کر دے اور چاہے اپنے شریک سے اپنے حصہ کی قیمت کا تاوان لے لے اور چاہے اس غلام سے کما کر (اپنے حصہ کے روپیہ اس سے وصول کر) لے اور اگر وہ آزاد کرنے والا تنگدست ہے تو اب بھی اس کے شریک کو اختیار ہے چاہے وہ اپنا حصہ آزاد کر دے اور چاہے اس غلام سے محنت کرا (کے وصول کر) لے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو یہ اس سے تاوان لے لے اگر وہ تنگ دست ہے تو یہ غلام سے محنت کرا لے اس کے سوا اسے اور کچھ اختیار نہیں ہے اگر دو آدمیوں نے ایک غلام خریدا اور وہ غلام ان میں سے ایک کا بیٹا ہے تو (اس غلام میں سے اس کے) باپ کا حصہ فوراً آزاد ہو جائے گا اور اس پر تاوان نہ آئے گا۔

فائدہ: مراد ہے کہ خریدتے وقت دوسرے شریک کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اس کا بیٹا ہے یا نہ معلوم ہوا ہو۔ (جوہرۃ نیرہ)

ترجمہ: اور اسی طرح جب دو آدمی ایک غلام کے وارث ہوئے ہوں (اور وہ ان میں سے ایک کا بیٹا ہو) تو اس کے باپ کا حصہ آزاد ہو جائے گا (اور تاوان نہ آئے گا) اور (دوسرے) شریک کو اختیار ہے چاہے وہ اپنے حصہ کو آزاد کر دے اور چاہے اس غلام سے کما لے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت نے دو غلام خریدے کہ وہ دونوں آپس میں باپ بیٹے ہیں اس عورت نے باپ کو آزاد کر کے اس سے اپنا نکاح کر لیا اور اس کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا تھا پھر یہ عورت مر گئی اور وہی غلام چھوڑا جو اس کے شوہر ثانی کا بیٹا ہے اور اس کے

دو وارث ہیں ایک اس عورت کا لڑکا اور ایک اس کا شوہر یعنی اس غلام کا باپ تو اس صورت میں باپ کا حصہ آزاد ہو جائے گا اور اس عورت کا لڑکا اس سے تاوان نہیں لے سکتا بلکہ وہ اپنا حصہ وصول کرنے کے لیے اس سے محنت کرائے۔

ترجمہ: اگر ایک غلام دو آدمیوں کا ہے اور وہ دونوں آدمی میں سے ہر ایک یہ کہے کہ اس غلام کو تو نے آزاد کیا ہے اور دوسرا کہے کہ تو نے آزاد کیا ہے تو وہ غلام (آزاد ہو جائے گا اور اب وہ) ان دونوں کے حصہ (کی قیمت ادا کرنے) میں کوشش کرے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک برابر ہے کہ وہ دونوں مالدار ہوں یا تنگدست ہوں اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ اگر دونوں تنگدست ہیں تو دونوں (کا حصہ ادا کرنے) کے لیے کوشش کرے اور اگر ایک مالدار ہے دوسرا تنگدست ہے تو مالدار کو کما کے دے دے اور تنگ دست کو نہ دے۔ اگر کسی نے اپنا غلام اللہ کے واسطے یا شیطان کے واسطے یا کسی بت کے واسطے آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص کسی کے زبردستی (کرنے) کی وجہ سے یا نشہ کی حالت میں اپنے لونڈی یا غلام کو آزاد کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا اگر کوئی آزادی کو اپنے مالک ہونے پر یا کسی اور شرط پر معلق کر دے تو یہ درست ہے جیسا کہ طلاق میں درست ہے۔

فائدہ: مثلاً کوئی غلام سے یوں کہے کہ اگر میں تیرا مالک ہو جاؤں تو تو آزاد ہے یا اپنے غلام سے یہ کہے کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو تو آزاد ہے تو اس کے مالک ہو جانے یا اس کے وہ کام کرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: اگر حربی کا غلام دار الحرب سے نکل کر ہماری طرف (دار الاسلام میں) آ جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا اگر کسی نے اپنی حاملہ لونڈی کو آزاد کیا ہے تو وہ لونڈی اور اس کا حمل دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر صرف حمل ہی کو آزاد کیا ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں آزاد نہ ہوگی اگر کسی نے اپنے غلام کو کسی قدر مال پر آزاد کر دیا اور اس غلام نے (وہ مال دینا) قبول کر لیا تو وہ آزاد ہو جائے گا یعنی جب اس نے مال دینا قبول کر لیا اسی وقت وہ آزاد ہو گیا۔ اور وہ مال (دینا) اس پر لازم ہے اگر کسی نے (اپنے غلام سے) یہ کہا کہ اگر تو مجھے ایک ہزار روپیہ دے دے تو تو آزاد ہے تو یہ درست ہے اور وہ مال اس (غلام) پر لازم ہے اور یہ

غلام ماذون ہو جائے گا پس اگر اس نے ایک ہزار روپیہ حاضر کر دیا تو اب حاکم اس کے آقا پر جبر کرے کہ وہ اس روپیہ کو لے لے اور اس غلام کو آزاد کر دے لونڈی کا بچہ جو اس کے آقا (کے نطفہ) سے ہو آزاد ہوتا ہے (یہ اس وقت ہے کہ آقا یہ دعویٰ اور اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے) اور جو اس کا لڑکا اس کے اور شوہر سے ہو تو وہ اس کے آقا کا غلام ہوگا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ اپنی ماں کے تابع یعنی اسی کے حکم میں ہوتا ہے برابر ہے کہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر آزاد عورت کا بچہ غلام سے ہو تو وہ آزاد ہے۔

کتاب التدبیر

غلام لونڈی کو مدبر کرنے کا بیان

فائدہ: لغت میں تدبیر کے معنی کسی کام کے انجام پر غور کرنے کو اور شریعت میں تدبیر ایسے عتق کے واجب کر دینے کو کہتے ہیں جو مرنے کے بعد چند الفاظ سے حاصل ہو وہ الفاظ اس پر صراحۃ دلالت کرتے ہوں یا اشارۃً۔ (عنایہ)

ترجمہ: جب آقا نے اپنے غلام سے یہ کہہ دیا کہ جب میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے یا یوں کہا کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے یا کہا تو مدبر ہے یا کہا میں تجھے مدبر کر چکا تو اب وہ غلام مدبر ہو چکا نہ اس کو بیچنا جائز ہے اور نہ ہبہ کرنا ہاں آقا کو اس سے اپنی خدمت کرانی اور مزدوری کرانی جائز ہے اور اگر لونڈی ہے تو اس سے صحبت کرنی اور اس سے اپنا نکاح کر لینا جائز ہے اور جس وقت آقا مر جائے گا تو مدبر اس کے تہائی مال میں سے اگر نکل سکے تو آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس سوائے اس مدبر کے اور مال نہیں ہے تو یہ اپنی دو تہائی قیمت میں کوشش کر کے (اپنے آقا کے وارثوں کو) دے۔ اور اگر اس کے آقا کے ذمہ قرض ہے تو یہ اپنی پوری قیمت کما کے اس کے قرض خواہوں کو دے اور مدبر لونڈی کا بچہ بھی مدبر ہوتا ہے پس اگر مدبری کو کسی صفت پر معلق کر دیا مثلاً یوں کہہ دیا کہ اگر میں اس مرض میں یا اپنے اس سفر میں یا

فلاں نے مرض میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے تو ایسی کہنے سے وہ مدبر نہ ہوگا اس کو بیچنا جائز ہے پس اگر آقا اسی صفت پر مر گیا جو اس نے بیان کی تھی تو یہ آزاد ہو جائے گا جیسا کہ مدبر آزاد ہو جاتا ہے۔

باب الاستیلاد

لونڈی کو ام ولد بنانے کا بیان

ترجمہ: جب لونڈی کے اس کے آقا سے بچہ ہو جائے تو وہ اس کی ام ولد ہو جاتی ہے اس کو فروخت کرنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے ہاں آقا کو اس سے صحبت کرنے اور اس سے خدمت کرانا اور مزدوری کرانا اور اس سے نکاح کرنا جائز ہے اور ام ولد کے بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ خود آقا اس کا اقرار نہ کر لے پس اگر اس کے بعد (یعنی پہلے بچہ کا اقرار ہونے کے بعد) اس کے اور بچہ ہو گیا تو اس کا نسب اس (کے آقا) سے بغیر اقرار کے ثابت ہو جائے گا اور اگر اس نے انکار کیا تو اس کا انکار معتبر ہوگا۔

جب آقا مر جائے گا تو یہ لونڈی اس کے پورے مال سے آزاد ہو جائے گی (یعنی مدبر کی طرف ایک تہائی مال سے آزاد نہ ہوگی) اگر اس کے آقا کے ذمہ قرض ہوگا تو ان قرض خواہوں کو اپنی قیمت ادا کر دینی اس پر واجب نہیں ہے اگر کسی نے غیر کی لونڈی سے نکاح کر کے اس سے صحبت کر لی۔ پھر اس کے بچہ پیدا ہو گیا اور بعد اس کے یہ شخص اس لونڈی کا مالک ہو گیا (یعنی خرید کر لیا اور کسی ذریعہ سے) تو یہ لونڈی (ہمارے نزدیک) اس کی ام ولد ہو جائے گی۔

اگر باپ نے بیٹے کی لونڈی سے صحبت کر لی اور اس کے بچہ پیدا ہو گیا اور اس نے اس کا دعویٰ کیا (کہ یہ میرا بچہ ہے) تو اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور یہ لونڈی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اس پر (یعنی باپ پر) اس لونڈی کی قیمت دینی واجب ہوگی اور اس کا مہر لازم نہ آئے گا اور نہ اس کے بچہ کی قیمت دینا لازم ہوگی اگر باپ کے ہوتے دادا

اور اس مال میں فی الحال لینے یا قسط وار لینے یا بطور ادھار کے کچھ مدت کے بعد لینے کی شرط کر لینی جائز ہے اور ایسے کمسن غلام کو مکاتب کر دینا جائز ہے کہ جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہو اور جب یہ کتابت طے ہو جائے تو اس کے بعد وہ مکاتب (غلام) آقا کے قبضہ سے نکل جاتا ہے اور اس کی ملک سے نہیں نکلتا پس مکاتب کو خرید و فروخت اور سفر کرنا جائز ہے اور اپنا نکاح کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کا آقا اجازت نہ دے اور نہ وہ کوئی چیز ہبہ کرے اور نہ صدقہ کرے ہاں اگر کوئی تھوڑی سی (معمولی) چیز ہو (تو اسے صدقہ کر دینا جائز ہے) اور نہ وہ کسی کا کفیل ہو پس اگر اس کی لونڈی سے کوئی بچہ اس کے ہو جائے تو وہ بھی اس کی کتابت میں آ جائے گا اور اس کا حکم مثل حکم اس کے باپ کے ہوگا اور اس کی کمائی اسی مکاتب (یعنی اس کے باپ) کی ہوگی پس اگر کسی نے اپنے غلام کا اپنی لونڈی سے نکاح کر دیا تھا اور اس کے بعد انہیں مکاتب کیا پھر اس لونڈی کے اس سے بچہ ہوا تو یہ بچہ اپنی ماں کی کتابت میں آ جائے گا اور اس کی کمائی بھی اسی کی ہوگی۔ اگر آقا نے اپنی مکاتب لونڈی سے صحبت کر لی تو اس پر مہر لازم آ جائے گا اور اگر اس لونڈی پر یا اس کے بچہ پر (مار پیٹ میں) کسی طرح کی زیادتی کی۔ تو اس پر اس کا جرمانہ لازم ہوگا۔ اور اگر اس نے اس کا کچھ مال تلف کر دیا تو اس کا تاوان دینا پڑے گا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ لونڈی اور غلام جب مکاتب ہو گئے تو اب ان کی کمائی سے ان کے آقا کو کچھ تعلق نہیں ہے یہ بالکل مثل غیر آدمی کے ہوتا ہے اس لیے ان کا نقصان کرنے سے اس پر تاوان وغیرہ آئے گا۔

ترجمہ: اگر مکاتب اپنے باپ یا بیٹے کو خریدے تو وہ بھی اس کی کتابت میں داخل ہو جاتے ہیں اور اگر اس نے اپنی ام ولد کو مع اس کے بچے کے خرید لیا تو اس کا بچہ بھی کتابت میں داخل ہو گیا اور اب اس کو اس ام ولد کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: کتابت میں داخل ہو جانے سے یہ مراد ہے کہ جب یہ مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہو جائیں گے اور جب تک یہ غلام رہے گا وہ بھی غلام رہیں گے۔

ترجمہ: اگر کوئی مکاتب اپنے جیسے ذی رحم محرم مکاتب کو خریدے کہ جس سے ولادت کا رشتہ نہ ہو (مثلاً باپ یا بیٹا نہ ہو) تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کی کتابت میں داخل نہ ہوگا۔

فائدہ: کتابت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے اسے بیچنا جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک داخل ہے ان کے نزدیک اسے بیچنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: اگر مکاتب قسط (کا روپیہ ادا کرنے) سے عاجز ہو جائے (یعنی اس سے دیا نہ جائے) تو حاکم اس کی حالت کو غور سے دیکھے (اور تحقیق کرے) اگر اس کا روپیہ لوگوں کے ذمہ اترتا ہے جس سے یہ بھگتان کر دے گا یا عنقریب کچھ روپیہ اس کے پاس آنے والا ہے۔ تو اس کے عاجز کرنے میں (یعنی اس کے عاجز ہونے کا حکم دینے میں) حاکم جلدی نہ کرے دو روز یا تین روز اس کا انتظار کرے اور اگر اس کے پاس کوئی صورت (ادا ہونے کی) نہ ہو اور اس کا آقا اسے عاجز کرنا چاہے تو حاکم اسے عاجز کر دے (اور حکم دے دے) اور اس کتابت کو فسخ کر دے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ ابھی عاجز نہ کرے یہاں تک کہ اس کے ذمہ دو قسطیں ہو جائیں۔

جب مکاتب عاجز ہو گیا (یعنی حاکم نے اس کے عاجز ہونے کا حکم دے دیا) تو وہ پھر غلام کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اس کے پاس جو کچھ اس کا کمایا ہوا ہوتا ہے وہ اس کے آقا کا ہو جاتا ہے پس اگر مکاتب مر جائے اور اس کے پاس کچھ روپیہ ہو تو اس کی کتابت فسخ نہیں ہوتی بلکہ جتنا روپیہ اس کے ذمہ ہے وہ اس کے روپیہ سے بھگتا دیا جائے اور اس کی زندگی کے آخری حصہ میں اس کے آزاد ہونے کا حکم دے دیا جائے اور جو روپیہ بچے وہ اس کے وارثوں کا ترکہ ہے اور اس کی اولاد آزاد کر دی جائے۔ اور اگر اس نے اتنا روپیہ نہیں چھوڑا کہ جس سے اس کے ذمہ کا پورا روپیہ ادا کر دیا جائے اور اس نے ایک لڑکا چھوڑا ہے جو کتابت کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا تو یہ لڑکا اپنے باپ کا مال کتابت قسط وار ادا کرنے میں کوشش (اور محنت) کرے اور جب یہ ادا کر چکے تو اب ہم یہ حکم دے دیں گے کہ اس کا باپ مرنے سے پہلے آزاد تھا اور یہ لڑکا بھی آزاد ہو جائے گا۔

اگر اس نے ایسا لڑکا چھوڑا ہے جو کتابت کے زمانہ میں اس نے مول لیا تھا تو اس سے کہا جائے گا کہ یا تو تو کتابت کا روپیہ اسی وقت ادا کر دے ورنہ غلام ہو جا (اگر اس نے ادا کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا ورنہ غلامی میں چلا جائے گا) اگر کسی مسلمان نے اپنے غلام کو

شراب پر یا سور پر یا خود اس کی قیمت پر مکاتب کر دیا تو یہ کتابت فاسد ہے پھر بھی اگر اس نے
شراب اسے دے دی یا کوئی سور اس کے حوالے کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا لیکن اس پر لازم
ہے کہ وہ اپنی قیمت کی مقدار کمائی (کر کے ادا کرے) اور یہ ادائی شراب یا سور سے کم نہ ہو بلکہ اور
زیادہ ہو اگر کسی نے اپنے غلام کو ایک حیوان غیر موصوف پر مکاتب کر دیا تو یہ کتابت جائز ہے۔

فائدہ: غیر موصوف سے یہ مراد ہے کہ حیوان کی جنس تو بیان کر دی ہو اور نوع و صفت بیان نہ کی ہو مثلاً
یوں کہا کہ ایک گھوڑے یا خچر یا گائے یا اونٹ پر تو مکاتب ہے اور اس کے بعد یہ نہیں بیان کیا
کہ یہ جانور کیسے اور کس قیمت کے ہوں۔ تو ایسی صورت میں اوسط درجہ کا لے لیا جائے گا اور
اس کی قیمت قبول کرنے پر اس کے آقا کو مجبور کیا جائے گا۔

ترجمہ: اگر اپنے کپڑے پر مکاتب کیا کہ جس کی جنس بھی نہیں بیان کی تو یہ کتابت جائز نہیں
ہے اگر اس مکاتب نے کوئی کپڑا دے دیا تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ اگر کسی نے ایک ہی کتابت میں
ایک ہزار روپیہ پر اپنے دو غلاموں کو مکاتب کر دیا تھا تو اب اگر ان دونوں نے (وہ روپیہ) ادا
کر دیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اگر دونوں عاجز ہو گئے تو دونوں ہی پھر غلامی میں
آ جائیں گے۔ اور اگر کسی نے دو غلاموں کو اس شرط سے مکاتب کیا کہ ان میں سے ہر ایک
دوسرے کا ضامن ہو تو یہ کتابت جائز ہے اور ان میں سے جون سا وہ روپیہ ادا کر دے گا یہ
دونوں آزاد ہو جائیں گے اور جون سا ادا کرے گا وہ اس ادا کردہ روپیہ کا نصف اپنے شریک
سے وصول کر لے گا اگر آقا نے اپنے مکاتب کو آزاد کر دیا تو اس کے آزاد کرنے سے وہ آزاد
ہو جائے گا اور اس کے ذمہ سے کتابت کا روپیہ ساقط ہو جائے گا۔

اگر مکاتب (غلام) کا آقا مر جائے تو اس سے کتابت فسخ نہیں ہوتی اور مکاتب
سے کہہ دیا جائے کہ وہ کتابت کا روپیہ قسط وار آقا کے وارثوں کو دیدے ہاں اگر وارثوں میں
سے ایک نے اسے آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ نہ ہوگا ہاں اگر سب آزاد کر دیں
گے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور کتابت کا روپیہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اگر کسی مکاتبہ
لونڈی کے اس کے آقا سے بچہ ہو گیا تو اب اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنی کتابت پر
رہے اور چاہے اپنے آپ کو عاجز کر کے اس آقا کی ام ولد ہو جائے۔ اگر کوئی اپنی مدبرہ لونڈی

کو مکاتبہ کردے تو یہ جائز ہے پس اگر اس کا آقا مر گیا اور اس کے پاس سوائے اس لونڈی کے اور کچھ مال نہیں ہے تو اب اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے اپنی قیمت کا تہائی دے دے اور چاہے کل کتابت کا روپیہ دے دے اگر کسی نے اپنی مکاتبہ لونڈی کو مدبر کر دیا تو یہ مدبر کرنا درست ہے اور اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنی کتابت پوری کرے اور چاہے اپنے آپ کو عاجز کر کے مدبرہ ہو جائے پس اگر وہ اپنی کتابت پوری کرتی اور اس کا آقا مر گیا اور اس کے پاس اور کچھ مال نہیں ہے تو اب اس لونڈی کو اختیار ہے چاہے وہ اپنی کتابت کا دو تہائی روپیہ ادا کر دے اور چاہے اپنی کل قیمت کا دو تہائی ادا کر دے یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہے جو کم ہو وہی ادا کرے اگر مکاتب اپنے غلام سے کچھ مال لے کر اسے آزاد کرنے لگے تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر کچھ بدلے کر کوئی چیز ہبہ کرنے لگے تو یہ بھی درست نہیں ہے۔

اگر کوئی مکاتب اپنے غلام کو مکاتب کر دے تو یہ کتابت جائز ہے پس اگر دوسرے مکاتب نے (یعنی مکاتب کے مکاتب نے اپنی کتابت کا روپیہ) پہلے مکاتب کے ادا کرنے سے پہلے ہی ادا کر دیا تو اس کی ولاء پہلے کے آقا کی ہوگی (یعنی پہلے مکاتب کے آقا کی) اور اگر دوسرے مکاتب نے (اپنی کتابت کا روپیہ) پہلے مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد ادا کیا ہے تو اب اس کی ولاء اسی کی (یعنی پہلے مکاتب کی) ہے۔

کتاب الولاء

رشتہ اخوت و محبت کا بیان

فائدہ۔ ولاء ایک تعلق کا نام ہے کہ جس کی وجہ سے مستحق ولاء اس دوسرے کے مرنے کے بعد وارث ہو جاتا ہے اور اس کے کوئی قصور کرنے پر اس کی جرمانہ بھرتا ہے ولاء کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ولاء عتاقہ اسی کا نام ولاء نعمت بھی ہے اس کا سبب آزاد کرنا ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو آزاد کر دے تو اس کی ولاء اس کے آقا کی ہوگی خواہ وہ آقا مرد ہو یا عورت ہو۔

دوسری قسم ولاء الموالاۃ ہے اس کا سبب عقد ہوتا ہے مثلاً ایک آدمی کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہو اور اس سے یہ کہے کہ میں تجھ سے اس شرط پر موالاۃ کرتا ہوں کہ میں مر جاؤں تو تو ہی میرا وارث ہو اور تو ہی میرے جرمانہ وغیرہ کو بھرے تو اس طرح کہنے سے بھی موالاۃ ہو جاتی ہے۔ باقی ان دونوں قسموں کی تشریح آگے متن میں آئے گی۔ مصفی وغیرہ۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا تو اس (آزاد شدہ غلام) کی ولاء اس کے آزاد کرنے والے کی ہے اور اسی طرح اگر کوئی عورت آزاد کرے پس اگر غلام نے یہ شرط کر لی کہ میں بغیر ولاء کے آزاد ہوتا ہوں تو یہ شرط باطل ہے اور ولاء اسی کی ہے جو آزاد کرے۔ اور جب مکاتب نے (اپنی کتابت کا روپیہ) ادا کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء اس کے آقا کی ہے اور اگر وہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوا ہے تو اس کی ولاء آقا کے وارثوں کی ہے اور جب آقا مر جائے تو اس کے مدبر غلام اور ام ولد لونڈیاں سب آزاد ہو جائیں گی اور ان سب کی ولاء اسی آقا کی ہوگی۔

اگر کوئی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے اور اس کی ولاء اسی کی ہوگی جو اس کا مالک ہو گیا تھا۔

اگر کسی کے غلام نے دوسرے کی لونڈی سے نکاح کر لیا پھر لونڈی کے آقا نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا اور اسے اس غلام سے حمل ہے تو یہ لونڈی اور اس کا حمل دونوں آزاد ہو جائیں گے اور حمل کی ولاء لونڈی کے آقا کی ہوگی اس سے کبھی منتقل نہ ہوگی پس اگر اس لونڈی کے آزاد ہونے کے بعد چھ مہینے سے زیادہ میں اس کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کی ولاء اس لونڈی کے آقا کی ہے پھر اگر اس لڑکے کا باپ بھی آزاد کر دیا گیا تو یہ اپنے بیٹے کی ولاء کو (اپنی طرف) کھینچ لے گا اور اس وقت ولاء ماں کے آقا کی طرف سے باپ کے آقا کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اگر کسی عجمی نے عرب کی آزاد کردہ لونڈی سے نکاح کر لیا تھا پھر اس لونڈی کے اولاد ہوئی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی اولاد کی ولاء اس کے آقا کی ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کی اولاد کی ولاء ان کے باپ کی ہے کیونکہ نسب باپ دادا کی طرف (سے) ہوتا ہے اور آزاد شدہ غلام کی ولاء عصبہ کا حق ہے پس اگر اس

کے کوئی نسبی عصبہ ہے تو اس کی ولاء کا سب سے زیادہ حقدار وہی ہے اور اگر نسبی عصبہ نہیں ہے تو اس کا ترکہ آزاد کرنے والے کا ہے اور اگر آقا مر گیا ہے اور اس کے بعد وہ آزاد کردہ بھی مر گیا تو اب اس کے وارث اس کے آقا کے بیٹے ہیں نہ کہ بیٹیاں اور عورتوں کے لیے ولاء نہیں ہوتی ہاں اگر یہ کسی کو آزاد کریں یا جسے یہ آزاد کریں وہ کسی کو آزاد کر دے یا یہ کسی کو مکاتب کریں پھر وہ کسی کو مکاتب کر دے یا یہ کسی کو مدبر کریں پھر وہ کسی کو مدبر کر دے (ان سب صورتوں میں عورتیں بھی ولاء کی مستحق ہوں گی)

اگر (کسی غلام کا) آقا مر جائے اس نے ایک بیٹا اور دوسرے بیٹے کا بیٹا چھوڑا تو اس غلام کا ترکہ اس کے بیٹے کا ہوگا نہ کہ پوتے کا کیونکہ ولاء بڑے کی ہوتی ہے۔

اگر کوئی کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے اس شرط پر موالاۃ کر لی کہ جب میں مر جاؤں تو میرا وارث بھی تو ہی ہے اور اگر مجھ سے کوئی خطا قصور ہو جائے تو اس کا جرمانہ وغیرہ بھی تو ہی بھرنا یا مسلمان کسی اور کے ہاتھ پر ہوا تھا اور موالاۃ (یعنی ولاء) کسی اور سے کر لی تو وہ ولاء درست ہے اور اس کا جرمانہ وغیرہ اسی مولیٰ کے ذمہ ہوگا۔

فائدہ: یہاں مولیٰ سے مراد وہی شخص ہے کہ جس کے ہاتھ پر وہ مسلمان ہوا تھا اور اس سے موالاۃ کر لی تھی یا مسلمان تو کسی اور کے ہاتھ پر ہوا تھا اور موالات اس سے کر لی تھی۔

ترجمہ: پس اگر وہ (موالاۃ کرنے والا) مر گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو اس کی میراث اسی مولیٰ کی ہے (جس سے اس نے موالاۃ کی تھی) اور اگر اس کے کوئی وارث ہے تو وہ اس سے زیادہ حقدار ہے اور موالاۃ کرنے والے کو اختیار ہے کہ جب تک اس کے مولیٰ نے اس کی طرف سے جرمانہ نہ بھرا ہو تو اپنی ولاء کو کسی اور کی طرف منتقل کر دے اور اگر وہ اس کی طرف سے کچھ جرمانہ دے چکا ہے تو پھر اسے اپنی ولاء کو اور کسی کی طرف منتقل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور آزاد شدہ غلام کو کسی سے موالاۃ کرنی جائز نہیں ہے۔

میں کنواں کھودے یا کوئی (بڑا) پتھر رکھ دے اور جس شخص اس کنویں میں گر کے یا اس پتھر سے
ٹھوکر کھا کے مر جائے اور اس کی سزا یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اس سے تلف ہو جائے گا تو اس
کے عاقلہ پر دیت آئے گی وہ اس پر کفارہ نہیں ہے۔

قصاص کے احکام ✱ قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے کہ جب کوئی عمداً کسی محقون
الدم کو مار ڈالے اگر کوئی آزاد آزاد کو مار ڈالے یا کوئی آزاد غلام کو مار ڈالے یا کوئی مسلمان ذمی
کو مار ڈالے تو ان تینوں قسم کے قاتلوں کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور مسلمان کو مستامن کے
عوض میں قتل نہ کیا جائے اور مرد کو عورت کے عوض میں (اگر کوئی مرد عورت کو مار ڈالے تو اس
عورت کے عوض میں وہ مرد) اور (اسی طرح) بالغ نابالغ کے عوض میں اور (بینا اور) تندرست
اندھے کے اور کوڑھی کے عوض میں قتل کر دیا جائے۔

اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو یا اپنے غلام کو یا اپنے مکاتب کو یا اپنے مدبر کو یا اپنے بیٹے
کے غلام کو مار ڈالے تو اس کے عوض میں اسے قتل نہ کیا جائے اگر کوئی اپنے باپ سے قصاص
(بیٹے) کا وارث ہو جائے تو (باپ کی حرمت کی وجہ سے) وہ قصاص ساقط ہو جائے گا اور یہ یا
قصاص تلوار ہی سے ہوتا ہے (یعنی قصاص تلوار ہی سے لیا جائے) اگر کوئی کسی کے مکاتب کو عمداً
مار ڈالے اور سوائے اس کے آقا کے (جس نے اسے مکاتب کیا تھا) اور کوئی اس کا وارث نہ ہو
تو پھر دیکھنا چاہیے اگر اس نے اتنا مال نہیں چھوڑا کہ جس سے اس کا بدل کتابت بے باقی ہو
جائے تو اس کا قصاص اس کا آقا لے گا اور اگر یہ اتنا مال چھوڑ مرا ہے کہ جس سے بدل کتابت
کی ادائیگی ہو جائے گی اور آقا کے سوا اس کے اور وارث بھی ہیں تو انہیں قصاص لینے کا اختیار
نہیں ہے اگرچہ یہ سب آقا کے ساتھ مل بھی جائیں اور اگر کوئی مرہون غلام مار ڈالا جائے تو
اس کا قصاص واجب نہیں ہوتا جب تک کہ راہن اور مرتہن دونوں کی رائے متحد نہ ہو جائے اگر کسی
نے کسی کو عمداً زخمی کر دیا اور وہ زخمی (اسی زخم کی وجہ سے) کچھ دنوں بچ کے مر گیا تو اس پر قصاص
واجب ہے اور اگر کسی نے کسی کا عمداً پہنچے سے ہاتھ کاٹ دیا تو اس کے عوض میں اس کا ہاتھ بھی
کاٹا جائے اور یہی حکم پیر اور ناک کی پھننگ اور کان کا ہے۔

فائدہ: مثلاً اگر کسی نے کسی کا پیر کاٹ دیا یا ناک کی پھننگ کاٹ دی یا کان کاٹ دیا تو اس

کاٹنے والے کے بھی یہی اعضاء کاٹے جائیں۔

ترجمہ: اگر کوئی کسی کی آنکھ پر ایسا مارے کہ اس کی آنکھ نکل پڑے تو اس پر قصاص نہیں ہے (بلکہ اس پر) دیت (یعنی جرمانہ) ہے اور اگر آنکھ اپنی جگہ پر قائم ہے اور اس کی بینائی جاتی رہی ہو تو اس مارنے والے پر قصاص واجب ہے یہ قصاص اس طرح لیا جائے کہ پہلے روئی بھگو کے اس کے سارے چہرے پر رکھ دی جائے (اور ایک آنکھ کھول دی جائے) پھر ایک شیشہ خوب گرم کرکے اس کی آنکھ کے سامنے کیا جائے تاکہ اس سے اس کی آنکھ کی بینائی جاتی رہے اور دانت (کے توڑنے) میں قصاص (واجب) ہے اور جس زخم میں مماثلت ممکن ہو (یعنی اس کے عوض میں ویسا ہی زخم ہو سکتا ہو) تو اس میں بھی قصاص واجب ہے اور سوائے دانت کے اور ہڈی (کے توڑنے) میں قصاص نہیں ہے اور خون کرنے سے کم قصور میں (یعنی ہاتھ پیر کاٹنے یا دانت وغیرہ توڑنے میں) شبہ عمد نہیں ہوتا (شبہ عمد کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے) بلکہ وہ عمدا ہوتا ہے اور یا خطا اور خون کرنے سے کم کی صورت میں نہ مرد و عورت کے درمیان میں قصاص ہے اور نہ آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے درمیان۔

فائدہ: مثلاً اگر کوئی مرد عورت کا یا آزاد غلام کا یا کوئی غلام دوسرے غلام کا ہاتھ یا پیر کاٹ ڈالے تو اس پر قصاص نہ ہوگا بلکہ دیت واجب ہوگی اور قصاص واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قصاص مماثلت سے واجب ہوتا ہے اور ان کے ہاتھ پیروں میں مماثلت نہیں ہے۔ (رمز الحقائق)

ترجمہ: اگر کوئی مسلمان کافر کا یا کافر مسلمان کا ہاتھ یا پیر کاٹ دے تو ان میں قصاص ایک کا دوسرے سے لینا واجب ہے اگر کسی نے کسی کا نصف پہنچے سے ہاتھ کاٹ دیا یا ایسا کاری زخم لگایا جو سینہ سے پیٹ تک پہنچ گیا اور پھر وہ اچھا ہو گیا تو اس پر قصاص نہیں ہے (بلکہ دیت ہے) اور اگر مقطوع کا ہاتھ اچھا تھا اور قاطع کا ہاتھ شل ہے۔ یا انگلیوں میں کچھ نقصان ہے تو اب مقطوع کو (یعنی جس کا ہاتھ کٹ گیا ہے) اختیار ہے چاہے وہ (اپنے ہاتھ کے بدلے میں) اس (کے) عیب دار ہاتھ کو کاٹ دے اور اس ہاتھ کے سوا اور اسے کچھ نہ ملے گا اور یا چاہے پوری دیت لے لے۔ اور اگر کسی نے کسی کے سر میں ایسا زخم کر دیا

کہ اس زخم نے اس کے سر کی دونوں جانب کو گھیر لیا اور وہی زخم (یعنی ایسا ہی زخم) زخم کرانے والے کے سر کی دونوں جانبوں کو نہیں گھیر سکتا (کیونکہ اس کا سر بڑا ہے اور اس زخمی کا سر چھوٹا تھا) تو اب اس زخمی کو اختیار ہے چاہے بہ اپنے زخم کی مقدار قصاص لے لے (یعنی اتنا ہی زخم اس کے بھی کر دے) جس طرف سے چاہے شروع کر دے اور چاہے پوری دیت لے لے۔ زبان اور ذکر (کے کاٹنے) میں قصاص نہیں ہے ہاں اگر کوئی حشفہ کو کاٹ دے۔

فائدہ: حشفہ کاٹنے کی صورت میں قصاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ذکر میں حشفہ ایسا ہوتا ہے جیسا ہاتھ میں پہنچا پس چونکہ کٹنے کی جگہ معلوم اور متعین ہے لہٰذا اس میں مماثلت ہو سکتی ہے اور قصاص مماثلت ہی کی صورتوں میں ہوتا ہے۔ (معراج الحقائق)

ترجمہ: اگر قاتل مقتول کے وارثوں کو (قصاص کے بدلے) کسی قدر مال پر راضی کرلے تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور وہ مال اسے دینا واجب ہوگا خواہ تھوڑا ہو یا بہت ہو (یعنی مقدار دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو) اگر کسی مقتول کے چند وارث ہوں ان میں سے ایک خون معاف کر دے یا اپنے حصہ کے عوض کچھ روپیہ پر صلح کر لے تو قصاص میں سے اور حصہ داروں کا حق بھی ساقط ہو جائے گا (یعنی وہ قصاص نہ لے سکیں گے) اور انہیں دیت میں سے حصہ دینا پڑے گا۔ اگر ایک آدمی کو چند آدمیوں نے عمداً قتل کر دیا تو ان سب سے قصاص لیا جائے گا (یعنی وہ سب قتل کر دیئے جائیں گے) اگر ایک آدمی نے چند آدمیوں کو قتل کر دیا تھا پھر ان مقتولوں کے وارثوں نے دعویٰ کیا تو ان سب کے عوض اس (اکیلے) قاتل کو قتل کر دیا جائے اس کے سوا اور ان کا کچھ حق نہیں ہے اور اگر ان میں سے فقط ایک نے دعویٰ کیا تو اسی اکیلے ہی دعویٰ پر اسے قتل کر دیا جائے گا اور باقی مقتولوں کے وارثوں کا حق ساقط ہو جائے گا اگر کسی شخص پر قصاص واجب ہو گیا تھا پھر وہ مر گیا تو اس پر قصاص نہیں ہے اگر دو آدمیوں نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا تو ان دونوں پر قصاص نہیں ہے بلکہ ان دونوں پر نصف دیت ہے۔

فائدہ: یعنی پورے آدمی کی نصف دیت ہے کیونکہ ہاتھ کی دیت خون کی نصف دیت ہوتی

سے پھر یہ نصف دیت ان دونوں پر نصفا نصف ہوگی۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر ایک آدمی نے دو آدمیوں کے ہاتھ کاٹ دیے ان دونوں نے دعویٰ کیا تو ان دونوں کو چاہیے کہ اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیں اور اس سے (پورے آدمی کی) نصف دیت لے کے دونوں آپس میں نصفا نصف بانٹ لیں (برابر ہے کہ اس نے دونوں کے ہاتھ ایک ہی دفعہ کاٹ دیے ہوں یا آگے پیچھے کاٹے ہوں) اور اگر ان میں سے ایک نے دعویٰ کر کے اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا تو اب دوسرے کے لیے اس کے ذمہ نصف دیت ہے اگر کسی غلام نے عمداً خون کرنے کا اقرار کر لیا تو اس پر قصاص لازم ہو جائے گا اگر کسی نے عمداً ایک آدمی کے تیر مارا تھا اور وہ تیر اس سے چھدھ کر دوسرے کے بھی جا لگا اور یہ دونوں مر گئے تو پہلے آدمی کے عوض اس پر قصاص واجب ہے اور دوسرے کے عوض اس (قاتل) کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پہلا قتل تو قتل عمد ہے اس لیے اس میں قصاص واجب ہے اور دوسرا قتل قتل خطا میں داخل ہے اور قتل خطا میں دیت لازم ہوتی ہے۔ (حاشیہ)

کتاب الدیات

قتل وغیرہ کے مالی جرمانے کا بیان

فائدہ: شریعت میں دیت اس مال کا نام ہے جو خون کا بدلہ ہو اس لیے اس کو خون بہا بھی کہتے ہیں۔ اور ارش اس مال کا نام ہے جو خون کرنے سے کم قصور میں واجب ہو۔ (درمختار)

ترجمہ: جب کوئی کسی کو شبہ عمد سے مار ڈالے تو اس مارنے والے پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہے۔

فائدہ: کفارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اگر غلام میسر نہ ہو تو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور اس میں فقیروں کو کھانا کھلانا کافی نہیں ہوتا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک شبہ عمد کی دیت سو اونٹ ہے چار طرح کے۔ پچیس بنت مخاض ہیں (یعنی جو مادہ شتر دوسرے برس میں ہوں) اور پچیس بنت لبون (یعنی جو تیسرے برس میں ہوں) اور پچیس حقہ (یعنی جو چوتھے برس میں ہوں) اور پچیس جذعے (یعنی جو پانچویں برس میں ہوں) اور یہ دیت مغلظہ ہوگی۔ اور قتل خطا میں خطا پر دیت واجب ہے اور قاتل پر کفارہ اور (قتل) خطا میں دیت کے سو اونٹ ہیں پانچ طرح کے بیس بنت مخاض۔ بیس ابن مخاض (یعنی بیس شتر مادہ اور بیس نر۔ جو دوسرے برس میں ہوں) اور بیس بنت لبون اور بیس حقے اور بیس جذعے۔ اگر کوئی دیت میں سونا دینا چاہے تو ایک ہزار دینار دے اور اگر چاندی دینا چاہے تو دس ہزار درہم دے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان تینوں کے سوا اور کسی چیز سے دیت ادا نہیں ہوتی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ ان سے اور گایوں سے کہ دو سو ہوں اور بکریوں سے جو ایک ہزار ہوں اور حلوں سے وہ بھی دو سو ہوں ایک حلہ دو کپڑوں کا ہوتا ہے (یعنی چادر اور تہبند) مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے۔ پوری دیت ان چیزوں میں (واجب) ہوتی ہے خون کرنے میں، ناک کاٹنے میں، ذکر کاٹنے میں، عقل کھو دینے میں یعنی جب کسی کے سر پر کوئی ایسا مارے کہ عقل جاتی رہے اور داڑھی مونڈنے میں جب اسی طرح مونڈے کہ پھر بال نہ جمیں اور سر کے بال (مونڈنے) میں اور ابروؤں کے مونڈنے میں دونوں آنکھوں کے پھوڑ دینے میں، دونوں ہاتھ کاٹنے میں، دونوں پیر کاٹنے میں، دونوں کان کاٹنے میں، دونوں ہونٹ کاٹنے میں دونوں خصیے کاٹنے میں، عورت کے دونوں پستان کاٹنے میں، اور ان سب چیزوں میں سے ایک ایک میں نصف دیت ہے اور دونوں آنکھوں کی پلکیں مونڈنے میں پوری دیت ہے اور ایک پپوٹے مونڈنے میں چوتھائی دیت ہے اور دونوں ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں سے ایک ایک انگلی (کے کاٹنے) میں دیت کا دسواں حصہ ہے اور انگلیاں سب برابر ہیں (یعنی سب کا یکساں حکم ہے) اور ہر انگلی میں تین پورے ہوتے ہیں سو ایک پورے (کے کاٹنے) میں ایک انگلی کی تہائی دیت ہے اور جس میں دو پورے ہوں (جیسے انگوٹھے) اس کے ایک پورے میں ایک انگلی کی نصف دیت ہے اور ہر ایک دانت (کے توڑنے) میں (دیت کے) پانچ اونٹ ہیں اور دانت اور داڑھیں سب برابر ہیں (یعنی

سب کا ایک ہی حکم ہے) اگر کوئی کسی کے عضو پر ایسا مارے کہ اس عضو کا نفع جاتا رہے (یعنی وہ بیکار ہو جائے) تو اس میں پوری دیت ہے۔ مثلاً کسی نے کسی کا ہاتھ کاٹ دیا تھا اور وہ کٹ کر شل ہو گیا (یعنی سوکھ گیا) یا آنکھ پر مارا تھا اور اس کی روشنی جاتی رہے اور کل زخم دس ہیں حارصہ، دامعہ، دامیہ، باضعہ، متلاحمہ، سمحاق، موضحہ، ہاشمہ، منقلہ، آمہ۔

فائدہ: حارصہ وہ زخم ہے کہ کھال چر جائے اور اس سے خون نہ نکلے۔

دامعہ وہ ہے کہ جس میں سے خون کے مشابہ کچھ نکل آئے اور بعض علماء دامعہ اسے کہتے ہیں کہ خون ظاہر ہو جائے اور بہے نہیں۔

دامیہ وہ ہے جس سے خون نکل کے بہنے لگے۔

باضعہ وہ ہے کہ جس میں گوشت کٹ جائے۔

متلاحمہ وہ ہے جس کے اندر باہر سے زیادہ گوشت میں گھاؤ ہو جائے۔

سمحاق وہ ہے جو ہڈی کے اوپر کی جھلی تک پہنچ جائے۔

موضحہ وہ ہے جس میں گوشت اڑ کے ہڈی نظر آنے لگے۔

ہاشمہ وہ ہے جس میں دماغ کے اوپر کی ہڈی ٹوٹ جائے اور بعض اس زخم کو کہتے ہیں جو ام راس تک پہنچ جائے۔

منقلہ وہ ہے جس میں ہڈی ٹوٹ جانے کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔

آمہ وہ ہے جو دماغ تک پہنچ جائے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: پس موضحہ میں قصاص ہے اگر (کسی نے) عمداً (کیا) ہو اور باقی زخموں میں قصاص نہیں ہے اور موضحہ سے کم درجے کے زخم میں حکومت عدل ہے (یعنی جو کچھ کوئی منصف حق گو حق شناس آدمی کہہ دے) اور اگر موضحہ خطاءً ہو تو اس میں دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے اور ہاشمہ میں دسواں حصہ اور منقلہ میں دسواں حصہ اور دسویں کا نصف۔ اور آمہ میں تہائی دیت ہے اور جائفہ میں بھی تہائی دیت ہے (جائفہ اس زخم کو کہتے ہیں جو سینہ سے پیٹ تک پہنچ جائے) پس اگر وہ دوسری طرف تک ہو جائے تو وہ دو جائفے ہیں اور ان دونوں میں دو تہائی دیت ہے اور ایک ہاتھ کی انگلیوں (کے کاٹنے) میں نصف دیت ہے پس اگر کسی نے ساری انگلیاں مع ہتھیلی

کے کاٹ دیں تو اس میں نصف دیت ہے اور اگر انگلیاں نصف کلائی تک کاٹ دیں تو ہتھیلی (تک) میں نصف دیت ہے اور باقی میں حکومت عدل ہے اور زائد انگلیوں (کے کاٹنے) میں بھی حکومت عدل ہے اور بچہ کی آنکھ پھوڑنے اور اس کی زبان یا آلہ تناسل کاٹنے میں سب جب اس عضو کی صحت معلوم نہ ہو تو حکومت عدل ہے۔

فائدہ کیونکہ ان اعضاء سے مقصود منفعت ہوتی ہے اور جب ان اعضاء کی بابت یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ قابل منفعت ہیں یا نہیں تو اس شک کی وجہ سے پوری ارش یعنی جو اس عضو کے بیکار کرنے میں آتی ہے واجب نہ ہوگی۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اگر کسی نے کسی کے (سر پر) زخم موضحہ لگایا کہ جس سے اس کی عقل جاتی رہی یا سر کے بال اڑ گئے (کہ پھر جمنے کی امید نہیں ہے) تو اس موضحہ کی ارش دیت میں داخل ہو جائے گی۔

فائدہ یعنی دیت پوری واجب ہوگی اور اس دیت میں زخم کی دیت بھی داخل ہو جائے گی۔

ترجمہ: اور اگر اس شخص کے سننے یا دیکھنے یا بولنے کی بھی قوت جاتی رہی تو اس وقت مع دیت زخم کے پوری واجب ہوگی اگر کسی نے کسی کی ایک انگلی پوری کاٹ دی تھی پھر (اس سے) اس کے پاس کی دوسری انگلی بھی سوکھ گئی تو ان دونوں میں دیت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اس میں قصاص نہیں ہے اگر کسی نے کسی کا دانت توڑ دیا تھا اور اس کی جگہ دوسرا دانت نکل آیا تو اس دانت کی دیت ساقط ہو جائے گی اگر کسی نے کسی کے سر میں زخم کر دیا تھا پھر وہ زخم بھر آیا اور اس کا نشان بالکل مٹ گیا اور بال جم آئے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی دیت ساقط ہو جائے گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زخم کرنے کی دیت اس سے لی جائے گی (اور وہ حکومت عدل ہے) اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ جراح کا خرچ اس کے ذمہ واجب ہوگا اگر کوئی کسی کے زخم کر دے تو جب تک وہ اچھا نہ ہو جائے اس سے قصاص نہ لیا جائے اگر کسی نے کسی کا ہاتھ خطا کاٹ دیا تھا اور پھر ہاتھ اچھا ہونے سے پہلے خطا ہی سے قتل بھی کر دیا تو اس پر دیت واجب ہوگی (اور ہاتھ کی دیت) ساقط ہو جائے گی

ور اگر اسے اچھا ہونے کے بعد قتل کیا ہے تو اس کے ذمہ دو دیتیں ہیں ایک خون کرنے کی اور دوسری ہاتھ (کاٹنے) کی اور جس (قتل) عمد میں کسی شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے تو اس میں دیت قاتل کے مال میں ہوتی ہے (عاقلہ پر نہیں ہوتی) اور جو دیت صلح اور اقرار کر لینے کی وجہ سے واجب ہو وہ بھی قاتل ہی کے مال میں ہوتی ہے اگر باپ نے اپنے بیٹے کو عمداً قتل کر دیا تو یہ دیت بھی اسی کے مال میں ہے تین برس کے اندر اندر ادا کر دے اور جس جنایت کا خود جنایت کرنے والا اقرار کر لے تو وہ اس کے مال میں واجب ہوگی اور اس کے عاقلہ پر ہے (کے کہنے) کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ لڑکے اور دیوانے کا عمد خطا ہے اور اس میں دیت عاقلہ پر ہے۔

فائدہ: ان کا عمد خطا ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی نابالغ بچہ یا دیوانہ عمداً کسی کو قتل کر دے تو ان کا عمد خطا شمار کیا جائے گا اور اس پر قصاص واجب نہ ہوگا بلکہ اس کے کنبہ پر دیت واجب ہوگی اور یہ میراث سے بھی محروم نہ ہوں گے کیونکہ محروم میراث ہونا عقوبت ہے اور یہ دونوں قابل عقوبت نہیں ہیں۔

ترجمہ: اگر کسی نے مسلمانوں کے راستہ میں کنواں کھود دیا یا کوئی بڑا بھاری پتھر رکھ دیا اور اس سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی اور اگر اس (کنویں یا پتھر) سے کوئی جانور تلف ہوا ہے تو اس کا تاوان دار وہی خود ہوگا اگر کسی نے شارع عام میں دروازہ کھول لیا یا پرنالہ لگا لیا اور وہ کسی آدمی پر گرا اور وہ آدمی مر گیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہے اور کنواں کھودنے والے اور پتھر رکھنے والے پر کفارہ نہیں ہے اگر کسی نے اپنی ملک میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی آدمی گر کے مر گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا اگر کوئی گھوڑے وغیرہ پر سوار تھا اور اس کی سواری نے کسی کو کچل دیا یا کسی کے لات مار دی یا کاٹ لیا تو وہ سوار اس کا ضامن ہوگا اگر کسی چوپایہ نے راستہ میں لید کر دی یا پیشاب کر دیا اور اس سے کوئی پھسل کر (گر کے) مر گیا تو اس میں ضمان نہ آئے گا اگر کوئی گھوڑے وغیرہ کو ہانکے لیے جا رہا تھا اور اس کے اگلے یا پچھلے پاؤں سے کوئی آدمی دب کر مر گیا تو ہانکے جانے والا ضامن ہوگا اور اگر کوئی آگے سے پکڑے سے جا رہا تھا تو اس صورت میں اگر کوئی آدمی اس چوپایہ کے اگلے پاؤں سے ہلاک ہو

گیا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر پچھلے پاؤں سے ہلاک ہوا ہے تو ضامن نہ ہوگا اگر کوئی شخص اونٹوں
کی قطار کھینچے جا رہا تھا اور اونٹ نے کسی کو مار ڈالا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر قطار کے پیچھے بھی کوئی
ہانکنے والا تھا تو یہ دونوں ضامن ہوں گے اور اگر غلام نے خطا یا کوئی قصور کیا تو اس کے آقا سے
کہا جائے گا کہ یا تو اس کے عوض میں غلام کو دے ڈال دو یا اس نقصان کا تاوان دے اگر آقا
نے یہ غلام دے دیا تو نقصان کا حق دار اس غلام کا مالک ہو جائے گا اور اگر اس نے اس نقصان
کا تاوان دیا ہے تو یہ تاوان اسی نقصان کا ہوگا پس اگر اس غلام نے پھر کوئی نقصان کر دیا تو اس
کا حکم بھی مثل پہلے کے نقصان کے ہے اور اگر کسی غلام نے دو نقصان کیے ہیں تو اس غلام کے
آقا سے کہا جائے گا کہ یا تو یہ غلام ان نقصانوں کے وارثوں کو دے دے کہ وہ دونوں اپنے
حقوق کے موافق اسے تقسیم کر لیں اور یا تو ان دونوں کے نقصان کا پورا پورا تاوان دے دے
اور اگر آقا نے غلام کو آزاد کر دیا اور غلام سے قصور کرنے کی اسے خبر نہ ہوئی تو اس صورت میں
اگر غلام کی قیمت کم ہے تو آقا قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اس قصور کی دیت کم ہے تو دیت کا
ضامن ہوگا اور اگر اس نے قصور کی خبر ہونے کے بعد اسے بیچ دیا یا آزاد کر دیا تو اس صورت
میں آقا پر دیت ادا واجب ہوگی اگر کسی مدبر یا ام ولد نے کوئی قصور کر دیا تو اس کے آقا پر وہ رقم
واجب ہوگی جو اس کی قیمت اور اس کے نقصان کی دیت سے کم ہوگی اور اگر اس نے (یعنی ان
دونوں میں سے کسی نے) دوسری جنایت کر دی (یعنی اور قصور کوئی کر دیا) اور آقا اس کی قیمت
قاضی کے حکم سے پہلی جنایت والے کو دے چکا ہے تو اب اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے یہ دوسری
جنایت والا پہلی جنایت والے کے ساتھ مل کر جو کچھ وہ لے چکا ہے اس میں شریک ہو جائے اور
اگر آقا نے قاضی کے حکم سے بغیر ہی قیمت دے دی تھی تو اس دوسری جنایت والے کو اختیار
ہے چاہے آقا کے سر ہو جائے اور چاہے پہلی جنایت والے کے۔

اگر کسی کے مکان کی دیوار مسلمانوں کے راستہ کی طرف جھک گئی تھی پھر مالک دیوار
سے کسی نے کہا کہ اس دیوار کو توڑ ڈال (تاکہ اس کے گرنے سے کوئی مر نہ جائے) اور اس پر
اس نے گواہ بھی کر لیا اور اس نے اتنی مدت تک اسے نہ توڑا کہ اس مدت میں بخوبی توڑ سکتا تھا
یہاں تک کہ وہ گر پڑی تو اس کے گرنے سے جو آدمی مرے گا جو مال اسباب تلف ہوگا، تک

دیوار اس کا ضامن ہوگا اور اس کو توڑنے کے لیے کہنے والا برابر ہے کہ مسلمان ہو یا ذمی ہو۔ اور اگر دیوار کسی کے مکان کی طرف جھکی ہو تو اس کے توڑنے کے لیے کہنے کا حق اس مالک مکان ہی کو ہے اگر دو سوار ٹکرا کر (گر کے) مر جائیں تو ان میں سے ہر ایک کے عاقلہ پر دوسرے کی دیت ہے اگر کسی نے خطا سے کوئی غلام مار دیا تو اس کے ذمہ اس غلام کی قیمت واجب ہوگی اور یہ قیمت دس ہزار سے نہ بڑھائی جائے اگر غلام کی قیمت دس ہزار درہم ہے یا اس سے زیادہ ہے تو اس قاتل پر دس درہم کم دس ہزار کا حکم کر دیا جائے اور لونڈی میں جب اس کی قیمت دیت سے زیادہ ہو تو اس کے عاقلہ پر دس درہم کم پانچ ہزار درہم واجب ہوں گے اور غلام کا ہاتھ توڑنے میں اس کی نصف قیمت ہے یہ قیمت پانچ درہم کم پانچ ہزار سے زیادہ نہ کی جائے اور جس قصور میں جس قدر حر میں دیت واجب ہوتی ہے اس میں اسی کے موافق غلام میں قیمت واجب ہوگی۔ اگر کسی مرد نے حاملہ عورت کے پیٹ پر مارا اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ گر پڑا تو اس (مارنے والے) پر ایک غرہ واجب ہوگا اور غرہ دیت کا بیسواں حصہ ہوتا ہے۔ اور اگر بچہ زندہ گرا تھا پھر مر گیا تو اس میں پوری دیت ہے اور اگر مرا ہوا بچہ گرنے کے بعد عورت بھی مر گئی تو اس مرد کے ذمہ دیت اور غرہ دونوں ہیں۔

فائدہ: یعنی دیت اس عورت کو مارنے کی وجہ سے کیونکہ وہ اسی کی ضرب کے صدمہ سے مری ہے اور غرہ اس بچہ کے تلف کرنے کی وجہ سے۔

ترجمہ: اور اگر پہلے عورت مر گئی اور پھر مرا ہوا بچہ ہوا تو اس صورت میں اس بچہ میں کچھ نہ ہوگا (اور عورت کی پوری دیت واجب ہوگی) اور جو دیت پیٹ کے بچہ میں واجب ہو وہ اس بچے کے وارثوں کا ہے اور لونڈی کے بچہ میں اگر لڑکا ہے اور زندہ ہوا ہے تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر لڑکی ہے تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ بچے کے گرانے میں کفارہ نہیں ہے قتل عمد اور خطا میں کفارہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر غلام میسر نہ ہو تو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے اور اس میں کھانا کھلانا کافی نہیں ہوتا۔

باب القسامة

مقتول پر قسم لینے کا بیان

ترجمہ: اگر کسی محلہ میں سے کوئی مقتول ملے جس کا قتل کرنے والا معلوم نہ ہو تو وہاں کے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے۔ ان آدمیوں کو اس مقتول کا وارث پسند کرے وہ اس طرح قسم کھائیں کہ اللہ کی قسم ہم نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ ہمیں اس کے قتل کرنے والے کا علم ہے جب یہ پچاس آدمی قسم کھالیں تو اہل محلہ پر دیت ادا کرنے کا حکم کر دیا جائے اور خود وارث کو قسم نہ دی جائے اور نہ اس پر جنایت کا حکم کیا جائے اگرچہ وہ خود قسم کھالے اور اگر ان (پچاس آدمیوں) میں سے کوئی (قسم کھانے سے) انکار کرے تو اسے قید کر لیا جائے یہاں تک کہ وہ قسم کھالے اور اگر اہل محلہ پچاس نہ ہوں تو ان سے دوبارہ قسم لیں یہاں تک کہ پوری پچاس قسمیں ہو جائیں۔ قسامت میں لڑکے دیوانے عورت اور غلام کو شریک نہ کیا جائے۔ (اور نہ مدبر اور نہ مکاتب کو) اگر (کسی محلہ میں سے) کوئی ایسا مردہ ملے کہ اس کے بدن پر چوٹ وغیرہ کا کوئی نشان نہ ہو تو اس میں نہ قسامت ہے اور نہ دیت ہے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اس کی ناک یا منہ یا پاخانہ کی جگہ سے خون نکلتا ہو۔

تشریح: یعنی تب بھی قسامت اور دیت نہ ہوگی ناک سے خون آنے کی صورت میں تو اس لیے کہ وہ نکسیر ہے گویا وہ نکسیر ہی سے مر گیا ہے اور منہ سے خون آنے میں یہ وجہ ہے کہ وہ سودا کی قے ہے جو کسی کے قتل کرنے پر دلالت نہیں کرتی اور تیسری جگہ سے خون آنا بھی ایک بیماری ہے۔ (مترجم)

ترجمہ: پس اگر اس کی آنکھوں سے یا اس کے کانوں سے خون آتا ہو تو وہ مقتول ہے اور اگر کوئی مقتول کسی جانور پر لدا ہوا ملے کہ اس جانور کو کوئی آدمی لیے جاتا ہو تو دیت اس کے ہاتھ پر ہوگی نہ کہ اہل محلہ پر اور اگر کسی کے گھر میں ملے تو قسامت اس گھر والے پر ہے اور دیت اس کے عاقلہ پر۔

فائدہ: کیونکہ وہ گھر اس کے قبضہ میں ہے پس مالک گھر والی محلہ سے اس کی نسبت ہے جیسی اہل محلہ کو اہل شہر سے اور جب اہل شہر اہل محلہ کے ساتھ میں قسامت میں نہیں ہوتے تو اسی طرح اہل محلہ بھی مالک گھر کے ساتھ نہ ہوں گے اور اس اکیلے سے پچاس قسمیں لی جائیں گی۔

ترجمہ: اور مکان داروں کے ہوتے ہوئے کرایہ دار اور رہنے والے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قسامت میں داخل نہیں ہوتے۔

فائدہ: یعنی اگر کسی محلہ میں مکان دار اور کرایہ دار دونوں رہتے ہوں تو قسامت مکان داروں پر ہوگی۔

ترجمہ: اور اگر مقتول کسی کی زمین میں سے ملے تو اس کی قسامت زمینداروں پر ہوگی نہ کہ اس زمین کے خریدنے والوں پر اگرچہ زمینداروں میں سے ایک ہی آدمی ہو اور مقتول کسی کشتی میں سے ملے تو اس کشتی میں جو سوار ہیں یا ملاح ہوں گے قسامت سب پر ہوگی اور اگر مقتول محلہ کی مسجد میں سے ملے تو قسامت اس محلہ والوں پر ہے (کیونکہ مسجد کا انتظام انہیں کے اختیار میں ہوتا ہے) اور اگر جامع مسجد یا شارع عام میں سے ملے تو اس میں قسامت نہیں ہے اور دیت بیت المال پر واجب ہے اور اگر مقتول جنگل میں سے ملے کہ جس کے قریب آبادی نہیں ہے تو وہ ہدر ہے (یعنی اس میں نہ قسامت ہے اور نہ دیت ہے) اور اگر دو گاؤں کے درمیان میں سے کوئی مقتول ملے تو قسامت اس گاؤں پر ہوگی کہ جو وہاں سے دوسرے کی نسبت زیادہ قریب ہو اور اگر کوئی مقتول دریا میں بہتا ہوا ملے تو اس میں نہ دیت ہے نہ قسامت ہے اور اگر کنارے پر رک گیا ہے تو قسامت اس گاؤں پر ہوگی جو اوروں کی نسبت اس جگہ سے نزدیک ہوگا اور اگر مقتول کا وارث اہل محلہ میں سے کسی خاص شخص پر دعویٰ کرے (کہ اسی نے قتل کیا ہے) تو اہل محلہ سے قسامت ساقط نہ ہوگی اور اگر اس نے اہل محلہ کو چھوڑ کر اور کسی پر دعویٰ کیا تو ان سے قسامت ساقط ہو جائے گی اور جب قسم لینے والا کہے کہ اس کو میں نے قتل نہیں بلکہ فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو اسے اس طرح قسم دی جائے (وہ کہے) کہ خدا کی قسم میں نے قتل نہیں کیا اور نہ فلاں شخص کے سوا مجھے اس کا قاتل معلوم ہے اور اگر اس محلہ کے دو آدمی

دوسرے محلہ کے کسی آدمی پر گواہی دیں کہ اس نے اس کو قتل کیا ہے تو ان کی گواہی نہ سنی جائے گی۔

ترجمہ: یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ان کی گواہی سنی جائے گی۔

کتاب المعاقل

عاقلہ پر دیت آنے کا بیان

ترجمہ: دیت (یعنی خوں بہا) شبہ عمد اور خطا میں ہوتی ہے اور جب دیت نفس قتل سے واجب ہو وہ عاقلہ پر (یعنی برادری پر) ہے اگر قاتل کسی دفتر میں ملازم ہے تو اس کے عاقلہ اسی دفتر کے آدمی ہوں گے ان کی تنخواہوں میں سے تین برس کے اندر دیت وصول کر لی جائے اگر تین برس کے زیادہ میں یا کم میں تنخواہوں سے وصول ہو تو اسی حساب سے لی جائے اور اسی حساب سے دی جائے اور اگر قاتل اہل دفتر میں سے نہیں ہے تو اس کے عاقلہ اس کے قبیلے کے آدمی ہیں ان سے قسط وار تین برس کے اندر دیت وصول کر لی جائے ایک آدمی پر چار درہم سے زیادہ نہ کیا جائے ہر سال ایک درہم اور دو دانق لیئے جائیں اور چار درہم سے کم ہو سکتے ہیں پس اگر اتنا بڑا قبیلہ نہ ہو کہ چار چار درہم لے کر دیت پوری ہو جائے تو ایک اور ایسے قبیلے کے لوگوں کو شریک کر لیں جو ان کے بہت ہی قریب کے قرابت دار ہوں اور قاتل بھی عاقلہ میں شمار ہوگا اور دیت ادا کرنے میں مثل ایک عاقلہ کے ہوگا اور آزاد شدہ غلام کے عاقلہ اس کے آقا کے قبیلے کے لوگ ہیں اور مولیٰ موالاۃ کی طرف سے اس کا مولیٰ (یعنی جس کے ہاتھ پر وہ مسلمان ہوا ہو) اور اس کی برادری کے آدمی دیت دیں۔ دیت بیسویں حصہ سے کم عاقلہ پر واجب نہیں ہوتی۔

فائدہ: یعنی اگر کسی نے کوئی ایسا قصور کیا کہ اس میں پوری دیت کا بیسواں حصہ واجب نہیں ہے تو یہ دیت عاقلہ پر نہ ہوگی۔

: مگر بیسواں حصہ یا اس سے زیادہ ہو تو وہ عاقلہ پر واجب ہوتی ہے اور اگر اس سے کم

ہے تو وہ اس قصور کرنے والے ہی کے ذمہ ہوتی ہے غلام کے قصور کی دیت عاقلہ پر واجب نہیں ہوتی اور جس قصور کا خود قصور کرنے والا اقرار کرے اس کی دیت عاقلہ پر نہ دی جائے ہاں اگر عاقلہ اس کی تصدیق کرلیں اور نہ وہ دیت دی جائے جو صلح کرنے سے لازم ہو۔ اگر کوئی آزاد غلطی سے کسی غلام کا قصور کردے تو اس کی دیت اس قصور کرنے والے کے عاقلہ پر ہوگی۔

کتاب الحدود

سزاؤں کا بیان

ترجمہ: زنا گواہی اور اقرار سے ثابت ہوتا ہے اور گواہی اس طرح ہو کہ چار آدمی مرد یا عورت پر زنا کی گواہی دیں۔ پھر حاکم ان سے پوچھے کہ زنا کیا ہوتا ہے؟ اور کس طرح ہوتا ہے اور زنا کہاں کیا ہے کس وقت کیا ہے کس سے کیا ہے پس جب چاروں گواہ ان امور کو بیان کر دیں اور یہ کہیں کہ ہم نے اس مرد کو اس عورت کی فرج میں اس طرح صحبت کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے پھر قاضی ان گواہوں کا حال خفیہ اور علانیہ لوگوں سے دریافت کرے (کہ یہ کیسے ہیں) جب ہر طرح سے ان کی عدالت ثابت ہو جائے تب ان کی گواہی کے مطابق حکم کر دیا جائے اور اقرار زنا کا یہ ہوتا ہے کہ عاقل و بالغ آدمی اقرار کرنے والوں کی طرح چار مرتبہ چار مجلسوں میں اپنے اوپر زنا کا اقرار کرے۔ جب وہ اقرار کرے تبھی اس کے اقرار کو قاضی رد کردے۔ پس جب چار مرتبہ اقرار ہو جائے تب اس سے قاضی زنا کی کیفیت پوچھے کہ زنا کیا ہوتا ہے کس طرح ہوتا ہے کہاں ہوا ہے کس سے ہوا ہے جب وہ ان سب باتوں کو بیان کردے گا تو اس پر حد واجب ہو جائے گی۔

پتھراؤ یعنی رجم کا طریقہ ✽ پس اگر زانی محصن ہے (محصن کی تفسیر عنقریب متن میں آئے گی) تو اسے سنگسار کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے اسے میدان میں لے جائیں اور سنگسار کرنا گواہوں سے شروع کیا جائے پھر حاکم پھر اور لوگ۔

فائدہ: یعنی جب زنا گواہی سے ثابت ہو تو گواہوں کا امتحان لینے کے لیے پہلا پتھر ان ہی

کے بعد اور سنگسار ہونے سے پہلے ایک گواہ پھر جائے تو ان چاروں گواہوں کے حد قذف (یعنی تہمت کی حد) لگائی جائے اور جس پر انہوں نے (زنا کی) گواہی دی تھی اس سے سنگساری کا حکم ساقط ہو جائے گا اور اگر سنگسار ہونے کے بعد کوئی گواہ پھرا تو حد (قذف) اس اکیلے پھرنے والے کے ہی لگائی جائے۔ اور یہ چوتھائی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر (زنا کے) گواہوں کی تعداد چار سے کم ہو (یعنی ایک ہوں یا دو ہوں یا تین ہوں) تو ان سب کے حد (قذف) لگائی جائے۔ اور زانی کا محصن ہونا یہ ہے کہ وہ آزاد ہو۔ بالغ ہو عاقل ہو مسلمان ہو۔ کسی عورت سے نکاح صحیح کر کے اس سے صحبت کر چکا ہو اور دخول کے وقت مرد و عورت دونوں میں صفت احصان ہو (اور یہ صفت ختم نہ ہوئی ہو) اور محصن میں کوڑے مارنے اور سنگسار کرنے کو جمع نہ کیا جائے (یعنی اسے دونوں سزائیں نہ دی جائیں) اور کنوارے میں کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے کو جمع کیا جائے۔ ہاں اگر حاکم اس کے کرنے میں کوئی مصلحت دیکھے تو (جائز ہے کہ) وہ بقدر مناسب اس کو جلاوطن کر دے۔ اگر بیمار نے زنا کیا تو اس کی سزا سنگساری ہے تو اسے سنگسار کر دیا جائے اور اگر اس کی سزا کوڑے ہیں تو جب تک وہ اچھا نہ ہو جائے اس کے کوڑے نہ لگائے جائیں (کیونکہ مرنے کا اندیشہ ہے اور اس میں مار دینے کا حکم نہیں ہے)

اگر کوئی حاملہ عورت زنا کرلے تو جب تک وہ اپنے حمل کو نہ جن لے اس پر حد قائم نہ کریں اور اگر اس کی حد کوڑے ہیں تو جب تک وہ نفاس سے پاک نہ ہو جائے حد نہ لگائیں اور زنا کے گواہوں نے زنا پرانا ہونے کے بعد گواہی دی اور ان کا حاکم سے دور ہونا انہیں اس کی گواہی دینے سے مانع نہ ہو (کیونکہ وہ اسی شہر میں موجود تھے) تو ان کی گواہی رد کی جائے

فائدہ: زنا پرانا ہونے کی حد ایک مہینہ ہے اس سے کم میں پرانا نہیں ہوتا اور حد قذف اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس میں حقوق العباد ہے اور حقوق العباد میں پرانا ہونا کچھ مانع نہیں ہوتا اور اسی لیے اس کا اقرار کرنے کے بعد اس سے انکار نہیں ہو سکتا یعنی کوئی پھر نہیں سکتا۔ (رمز الحقائق وغیرہ)

[illegible] اگر کسی نے غیر عورت سے فرج کے سوا اور کہیں وطی کرلی تو

اسے تعزیر کی جائے۔

فائدہ: تعزیر سے یہ مراد ہے کہ حاکم جو اس کی سزا مناسب سمجھے حکم کرے کیونکہ اس نے برا فعل کیا ہے۔

ترجمہ: جو شخص اپنے بیٹے یا اپنے پوتے کی لونڈی سے وطی کر لے اس پر حد نہ لگائی جائے اگرچہ وہ خود ہی یہ کہے کہ میں یہ بات جانتا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے اگر کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں یا اپنی بیوی کی لونڈی سے وطی کر لے یا غلام اپنے آقا کی لونڈی سے وطی کرنے اور کہے میں جانتا ہوں کہ یہ مجھ حرام ہے تو اس کے حد لگائی جائے اور اگر کہے کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ میرے لیے حلال ہے تو اس کے حد نہ لگائی جائے اگر کوئی اپنے بھائی یا چچا کی لونڈی سے وطی کر لے اور یہ کہے کہ میں نے یہ اپنے اوپر حلال سمجھی تھی تو اس کے حد لگائی جائے اگر شب زفاف میں مرد کے پاس غیر عورت کو بھیج دیا جائے اور عورتیں اس سے کہہ دیں کہ تیری بیوی یہی ہے اور وہ اس سے صحبت کر لے تو اس مرد پر حد نہ ہوگی اور مہر واجب ہوگا اگر کسی نے اپنے بستر پر ایک عورت کو دیکھا اور اس سے صحبت کر لی (اور یہ نہ دیکھا کہ یہ میری بیوی نہیں ہے) تو پھر حد واجب ہے اور اگر کسی نے ایسی عورت سے نکاح کر لیا کہ اس سے نکاح کرنا اس کو جائز نہ تھا اور پھر اس سے صحبت بھی کر لی۔ تو اس پر حد واجب نہ ہوگی اگر کسی نے کسی عورت سے مکروہ جگہ (یعنی دبر میں) وطی کر لی یا قوم لوط کا عمل کیا۔ تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہے اسے تعزیر کی جائے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ فعل بھی مثل زنا کے ہے لہٰذا اس کے کرنے والے کے حد لگائی جائے اگر کوئی چوپایہ سے جماع کرے تو اس پر حد نہیں ہے اگر کوئی شخص دارالحرب میں یا باغیوں کی حکومت میں زنا کر کے پھر ہماری حکومت (دارالاسلام میں) چلا آئے تو اس پر حد قائم نہیں ہوگی۔

باب حد الشرب

شراب نوشی کی سزا کا بیان

ترجمہ: اگر کسی نے شراب پی اور (اس کے منہ سے) اس کی بو آنے کی حالت میں وہ پکڑا گیا پھر گواہوں نے اس پر اس کی گواہی دی یا بو آنے کی حالت میں اس نے خود ہی اقرار کیا تو اس پر حد لگانی واجب ہے اور اگر بو جاتے رہنے کے بعد اس نے اقرار کیا ہے تو حد نہ لگائی جائے۔

فائدہ: یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ اس پر حد لگائی جائے اور یہی حکم اس وقت ہے کہ جب بو جاتے رہنے کے بعد گواہ گواہی دیں۔ (ہدایہ مع جوہرہ نیرہ)

ترجمہ: اگر کسی نے نبیذ (یعنی انگور وغیرہ کا شربت پیئے) سے نشہ ہو جائے تو اس پر حد لگانی واجب ہے۔

فائدہ: نشہ ہونے کی قید اس لیے ہے کہ اگر اس کے پینے سے نشہ نہ ہو تو حد واجب نہیں ہوتی بخلاف شراب کے کہ اس میں نشہ ہونے کی قید نہیں ہے بلکہ تھوڑی سی شراب پینے سے بھی حد واجب ہو جاتی ہے اس کا تھوڑا اور بہت پینا دونوں برابر ہیں۔ (جوہرہ نیرہ)

ترجمہ: اگر کسی کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو یا کوئی شراب کی قے کر دے تو اس پر حد واجب نہیں ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ فقط بو آنے سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اس نے اپنے اختیار سے پی ہے احتمال ہے کہ شاید کسی نے زبردستی پلا دی ہو یا پیاس لگنے کی وجہ سے اضطرار کی حالت میں پی لی ہو اور نشہ ہونے کی حالت میں قے آ گئی۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور نشہ والے کے حد نہ لگائی جائے جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے نبیذ سے نشہ ہوا ہے اور نبیذ اس نے اپنی خوشی سے پی تھی اور جب تک اس کا نشہ اتر نہ جائے حد نہ لگائی

جائے شراب اور نشہ کی حد آزاد کے لیے اسی کوڑے ہیں اس کے بدن پر متفرق اعضاء پر مارے جائیں جیسے کہ زنا (کی حد) میں ہم بیان کر چکے ہیں اور اگر غلام ہے (یعنی اگر غلام نے شراب پی لی ہے) تو اس کی حد چالیس کوڑے ہیں اور اگر کوئی شراب اور نشہ پینے کا اقرار کر کے پھر گیا (یعنی پھر انکار کر دیا) تو اس پر حد نہ لگائی جائے اور شراب پینے کا ثبوت دو گواہوں کی گواہی یا خود اس کے ایک دفعہ اقرار کرنے سے ہوتا ہے اور اس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی نہیں کی جاتی۔

باب حد القذف

حد قذف (یعنی تہمت لگانے) کی سزا کا بیان

ترجمہ: اگر کسی نے محصن مرد یا محصنہ عورت پر صریح زنا کی تہمت لگائی اور مقذوف (یعنی جسے تہمت لگائی ہے قاذف پر) حد لگنے کا خواہاں ہو تو حاکم تہمت لگانے والے کے اسی کوڑے لگوائے اگر وہ آزاد ہو۔ یہ کوڑے اس کے متفرق اعضاء پر لگائے جائیں اور اس کے کپڑے نہ اتارے جائیں۔ ہاں اگر کوئی پوستین یا کوئی روئی دار کپڑا پہنے ہو تو اس کو اتار لیا جائے اور اگر غلام ہے تو اس کے چالیس کوڑے لگوائے جائیں اور یہاں محصن ہونا یہ ہے کہ جس پر تہمت لگائی گئی ہے وہ آزاد بالغ عاقل مسلمان زنا کے کرنے سے پاک ہو اگر کسی نے کسی کے نسب کی نفی کر دی (یعنی کسی سے) یہ کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے یا یوں کہا کہ او زانیہ کے بیٹے اور اس کی ماں محصنہ مر چکی ہے پھر اس لڑکے نے (یعنی جس کو یہ کہا تھا) اپنی ماں پر تہمت لگنے کی حد کی درخواست دی تو اس تہمت لگانے والے کے حد لگائی جائے اور مردہ کی طرف سے تہمت کی حد کی درخواست وہی کر سکتا ہے کہ جس کے نسب میں اس تہمت سے فرق پڑتا ہو اگر مقذوف محصن ہے تو اس کے کافر بیٹے اور غلام کو حد کا مطالبہ کرنا جائز ہے اور غلام کو اپنے آقا سے اپنی آزاد ماں پر تہمت لگانے سے حد کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنے غلام کو یوں کہہ کے پکارا او زانیہ کے بیٹے

اور اس غلام کی ماں آزاد اور محصنہ تھی تو غلام کو یہ جائز نہیں ہے کہ بیٹے آقا پر اس تہمت کی حد لگوا دے۔

ترجمہ: اگر کوئی تہمت کا اقرار کرے (یعنی تہمت لگائے) پھر اس سے منکر ہو جائے تو اس کا منکر ہونا تسلیم نہ کیا جائے اگر کوئی عربی کو کہے کہ او نبطی تو (اس کہنے سے) اس پر حد نہ آئے گی اور اگر کوئی کسی سے کہے کہ او آسمانی پانی کے بیٹے تو یہ تہمت نہ ہوگی اور جب کسی نے کسی کو اس کے چچا یا ماموں یا اس کی ماں کے شوہر کی طرف منسوب کیا تو یہ تہمت نہیں ہے اگر کسی نے دوسرے کی ملک میں حرام طور پر وطی کر لی تو اس پر تہمت لگانے والے کی حد نہ لگائی جائے (کیونکہ اس حرام وطی کرنے سے محصن نہیں رہا) اور جو عورت کسی بچہ کی وجہ سے لعان کر چکی تو اس پر تہمت لگانے والے کے حد نہ لگائی جائے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عورت میں زنا کی علامت موجود ہے اور وہ بلا باپ کے اس بچہ کا ہونا ہے اس لیے یہ عورت پاک دامن نہ رہی۔

ترجمہ: اور اگر اس عورت سے بغیر بچہ کے لعان ہوا تھا تو اس پر تہمت لگانے والے کی حد لگائی جائے (کیونکہ زنا کی کوئی علامت نہیں ہے) اگر کوئی شخص کسی لونڈی یا غلام یا کافر پر زنا کی تہمت لگائے یا کسی مسلمان پر زنا کے سوا اور کسی امر کی تہمت لگائے (مثلاً) یوں کہے کہ او فاسق او کافر او خبیث تو اسے تعزیر کی جائے (تعزیر کی تفسیر آگے آتی ہے) اور اگر کوئی کہے کہ او گدھے او سور تو اسے تعزیر نہ کی جائے تعزیر زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑوں تک ہے اور کم سے کم اس کے تین کوڑے ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ تعزیر پچھتر کوڑوں تک ہے اگر حاکم تعزیر میں مصلحت دیکھ کر کوڑوں کے علاوہ کچھ قید بھی کر دے تو جائز ہے اور سب سے شدید ضرب تعزیر میں لگائیں پھر حد زنا میں پھر حد شراب میں پھر حد قذف میں اگر حاکم نے کسی کے حد لگائی یا تعزیر کی اور وہ مر گیا تو اس کا خون معاف ہے اگر مسلمان کے حد قذف لگ گئی تو آئندہ اس کی گواہی نہ سنی جائے گی (یعنی وہ گواہی دینے کے قابل نہیں رہتا) اگرچہ وہ توبہ کر لے اگر کسی کافر کے حد قذف لگ گئی تھی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی سنی جائے گی۔

كتاب السرقة و قطاع الطريق

چوروں اور ڈاکوؤں کا بیان

ترجمہ: جب کوئی عاقل بالغ کسی محفوظ جگہ سے دس درہم چرائے خواہ وہ سکہ دار ہوں یا بے سکہ ہوں یا دس درہم کی کوئی چیز ہو تو اس پر قطع (یعنی اس کا ہاتھ کاٹنا) واجب ہے اس میں غلام اور آزاد دونوں برابر ہیں (اور اسی طرح مرد و عورت بھی) اور چور کے ایک دفعہ اقرار کرنے یا دو گواہوں کی گواہی دینے سے قطع واجب ہو جاتا ہے اور اگر ایک چوری میں بہت سے شریک ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے حصہ میں دس دس درہم آجائیں تو ان سب کے ہاتھ کاٹنے چاہئیں اور اگر اس سے کم آتے ہوں تو ان کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں اور نہ ان چیزوں میں کاٹے جائیں جو معمولی ہوں دارالاسلام میں مباح ہوں جیسے سوختہ گھاس نرسل مچھلی (پرند شکار) اور نہ ان چیزوں میں جو جلدی خراب ہو جاتی ہوں جیسے تر میوے دودھ گوشت خربوزے اور درخت پر لگے ہوئے میوے اور وہ کھیتی جو ابھی (پختہ ہو کے) کٹی نہ ہو اور نہ پینے کی ان چیزوں (کے چرانے) میں جو مستی اور نشہ لانے والی ہوں اور نہ طنبور (کی چوری) میں اور نہ قرآن شریف کے چرانے میں اگرچہ اس پر سونے کا کام ہوا ہو۔

فائدہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قرآن شریف کے چرانے میں ہاتھ ضرور کاٹا جائے بشرطیکہ اس پر سونے کا کام ہو یا نہ ہو اور انہیں سے یہ بھی روایت ہے کہ اگر وہ کام دس درہم سے زیادہ کا ہو تو کاٹا جائے ورنہ نہیں کیونکہ وہ کام قرآن شریف میں داخل نہیں ہے لہذا اس کا علیحدہ اعتبار کیا جائے گا اور ظاہر روایت یعنی ہاتھ نہ کٹنے کی دلیل یہ ہے کہ اس کا چرانے والا یہ تاویل کر سکتا ہے کہ میں پڑھنے اور دیکھنے کے لیے لیتا ہوں دوسری دلیل یہ کہ اس میں باعتبار حروف کے کوئی مالیت نہیں ہے اور حفاظت اس کی اسی وجہ سے کی جاتی ہے نہ کہ جلد اور اوراق اور اس کام کی وجہ سے کیونکہ یہ تو توابع میں سے ہے اور توابع کا اعتبار نہیں ہوا کرتا۔ (جوہرہ نیرہ و ہدایہ)

ترجمہ: اور نہ چاندی سونے کی صلیب (چرانے) میں (کیونکہ یہ دونوں چیزیں کھیل کی ہوتی ہیں) اور نہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے جو چھوٹے سے آزاد بچے کو چرالے اگرچہ وہ بچہ زیور پہنے ہوئے ہو اور نہ بڑے غلام کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے (کیونکہ یہ چوری نہیں ہے بلکہ غصب ہے یا دھوکہ ہے) اور نابالغ غلام کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے۔ اور سوائے حساب کے رجسٹر کے کسی دفتر کے چرانے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور نہ کتے، چیتے، ڈھول، سارنگی کے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے۔

ساگوان، آبنوس، صندل (کے چرانے) میں ہاتھ کاٹا جائے اور جب بانس کے برتن بنالیے جائیں یا چوکھٹیں بنالی جائیں تو ان (کے چرانے) میں ہاتھ کاٹا جائے اور خیانت کرنے والے مرد یا خیانت کرنے والی عورت اور کفن چور اور لٹیرے اور اچکے کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں اگر کوئی بیت المال سے کچھ چرالے یا چور کے ایسے مال میں سے چرالے جو مشترک ہو تو اس پر بھی قطع نہیں ہے۔

فائدہ: بیت المال سے چرانے میں قطع نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ مال سب مسلمانوں کا ہے اور یہ چور بھی ان میں داخل ہے لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے کہ چور مسلمان ہو اور چور کے مال میں قطع نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بعض مال میں اس کی ملک ثابت ہونے میں شبہ ہے اور حد شبہ سے جاتی رہتی ہے۔

ترجمہ: اگر کوئی اپنے والدین یا اپنے بیٹے یا اپنے ذی رحم محرم کا مال چرالے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اسی طرح اگر شوہر اپنی بیوی کا یا بیوی اپنے شوہر کا یا غلام یا لونڈی اپنے آقا مرد کا یا اپنی آقا عورت کا یا اپنی آقا کے شوہر کا یا آقا اپنے مکاتب کا کچھ چرالے تو اس کا ہاتھ بھی نہ کاٹا جائے اور اسی طرح اس چور کا جو غنیمت (کے مال) میں سے چرالے اور محفوظ ہونا دو قسم پر ہے ایک یہ کہ وہ جگہ ہی حفاظت کی ہو مثلاً گھر یا دکان اور دوسرے یہ کہ محافظ سے حفاظت کرائی جائے پس جو شخص ایسے مکان میں سے چرالے یا اسباب وغیرہ مکان میں نہ تھا بلکہ اس کا مالک وغیرہ اس کے پاس بیٹھا اس کی حفاظت کر رہا تھا اور پھر کسی نے چرالیا تو ایسے چور کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے اور جو شخص حمام میں سے یا ایسے مکان میں سے کوئی چیز چرالے جس میں

لوگوں کو جانے کی اجازت ہو تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اگر کسی نے مسجد میں سے کچھ اسباب چرا
لیا اور اس اسباب کا مالک وہیں تھا تو اس چور کا ہاتھ کاٹا جائے (کیونکہ مالک موجود ہونے کی
وجہ سے وہ اسباب محفوظ ہے) اگر کوئی مہمان اپنے میزبان کی کوئی چیز چرا لے تو اس مہمان کا
ہاتھ نہ کاٹا جائے اگر کوئی چور مکان میں نقب لگا کے اندر چلا گیا اور وہاں سے مال لے کر
دوسرے چور کو دے دیا جو اس مکان سے باہر تھا (اور خود لے کر نہیں نکلا) تو ان دونوں کے
ہاتھ نہ کاٹے جائیں اور اگر اس نے وہاں سے مال نکال کے راستے میں ڈال دیا اور پھر نکل
کے خود ہی اٹھا لیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور اسی طرح اس چور کا بھی ہاتھ کاٹا جائے جو مال کو
گدھے پر لاد کے خود ہی اسے باہر ہانک لائے اور اگر کسی مکان میں بہت سے چور گھس گئے
اور وہاں سے مال (سب نے مل کر نہیں بلکہ) ایک شخص نے لیا تو اس صورت میں ان سب کے
ہاتھ کاٹے جائیں۔

فائدہ: یہ استحسان ہے اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ ہاتھ اسی کا کاٹا جائے جس نے مال لیا ہے امام زفر
رحمہ اللہ کا قول یہی ہے کیونکہ مال اسی نے نکالا ہے لہٰذا چوری اسی کے حق میں ثابت ہوئی اور
ہماری دلیل یہ ہے کہ چور چونکہ آپس میں ایک دوسرے کے معاون ہیں لہٰذا درحقیقت نکالنے
میں یہ سب شامل ہیں جیسے کہ رہزنوں کا حکم ہے کہ اگر بہت سے رہزنوں کا حکم ہے کہ اگر بہت
سے رہزنوں میں سے ایک آدمی خون وغیرہ کرنے لگ جائے تو حد ان سب پر لگانی واجب
ہوتی ہے دوسرے یہ کہ چوروں میں یہ بات مشہور ہوئی ہوتی ہے کہ ان میں سے ایک مال نکالتا
ہے اور باقی کھڑے اس کی حفاظت کیا کرتے ہیں تاکہ مکان دار وغیرہ آ کر اسے پکڑ نہ لیں اس
لئے یہ سب ایک ہی حکم میں ہیں۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اگر کسی چور نے مکان میں نقب لگائی اور اس میں سے ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکال لی تو
اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اگر کسی نے صراف کے صندوقچے یا کسی کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ
روپیہ نکال لیا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے (چوری کرنے پر) چور کا داہنا ہاتھ پہنچے سے کاٹ کے
اسے داغ دے دیا جائے (تاکہ خون بند ہو جائے) اور اگر وہ دوبارہ چوری کرے تو بایاں پیر
کاٹ دیا جائے پھر اگر تیسری مرتبہ بھی کرے تو اب دونوں کو نہیں بلکہ اسے قید میں ڈال دیں

یہاں تک کہ وہ (چوری کرنے سے) توبہ کر لے۔ اور اگر چور کا بایاں ہاتھ شل ہوا ہے یا کٹا ہوا
ہے یا داہنا پیر کٹا ہوا ہے تو اس کا اور ہاتھ پیر نہ کاٹا جائے اور چور کا اس وقت تک ہاتھ نہ کاٹا
جائے کہ جس کا مال چرایا ہے وہ خود آ کر چوری کا دعویٰ نہ کرے پس اگر اس نے وہ مال اس
چور کو ہبہ کر دیا یا اس کے ہاتھ بیچ دیا یا اس مال کی قیمت (چوری کے) نصاب سے کم ہو گئی تو
اب اس چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اور اگر کسی نے ایک چیز چرائی اور اس کی سزا میں اس کا ہاتھ
کاٹ دیا گیا اور وہ چیز اس سے لے لی پھر اس نے وہی چیز دوبارہ چرا لی اور وہ چیز اسی طرح
موجود ہے تو اب اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اگر وہ چیز اس حال سے بدل گئی ہے تو ہاتھ کاٹنا
چاہیے مثلاً کسی نے سوت چرایا اور اس کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ سوت واپس لے
کر اس کا کپڑا بنوا لیا اس چور نے اسے پھر چرایا تو اب اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور جب چور کا
ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اس کے پاس وہ چیز موجود ہے تو اس سے لے کر مالک کو دے دی جائے
اور اگر تلف ہو گئی ہے تو اس سے تاوان نہ لیا جائے اور جب کسی چور نے یہ دعویٰ کیا کہ اس
چوری کی چیز کا میں ہی مالک ہوں تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اگرچہ اس نے گواہ نہ پیش کیے
ہوں اور اگر بہت سے آدمی راستہ روکنے والے نکلے یا ایک ہی آدمی ایسا نکلا کہ وہ اکیلا راستہ
روک سکتا تھا اور انہوں نے رہزنی کا قصد کر لیا پھر وہ کسی کا مال چھیننے یا کوئی خون کرنے سے
پہلے ہی سب کے سب پکڑے گئے تو حاکم انہیں قید کر دے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں اور اگر
انہوں نے کسی مسلمان یا ذمی کا مال چھین لیا ہے اور وہ مال اتنا ہے کہ اگر اسے ان سب پر تقسیم کر
دیں تو ان میں سے ہر ایک کے حصہ میں دس دس درہم یا اس سے زیادہ آ سکتا ہے یا ایسی چیز
آ سکتی ہے جو قیمت میں دس درہم کی ہے تو حاکم ان سب کے ہاتھ پیر خلاف سے کاٹ دے
(یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پیر) اور اگر انہوں نے کوئی خون کر دیا ہے اور مال نہیں چھینا ہے تو
حاکم سیاستاً ان سب کو قتل کرا دے اگر اس مقتول کے وارث انہیں اپنا خون معاف کریں تو ان
کے معاف کرنے کی طرف التفات نہ کیا جائے۔

فائدہ: ان کے معاف کرنے کی طرف التفات نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حق اللہ ہے اور اللہ
کے حقوق اور حدود معاف کرنا جائز نہیں ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر انہوں نے خون بھی کر دیا ہے اور مال بھی لوٹا ہے تو حاکم وقت کو اختیار ہے کہ
چاہے ان کے ہاتھ پیر خلاف سے کاٹ کے انہیں قتل کر دے یا سولی دے دے یا فقط قتل ہی کر
دے یا قتل کرنے کے بعد سولی دے دے یا زندوں کو سولی دے دے۔ اور نیزے سے ان کے
پیٹ چیرے یہاں تک کہ وہ مر جائیں اور تین روز سے زیادہ سولی پر نہ رکھے (کیونکہ تین روز
گذرنے کے بعد لوگوں کو ان کی بدبو سے تکلیف ہوگی) اور اگر ان میں کوئی نابالغ لڑکا یا دیوانہ
ہے یا جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ پیر کٹتے ہیں اس کا ذی رحم محرم ہے تو اس صورت میں ان
سب سے حد ساقط ہو جائے گی اور قتل کرنا وارثوں کے اختیار میں ہوگا وہ چاہے قتل کریں اور
چاہے معاف کر دیں اور اگر خون ان میں سے ایک ہی آدمی نے کیا تھا تو تب بھی قتل ان سب
پر جاری ہوگا

کتاب الاشربة

پینے کی چیزوں کا بیان

ترجمہ: حرام شرابیں چار قسم پر ہیں ایک خمر اور یہ انگور کے شیرہ کا نام ہے جب وہ (رکھا ہی
رکھا) خوب جوش مارنے لگے اس میں تیزی آ کر جھاگ اٹھ آئیں۔
دوسری شراب عصیر ہے کہ جب وہ اس قدر پکائی جائے کہ اس میں سے دو حصے جل
جائیں (اور ایک حصہ رہ جائے)
تیسری شراب نقیع تمر اور چوتھی نقیع زبیب ہے کہ جب وہ خوب جوش مارنے لگیں اور
ان میں تیزی آ جائے اور تمر اور زبیب کے نبیذ (یعنی شربت) کو اگر تھوڑا سا پکایا جائے تو وہ
حلال ہے اگرچہ اس میں تیزی آ جائے لیکن یہ اسی وقت اس میں سے اتنا پئے جس میں غالب
گمان یہ ہو کہ اس سے نشہ نہ ہوگا اور نہ لہو ولعب اور شادمانی کی غرض سے پئے اور خلیطین میں کوئی
حرج نہیں ہے۔
فائدہ: خلیطین اس کو کہتے ہیں کہ چھوہارے اور منقیٰ کو ملا کر پانی میں تھوڑا سا جوش دیں اور پھر

وغیرہ کے سکھائے ہوئے ہونے میں چونکہ یہ شرط نہیں ہے لہٰذا ان کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر ان کے کھانے سے شکار مر جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔

ترجمہ: اگر کتے وغیرہ کو (شکار پر) چھوڑنے والا شکار کو زندہ پائے تو اس شکار کا ذبح کر لینا اس پر واجب ہے اگر اس نے ذبح نہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے (کیونکہ ظاہر روایت کے مطابق ذبح کرنا شرط ہے) اگر سکھائے ہوئے کتے کے ساتھ کوئی نہ سکھایا ہوا کتا یا کسی مجوسی کا کتا یا ایسا کتا شامل ہو جائے جس کے چھوڑتے وقت (قصداً) بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو تو اس کا شکار کھانا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے شکار کے تیر مارا۔ اور مارتے وقت بسم اللہ پڑھ لی تو اگر وہ شکار اس تیر سے زخمی ہو کر مر جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شکار تیر کے لگنے اور زخمی ہونے سے ذبح کے حکم میں ہو جائے گا۔ کیونکہ تیر بھی ذبح کرنے کا ایک آلہ ہے اسی لیے تیر مارتے وقت بسم اللہ پڑھ لینا شرط ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر اسے زندہ پایا تو ذبح کرے اور اگر ذبح نہ کیا (یہاں تک کہ وہ مر گیا) تو اس کو کھانا جائز نہیں ہے اور جب تیر شکار کے جا لگا اور وہ زخمی ہو کر شکاری کی نظروں سے غائب ہو گیا لیکن یہ برابر ڈھونڈتا پھرتا رہا یہاں تک کہ پھر وہ مرا ہوا ملا تو اس کا کھانا جائز ہے۔ اور اگر یہ تلاش کرنے سے بیٹھ رہا تھا اور پھر وہ مرا ہوا مل گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی شکار کے تیر مارا اور وہ (تیر کھا کے) پانی میں گر گیا (اور مر گیا) تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے (کیونکہ احتمال ہے کہ شاید پانی میں ڈوب کے مر گیا ہو تیر کے زخم سے نہ مرا ہو) اور اگر پہلے زمین پر زندہ گر کے مر گیا ہے تو کھانا جائز ہے اگر کسی نے بے بھال کا تیر لاٹھی کی طرح کسی شکار کے مارا اور وہ مر گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور اگر اس سے زخمی ہو (کے مر) گیا ہے تو کھانا جائز ہے اور غلیل مارنے سے جب کوئی جانور مر جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اگر کسی نے شکار کے تیر مارا جس سے اس کا کوئی عضو ٹوٹ گیا تو وہ شکار کھانا جائز ہے اور عضو کھانا جائز نہیں ہے اور اگر اس کے تین ٹکڑے ہو گئے ہیں اور زیادہ حصہ دم کی طرف ہے تو سارے کو کھانا جائز ہے اور اگر زیادہ حصہ سر کی طرف ہے تو اس زیادہ حصہ کو کھانا جائز ہے (اور کم کو کھانا جائز نہیں ہے)

اور آتش پرست اور مرتد اور بت پرست کا (ذبح کیا ہوا) شکار کھانا جائز نہیں ہے (کیونکہ ان کا ذبح کیا ہوا تب بھی نہیں شمار ہوتا ہے)۔

اگر کسی شکاری نے شکار کے تیر مارا اور تیر لگ گیا مگر کاری نہیں لگا پھر دوسرے نے تیر مارا اور اس سے وہ شکار مر گیا تو یہ شکار دوسرے شکاری کا ہے اور اسے کھانا جائز ہے اور اگر پہلے شکاری کا تیر کاری لگ گیا تھا اور پھر دوسرے نے مارا جس سے وہ بالکل ہی مر گیا تو یہ شکار پہلے شکاری کا ہے اور اسے کھانا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے شکاری کا تیر ایسے کاری لگ گیا تھا تو وہ اپنے اختیار سے اس کے ذبح کرنے پر قادر تھا کیونکہ کاری لگنے سے یہی مراد ہے کہ وہ جانور اب نہ بھاگ سکے اس لیے اس کا ذبح کرنا اس پر واجب تھا اور جب اس نے اس کو ذبح نہ کیا تو دوسرے شکاری نے اسے ویسے ہی مار دیا اس لیے یہ مردار ہوگیا اور مختصر قدوری میں اسی طرح ہے اور جوہرہ میں لکھا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب پہلے شکاری کا تیر ایسا لگا ہو کہ وہ شکار اس کے لگنے سے زندہ رہ سکتا ہو کیونکہ اس وقت اس شکار کا مرنا اس دوسرے شکاری کی طرف منسوب ہوگا کہ اسی نے مارا ہے لیکن اگر پہلا تیر ایسا لگ گیا ہے کہ اس سے زندہ نہیں رہ سکتا یعنی فقط اتنی ہی جان باقی ہے کہ جتنی مذبوح میں ہوتی ہے تو وہ حلال ہے کیونکہ اس وقت اس کا مرنا دوسرے کے تیر کی طرف منسوب نہ ہوگا اس لیے کہ اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔

ترجمہ: اور دوسرا شکاری پہلے کے لیے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا سوائے اس کے جو زخمی ہونے سے اس میں نقص آ گیا ہے جن حیوانوں کا گوشت کھایا جاتا ہے اور جن کا نہیں کھایا جاتا شکار دونوں کا کرنا جائز ہے مسلمان اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) کا ذبح کیا ہوا حلال ہے اور مرتد، آتش پرست، بت پرست کا ذبح کیا ہوا درست نہیں ہے اگر کسی ذبح کرنے والے نے بسم اللہ اللہ اکبر جان بوجھ کر چھوڑ دیا تھا تو وہ ذبیحہ مردار ہے اور اگر بھول گیا تو حلال ہے ذبح حلق اور سینے کے درمیان میں ہوتا ہے اور وہ رگیں جو ذبح میں کاٹی جاتی ہیں (یعنی جن کا کاٹنا واجب ہے) چار ہیں:

① حلقوم (یعنی سانس کے آنے جانے کی رگ)

② مری (یعنی کھانا پینا جانے کی رگ)

③ ودجان (یعنی دونوں شہ رگیں جو خون کا مجریٰ ہیں)

اگر چاروں کو کاٹ دیا تو اس جانور کا کھانا حلال ہے اور اگر ان میں سے اکثر کو (یعنی تین کو) کاٹ دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تب بھی یہی حکم ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ کا کاٹنا ضروری ہے اور (دھاردار) پھٹی اور پتھر سے اور ان سب چیزوں سے جو خون جاری کر دیں ذبح کرنا درست ہے سوائے اس دانت اور ناخن کے جو بدن میں لگے ہوئے ہوں (کہ ان سے ذبح کیا ہو مردار ہوتا ہے) اور مستحب ہے کہ ذبح کرنے والا پہلے اپنی چھری کو خوب تیز کر لے اور اگر کوئی شخص چھری کو حرام مغز تک پہنچا دے اور سر کو جدا کر دے تو ایسا کرنا اس کو مکروہ ہے اور اس کا ذبیحہ کھانا جائز ہے اگر کسی نے بکری وغیرہ کو گدی کی طرف سے ذبح کیا پس اگر وہ اتنی دیر تک زندہ رہی کہ اس نے اس کی رگیں کاٹ دیں تو اس کا کھانا جائز ہے لیکن مکروہ ہے (کیونکہ اس طرح ذبح کرنا سنت کے خلاف ہے) اور اگر وہ رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی مر گئی تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور جو شکار مانوس ہو جائے (یعنی پلا ہوا ہو) تو اس کی ذکوٰۃ ذبح کرنا ہے اور جو اونٹ وحشی (یعنی جنگلی) ہو جائے تو اس کی ذکوٰۃ تیر سے زخمی کرنا اور زخمی کر (کے اسے مار دینا) ہے۔

فائدہ: جوہرہ میں لکھا ہے کہ اصل اس بارے میں یہ ہے کہ ذکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں اختیاری اور اضطراری اور جب تک اختیاری ذکوٰۃ کی قدرت ہو تو اضطراری جائز نہیں ہے اور جب نہ ہو سکے تو اضطراری جائز ہے اور اختیاری تو سر سینہ اور دونوں جبڑوں کے درمیان میں ہوتی ہے یعنی ان کے درمیان سے گلا کاٹ دیا جائے اور اضطراری نیزہ مار کر زخمی کر کے خون جاری کر دینا ہے۔

ترجمہ: اونٹوں میں مستحب نحر کرنا ہے (یعنی ان کے سینہ کو نیزہ سے چیر دینا) اور اگر انہیں ذبح کر لیا تب بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے (یعنی یہ فعل مکروہ ہے نہ کہ وہ مذبوح مکروہ ہے) اور گائے بکریوں میں مستحب ذبح کرنا ہے اگر کسی نے انہیں نحر کر لیا تب بھی جائز ہے مگر مع الکراہت۔

فائدہ: جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "انھر الدم بما شئت" یعنی تم جس چیز سے چاہو خون نکال دو اور کراہت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ یہ فعل سنت متواترہ کے خلاف ہے۔ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ۔

ترجمہ: اگر کسی نے اونٹنی کو نحر کیا یا گائے یا بکری کو ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلا تو اس کو کھانا جائز نہیں ہے برابر ہے کہ اس کے جسم پر بال ہوں یا نہ ہوں۔ اور درندوں میں جن کے کچلیاں ہوں ان کا کھانا جائز نہیں ہے اور نہ ان پرندوں کا کہ جو پنجوں سے شکار کرتے ہیں اور کھیتی کے کوے کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ کوا اناج کھاتا ہے نجاست نہیں کھاتا اور نہ یہ پرند شکاریوں میں سے ہے۔ (کذا فی الھدایۃ)

ترجمہ: ابقع کوے کو کھانا جائز نہیں ہے جو نجاست کھاتا ہے اور بجو اور گوہ اور کل حشرات الارض (جیسے چوہے وغیرہ) کا کھانا مکروہ ہے اور بستی میں رہنے والے گدھوں اور خچروں کا کھانا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا بھی مکروہ ہے اور خرگوش کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب کسی نے ایسے جانور کو ذبح کر لیا کہ جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو اس کی کھال اور گوشت پاک ہو جاتے ہیں سوائے آدمی اور سور کے کہ ذبح کرنا ان دونوں میں کچھ اثر نہیں کرتا۔

فائدہ: آدمی کی کھال وغیرہ کا ناپاک ہونا تو اس کی عزت اور شرافت کی وجہ سے ہے اور سور کی کھال وغیرہ کا ناپاک ہونا اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے ہے کہ وہ پاک کرنے سے بھی ہرگز پاک نہیں ہو سکتا۔

ترجمہ: اور دریائی جانوروں میں سے سوائے مچھلی کے اور کسی حیوان کا کھانا درست نہیں ہے اور جو مچھلی خود مر کر پانی پر تیرنے لگے اس کا کھانا بھی مکروہ ہے اور جریث (جو ایک قسم کی مچھلی ہے) اور بام مچھلی کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ٹڈی کو کھانا جائز ہے اور اس میں ذبح کی ضرورت نہیں ہے (یعنی اسے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسے کہ مچھلی کو)۔

کتاب الاضحیۃ

قربانی کا بیان

ترجمہ: قربانی ہر ایسے آدمی پر واجب ہے جو آزاد ہو عاقل ہو مسلمان ہو مقیم ہو (مسافر نہ ہو) مالدار ہو۔ ایسا آدمی اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے بقرعید کے روز قربانی کرے۔

فائدہ: چھوٹے بچوں کی طرف سے قربانی کرنے کو امام حسن رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اور ظاہر روایت میں یہ ہے کہ ہر آدمی پر اپنی طرف سے کرنی واجب ہے اور کسی کی طرف سے کرنی واجب نہیں ہے اور فتویٰ اسی پر ہے جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں اس کی تصریح کی ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: ہر آدمی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے یا سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ یا ایک گائے۔ اور فقیر اور مسافر پر قربانی نہیں ہے اور بقرعید کے روز قربانی کا وقت طلوع فجر سے شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن شہر والوں کو اس وقت قربانی کرنی جائز نہیں ہے جب تک امام عید کی نماز نہ پڑھ لے ہاں گاؤں والے طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کر لیں اور قربانی تین روز تک جائز ہے ایک بقرعید کے روز اور دو روز اس کے بعد (یعنی بارھویں کی شام تک) اور اندھے کانے اور ایسے لنگڑے جانوروں کی قربانی نہ کی جائے جو مذبح تک نہ جا سکیں اور نہ دبلوں کی اور نہ ایسے جانوروں کی جائز ہے جن کے کان اور دم کٹی ہوئی ہو۔ اور نہ ان کی جن کے آدھے سے زیادہ کان یا آدھے سے زیادہ دم کٹی ہوں اور جو کان اور دم آدھی سے زیادہ باقی ہے تو (اس کی قربانی) جائز ہے اور بے سینگوں اور خصی اور خارشتی اور دیوانے جانوروں کی قربانی جائز ہے قربانی اونٹ گائے بکری (تینوں) کی ہوتی ہے اور ان سب میں سے ثنی یا اس سے زیادہ عمر کا جائز ہے۔

فائدہ: ثنی بھیڑ بکریوں میں ایک برس کے کو کہتے ہیں اور گائے بیلوں میں دو برس کے کو اور

اونٹوں میں پانچ برس کے ہوں۔

تشریح: مگر بھیڑوں میں کیونکہ اس کا جذع بھی کافی ہوتا ہے۔

فائدہ۔ فقہاء کے نزدیک جذع بھیڑ کے اس بچے کو کہتے ہیں جو چھ مہینے کا ہو گیا ہو۔ اور اس میں اتنی قید اور ہے کہ وہ بدن میں ایسا ہو کہ اگر وہ بڑی بھیڑوں میں مل جائے تو بچہ نہ معلوم ہو۔ (رمز الحقائق وغیرہ)

فائدہ: اور (قربانی کرنے والا) قربانی کے گوشت کو خود بھی کھائے اور فقیروں اور مالداروں کو بھی کھلائے اور رکھ بھی چھوڑے اور مستحب یہ ہے کہ ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے (یعنی ایک تہائی تو ضرور ہی کر دے) اور اس کی کھال بھی اللہ کے لیے دے دے یا (اپنے) گھر میں استعمال کرنے کے لیے اس کی کوئی چیز بنوالے افضل یہ ہے کہ اگر کوئی اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو تو وہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) سے ذبح کرانا مکروہ ہے اور اگر دو آدمیوں سے غلطی ہو گئی اور ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کی قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو دونوں کی قربانی جائز ہو جائے گی اور ان پر تاوان نہ آئے گا۔

کتاب الایمان

قسموں کا بیان

فائدہ: ایمان (یعنی قسمیں) تین طرح پر ہیں یمین غموس، یمین منعقدہ، یمین لغو۔ یمین غموس گذشتہ امر پر قسم کھانے کو کہتے ہیں جس میں قصداً جھوٹ بولتا ہو پس اس قسم کو کھانے والا اس سے گنہگار ہوتا ہے اور اس میں سوائے توبہ اور استغفار کے کفارہ نہیں ہے۔ یمین منعقدہ یہ ہے کہ کسی آئندہ امر پر قسم کھائے کہ اس کو کروں گا یا (یہ کہے کہ) نہ کروں گا پس جب وہ اس میں حانث ہو گیا (یعنی جس کام کے کرنے کو کہا تھا اس کو نہ کیا یا جس کے نہ کرنے کو کہا تھا اسے کر لیا) تو اس پر (قسم کا) کفارہ لازم ہو جائے گا اور یمین لغو یہ ہے کہ کسی گذشتہ امر پر قسم کھائے اور اس کا یہ گمان ہو کہ جیسا میں نے کہا تھا یہ اسی طرح ہے اور وہ امر درحقیقت اس کے خلاف ہے

ایسا کروں تو میں زانی ہوں یا شراب خور ہوں یا سود خور ہوں تو اس سے بھی قسم نہ ہوگی۔

قسم کا کفارہ ✱ قسم کا کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا ہے اس کفارہ میں وہ کافی ہے جو ظہار (کے کفارہ) میں کافی ہوتا ہے۔

فائدہ۔ یعنی اس کفارہ میں مسلمان لونڈی اور کافرہ لونڈی اور تھوڑی عمر کی اور زیادہ عمر کی آزاد کر دینی کافی ہو جاتی ہے جیسا کہ ظہار کے کفارہ میں (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو کپڑے بنا کر پہنا دے ہر مسکین کو ایک یا اس سے زیادہ کپڑا دے اور کپڑے میں ادنیٰ درجہ یہ ہے (یعنی اتنا ضرور ہو) کہ اس سے نماز جائز ہو جائے اور اگر چاہے تو دس مسکینوں کو ایسا کھانا کھلا دے کہ جیسا ظہار کے کفارہ میں کھلایا جاتا ہے اگر کوئی ان تینوں میں سے ایک پر بھی قادر نہ ہو تو پے در پے تین روزے رکھے۔ اگر کسی نے حانث ہونے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دیا تو وہ (ہمارے نزدیک) کافی نہ ہوگا اگر کسی نے معصیت پر حلف اٹھایا مثلاً یوں کہا کہ میں نماز نہ پڑھوں گا یا اس سے بات نہ کروں گا یا فلاں آدمی کو قتل کروں گا تو چاہیے کہ ایسے آدمی خود ہی حانث ہو جائے (یعنی قسم کو توڑ دے) اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے اگر کسی کافر نے قسم کھائی اور اس کے بعد کفر ہی کی حالت میں یا مسلمان ہونے کے بعد قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اگر کسی نے اپنی مملوکہ چیز اپنے اوپر حرام کر لی تو وہ حرام نہ ہوگی پھر اگر یہ اسے مباح سمجھے (یعنی مباح چیز کی طرح اسے اپنے کام میں لائے) تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے اگر کسی نے یہ کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو یہ قسم کھانے پینے کی چیزوں پر ہوگی (یعنی کھانے پینے کی چیزیں اس پر حرام ہو جائیں گی) ہاں اگر وہ (یہ کہتے وقت) اور کسی چیز کی بھی نیت کر لے (تو وہ بھی اس میں آ جائیں گی) اگر کسی نے کوئی مطلق نذر مان لی تو اس پر اس کا پورا کرنا واجب ہے اور اگر نذر کو کسی شرط پر معلق کر دیا پھر وہ شرط پوری ہوگئی تو اب اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے اور مروی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس سے رجوع کر لیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جب کسی نے یوں کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میرے اوپر ایک حج ہے یا ایک برس کے روزے ہیں یا جس چیز کا مالک ہوں وہ سب صدقہ ہے تو اس میں ایک قسم کا کفارہ کافی ہو جائے گا اور یہی قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے۔

قسم کے متفرق مسائل ✽ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں گھر نہ جاؤں گا اور پھر خانہ کعبہ میں یا مسجد میں یا گرجے میں یا یہودیوں کے عبادت خانے میں چلا گیا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

فائدہ: وجہ حانث نہ ہونے کی یہ ہے کہ گھر اسے کہتے ہیں جو رہنے کے لیے بنایا گیا ہو اور یہ سب جگہیں اس لیے نہیں بنائی گئیں اور کعبہ اور مسجد کو گھر اسے کہنا مجازاً ہے اور جب کوئی لفظ مطلق بولا جاتا ہے تو اس کے حقیقی معنی مراد لیے جاتے ہیں۔ (کذا فی مجمع الانہر)

ترجمہ: اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں بات نہ کروں گا اور پھر اس نے نماز میں قرآن پڑھا تو وہ حانث نہ ہوگا (کیونکہ نماز میں قرآن شریف پڑھنا بات کرنا نہیں ہے) اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں اس کپڑے کو نہیں پہنوں گا حالانکہ اس کو پہنے ہوئے تھا اور پھر اسی وقت اسے اتار ڈالا تو یہ حانث نہ ہوگا (یعنی اس وقت اس کپڑے کے اس کے بدن پر ہونے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی) اور اسی طرح جب کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس جانور پر سوار نہ ہوں گا حالانکہ اس وقت وہ اس پر سوار تھا اور فوراً اتر گیا تو وہ حانث نہیں ہوا اور اگر کچھ دیر کرے گا تو حانث ہو جائے گا اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ جاؤں گا حالانکہ (اس قسم کے وقت) وہ اسی گھر میں تھا تو وہاں بیٹھے رہنے سے وہ حانث نہیں ہوگا یہاں تک کہ باہر آ کے پھر اندر جائے اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں گھر میں نہ جاؤں گا (اور کسی گھر کو معین نہ کیا اور نہ کسی گھر کی نیت کی) پھر وہ کسی کے ٹوٹے پھوٹے گھر میں چلا گیا تو وہ حانث نہیں ہوا۔

فائدہ: حانث نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب اس نے گھر کی تعیین نہیں کی تو اس کی قسم میں وہ گھر معتبر سمجھا جائے گا جو عادۃً رہنے سہنے کے قابل ہو کیونکہ قسمیں عادت ہی پر محمول ہوا کرتی ہیں۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر اس گھر کے ٹوٹ پھوٹ جانے اور جنگل ہو جانے کے بعد اس میں گیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔

فائدہ: وجہ حانث ہونے کی یہ ہے کہ جب اس نے گھر کی تعیین کر دی تو اس کی قسم اس گھر کے نام کے ساتھ متعلق ہوئی اور چونکہ اس کا نام یعنی گھر ہونا ابھی باقی ہے اس لیے اس کی قسم بھی باقی ہے اور عرب میں میدان کو بھی گھر کہتے ہیں اور گھر ترجمہ دار کا ہے۔

ترجمہ: یہ حکم استحسانی ہے اور یہی قول ائمہ ثلاثہ کا ہے اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ مچھلی کھانے والا
بھی حانث ہو جائے گا ایک شاذ روایت امام ابو یوسفؒ سے یہی ہے اس قیاس کی وجہ یہ ہے کہ
مچھلی کا نام گوشت بھی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ومن کل
تاکلون لحما طریا" یہاں گوشت سے مراد مچھلی ہے اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قسموں کا
دار و مدار عرف پر ہے قرآن شریف کے الفاظ پر نہیں ہے دیکھو اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں کسی
کا گھر نہ توڑوں گا اور پھر اس نے مکڑی کا گھر توڑ دیا تو وہ حانث نہیں ہوتا، کسی نے یہ قسم کھائی
کہ میں کسی دابہ پر سوار نہ ہوں گا اور پھر وہ کسی کافر پر سوار ہو گیا تو وہ حانث نہیں ہوتا اگرچہ قرآن
مجید میں کافروں کو دابہ کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا "ان شر الدواب عند اللہ الذین کفروا" اور
اسی طرح دریا میں جو جانور ہیں وہ سب مچھلی کے حکم میں ہیں اور اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں
گوشت نہ کھاؤں گا تو مچھلی کے سوا وہ جس جانور کا گوشت کھائے گا حانث ہو جائے گا خواہ وہ
حرام ہو یا حلال شوربے دار ہو یا بھنا ہوا ہو کیونکہ ان کا نام گوشت ہی ہے۔ کذا فی الهدایة.

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں دجلہ سے پانی نہ پیوں گا اور پھر اس نے دجلہ کا پانی
ایک برتن میں لے کر پی لیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ حانث نہ ہوگا جب تک کہ اس میں منہ
ڈال کر نہ پیے اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں دجلہ کا پانی نہ پیوں گا اور پھر اس نے برتن میں لے
کر پی لیا وہ حانث ہو جائے گا اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں یہ گیہوں نہ کھاؤں گا اور پھر اس
نے اس گیہوں کی روٹی کھائی تو وہ حانث نہ ہوگا۔

فائدہ: یعنی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حانث نہ ہوگا جب تک کہ بعینہ ان گیہوں کو نہ کھائے
اور یہی قول امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے وہ
فرماتے ہیں کہ جیسا ان گیہوں کے کھانے سے حانث ہوگا ویسے ہی اس کی روٹی کھانے سے بھی
حانث ہو جائے گا اور اگر بعینہ گیہوں ابال کے کھائے گا تو بالاتفاق حانث ہو جائے گا۔ کذا
فی مجمع الانہر.

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں آٹا نہ کھاؤں گا اور پھر اس نے اس آٹے کی روٹی پکا
کے کھائی تو وہ حانث ہو جائے گا اور اگر آٹا ویسے ہی پھانک لیا تو حانث نہ ہوگا۔

فائدہ: یہی صحیح ہے کیونکہ عرفاً آنے کا استعمال اس غرض میں ہے کہ راستے سے دیکھ کر پہنچ لیا جائے اور جس چیز کی حقیقت مستعمل نہ ہو بلکہ مجاز مستعمل ہو تو اسی کی قسم کھائی اس مجاز کو بالاجماع شامل ہوتی ہے اور آنا اسی درجہ میں ہے۔ **کذا فی الجوہرۃ النیرۃ۔**

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں فلاں شخص سے بات نہ کروں گا اور پھر اس نے اس سے بات کی ایسی آواز سے کہ اگر وہ جاگتا ہوتا تو سن لیتا مگر وہ سویا ہوا تھا تو یہ حانث ہو جائے گا۔ (اور اگر ایسی طرح بات کی ہے کہ اگر وہ جاگتا ہوتا تب بھی نہ سنتا تو حانث نہ ہوگا) اور اگر کسی نے اسی طرح قسم کھائی کہ میں زید سے بغیر اس کی اجازت کے بات نہ کروں گا اور پھر زید نے اسے اجازت دے دی اور اسے اس اجازت کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ اس نے زید سے بات کر لی تو یہ حانث ہو جائے گا اگر کسی حاکم نے کسی کو قسم دی کہ شہر میں جو بدمعاش آئے تو مجھے خبر کرنا تو یہ قسم خاص اسی حاکم کے رہنے تک رہے گی (یعنی اس حاکم کے مرنے یا موقوف ہو جانے کے بعد یہ شخص قسم سے نکل جائے گا) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں فلاں آدمی کے گھوڑے پر سوار نہ ہوں گا اور پھر وہ اس کے ماذون غلام کے گھوڑے پر سوار ہو گیا تو حانث نہ ہوگا۔

فائدہ: برابر ہے کہ وہ غلام قرضدار ہو یا نہ ہو اور یہ قول امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ حانث ہو جائے گا کیونکہ غلام ماذون کا گھوڑا بعض میں اس کے آقا ہی کا ہے اگرچہ غلام کی طرف نسبت کر دیا گیا ہے اس لیے کہ غلام اور جو چیز غلام کے قبضہ میں ہو وہ سب اس کے آقا ہی کا ہوتا ہے۔ **کذا فی الجوہرۃ النیرۃ۔**

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر وہ اس مکان کی چھت پر کھڑا ہو گیا یا اس کی دہلیز میں جا کھڑا ہوا تو حانث ہو جائے گا اور اگر وہ اس (مکان کے) دروازہ کی محراب میں ایسی طرح کھڑا ہو گیا کہ اگر دروازہ بند کیا جائے تو وہ باہر رہے تو حانث نہ ہوگا۔ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں بھنا ہوا نہ کھاؤں گا تو یہ قسم فقط گوشت پر ہوگی (کہ بھنا ہوا گوشت کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی) بینگن وغیرہ چیزوں پر نہ ہوگی اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں پکا ہوا نہ کھاؤں گا تو یہ قسم پکے ہوئے گوشت پر ہوگی اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں سریاں نہیں

کھاؤں گا تو یہ قسم ان سریوں پر ہوگی جو تنور میں پکتی اور شہر میں بکتی ہوں گی۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس قسم میں چڑیا وغیرہ کا سر نہ آئے گا بلکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ قسم گائے اور بکریوں کی سریوں پر ہوگی اور صاحبین کے نزدیک فقط بکریوں کی سریوں پہ اور یہ اختلاف باعتبار زمانہ اور مکان کے ہے امام صاحب کے زمانہ میں سری سے گائے بکری کی سری مراد ہوتی تھی۔ اور صاحبین کے زمانہ میں خاص بکریوں کی اور اب ہمارے زمانہ میں علی حسب العادت فتویٰ دیا جاتا ہے۔ کذا فی الھدایۃ وغیرہ

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں روٹی نہ کھاؤں گا تو یہ قسم اس اناج کی روٹی پر ہوگی جس کی شہر والے عادۃً روٹی کھاتے ہوں گے پس اگر اس نے بادام کی روٹی یا عراق میں چاولوں کی روٹی کھائی تو وہ حانث نہ ہوگا (کیونکہ بادام کی اور عراق میں چاولوں کی روٹی نہیں کھاتے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں خرید و فروخت نہ کروں گا یا کرایہ کا معاملہ نہ کروں گا اور پھر اس نے یہی کام کرنے کے لیے (اپنی طرف سے) کسی کو وکیل کر دیا تو یہ حانث نہ ہوگا۔

فائدہ: ہاں اگر اس نے قسم کے وقت اس کی بھی نیت کر لی ہو کہ میں کسی کو وکیل بھی نہ کروں گا کیونکہ ان چیزوں کے حقوق عاقد ہی کے ذمہ ہوتے تھے آمر سے کچھ تعلق نہیں ہوتا لیکن اگر اس نے اس کی نیت کر لی ہے تو حانث ہو جائے گا کیونکہ اس نے اپنی جان پر خود سختی کی ہے جو ہو۔

ترجمہ: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں زمین پر نہ بیٹھوں گا پھر وہ فرش پر یا بوریے پر بیٹھ گیا تو حانث نہ ہوگا (کیونکہ اسے زمین پر بیٹھنا نہیں کہتے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں تخت پر نہ بیٹھوں گا پھر وہ ایسے تخت پر بیٹھ گیا جس پر فرش بچھا ہوا تھا تو وہ حانث ہو جائے گا (کیونکہ یہ تخت ہی پر بیٹھنا شمار کیا جاتا ہے) اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں بچھونے پر نہ سوؤں گا پھر وہ ایسے بچھونے پر سویا کہ اس پر چادر بچھی ہوئی تھی تو وہ حانث ہو جائے گا (کیونکہ یہ چادر بچھونے کے تابع ہوتی ہے اس لیے یہ بچھونے ہی پر سونا شمار کیا جائے گا) اور اگر اس بچھونے پر اس نے دوسرا بچھونا اور ڈال لیا اور اس پر سویا تو حانث نہ ہوگا اگر کسی نے قسم کھا کر قسم کے ساتھ ہی "ان شاء اللہ" کہہ لیا تو وہ قسم نہ رہے گی۔

فائدہ: قسم نہ رہنے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "من حلف علی یمین

وقال استثناء الله فقد بر في يمينه "یعنی جس نے قسم کھا کے انشاء اللہ کہہ دیا وہ اپنی قسم سے بری ہو گیا مگر ہاں اس کا قسم کے متصل ہی ہونا ضروری ہے اور اگر کوئی قسم سے فارغ ہونے کے بعد کہے گا تو وہ قسم سے رجوع کرنا ہوگا اور قسم میں رجوع نہیں ہوا کرتا۔ (جوہرہ)

ترجمہ: اگر کسی نے یوں قسم کھائی کہ میں اس سے ایک حین تک یا ایک زمانہ تک بات نہ کروں گا (حین یا زمانہ کو معرف باللام کر کے) الحین یا الزمان کہا تو یہ قسم چھ مہینے کی ہوگی۔

فائدہ: اگر اس نے چھ مہینے کے بعد بات کر لی تو حانث نہ ہوگا کیونکہ قسم کی مدت ختم ہو جائے گی اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ یہ کہتے وقت اس کی کچھ نیت نہ ہو اور اگر اس نے کچھ دنوں کی نیت کر لی ہے تو حکم اس کی نیت کے مطابق ہوگا۔

ترجمہ: اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہی قسم دہر کا ہے اگر کسی نے قسم کھائی کہ لا یکلمہ ایاما تو اس سے تین دن مراد ہوں گے اگر ایاما کی الایام کہا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دس دن مراد ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے سات دن مراد ہوں گے اور اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں اس سے مہینوں بات نہ کروں گا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے دس مہینے مراد ہوں گے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بارہ مہینے مراد ہوں گے اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں ایسا نہ کروں گا تو وہ اس کام کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے نفی پر یعنی نہ کرنے پر قسم کھائی اور نفی کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتی لہذا یہ قسم ہمیشہ پر محمول کی جائے گی۔ حاشیہ

ترجمہ: اگر کسی نے اس پر قسم کھائی کہ میں اس کام کو ضرور کروں گا اور پھر اس نے ایک دفعہ اس کام کو کر لیا اس کی قسم پوری ہو جائے گی اگر کسی نے قسم کھائی کہ میری بیوی باہر نہ جائے مگر میری اجازت سے پھر اس نے ایک دفعہ اسے اجازت دے دی وہ باہر چلی گئی پھر چلی آئی پھر دوسری دفعہ اس کی اجازت کے بغیر ہی باہر چلی گئی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور ہر دفعہ باہر جانے میں اجازت ہونا ضروری ہے۔

اگر کسی نے اس طرح کہا تھا تو باہر نہ جانا ہاں اگر میں اجازت دے دوں پھر اس نے

ایک دفعہ اسے اجازت دے دی۔ اور اس کے بعد پھر وہ بغیر اجازت ہی کے باہر چلی گئی۔ تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی اگر کسی نے اس طرح قسم کھائی کہ میں صبح کا کھانا کھاؤں گا تو صبح کے کھانے کا وقت طلوع فجر سے لے کر ظہر تک ہے اور شام کے کھانے کا وقت ظہر کی نماز سے لے کر آدھی رات تک ہے اور سحری کا وقت آدھی رات سے لے کر طلوع فجر تک ہے اگر کسی نے اس پر قسم کھائی کہ اس کا قرض عنقریب میں ضرور ادا کروں گا تو یہ قسم مہینہ سے کم پر ہوگی (یعنی ایک مہینے سے کم میں قرض ادا کرنا پڑے گا)۔

اور اگر اس پر قسم کھائی کہ ابھی دیر میں ادا کروں گا تو یہ ایک مہینے سے زیادہ پر ہوگی (کیونکہ ایک مہینہ سے کم عنقریب میں شمار ہوتا ہے)۔

اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں اس گھر میں نہ رہوں گا پھر وہ اکیلا اس گھر سے باہر آ گیا اور اپنے بال بچوں اور اسباب کو وہیں چھوڑ دیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں ضرور آسمان پر جاؤں گا یا اس پتھر کو سونا کروں گا تو اس کی قسم منعقد ہو جائے گی اور قسم سے فارغ ہونے کے بعد وہ حانث ہو جائے گا اگر کسی نے اس پر قسم کھائی کہ فلاں شخص کا قرض میں آج ہی ادا کروں گا اور اس نے کر دیا اور جس کا قرض تھا اسے اس میں کچھ روپے کھوٹے یا کسی اور کے معلوم ہوئے تو قسم کھانے والا حانث نہ ہوگا اور اگر روپے رانگ کے تھے یا بالکل ہی کھوٹے تھے تو حانث ہو جائے گا اگر کسی نے اس پر قسم کھائی کہ میں اپنا قرض ایک ایک روپیہ کر کے نہ لوں گا پھر اس نے کچھ روپیہ لے لیا تو وہ حانث نہیں ہوا جب تک کہ سارا قرض تھوڑا تھوڑا کر کے نہ لے۔

فائدہ: مثلاً ایک شخص کے دوسرے کے ذمہ ایک ہزار تھے اور اس نے قسم کھائی کہ میں ایک ایک روپیہ کر کے لوں گا اور پھر اس نے پانچ سو لے لیے تو یہ حانث نہ ہوگا جب تک کہ کل روپیہ متفرق نہ لے۔

ترجمہ: اور اگر اس نے اپنا روپیہ دو دفعہ وزن کر کے لے لیا اور ان دونوں دفعہ کے درمیان سوائے وزن کرنے کے تو اور کچھ نہیں کیا تو یہ حانث نہیں ہوا اور نہ یہ متفرق لینا ہے اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں بصرہ ضرور جاؤں گا پھر وہ نہ گیا یہاں تک کہ مر گیا تو وہ اپنی زندگی کے آخری

کہے کہ میرے گواہ تو حاضر ہیں مگر میں مدعا علیہ سے قسم لینا چاہتا ہوں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (اس صورت میں) مدعا علیہ سے قسم نہ لی جائے اور نہ مدعی کو قسم دی جائے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "البینة علی المدعی والیمین علی من انکر" یہ حدیث بیہقی نے ابن عباس سے نقل کی ہے اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے تقسیم فرمادی ہے وہ یہ کہ مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنے ہیں اور مدعا علیہ کے ذمہ قسم ہے اگر وہ مدعی کے حق کا منکر ہو اور تقسیم شرکت کے منافی ہے لہذا اس کے خلاف نہ کیا جائے گا۔

ترجمہ: ملک مطلق میں صاحب قبضہ کے گواہ قبول نہ کیے جائیں گے۔

فائدہ: ملک مطلق سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کے مالک ہونے کا دعویٰ کرے اور مالک ہونے کے سبب کو بیان نہ کرے مثلاً کوئی فقط اتنا دعویٰ کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور اس کے گواہ پیش کرے تو یہ گواہ قبول نہ ہوں گے اور اگر وہ یہ کہہ دے کہ میں نے خریدا ہے یا مجھے میراث میں ملا ہے تو یہ دعویٰ ملک مطلق کا نہ ہوگا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور جب مدعا علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو انکار کے ساتھ ہی قاضی اس پر حکم کر دے اور مدعی کو ڈگری دے دے اور قاضی کو چاہیے کہ (جب مدعا علیہ قسم کا انکار کر دے تو) اس سے کہے کہ تجھ پر قسم کو میں تین دفعہ پیش کرتا ہوں (یعنی تجھے تین دفعہ کہتا ہوں کہ تو قسم کھا لے) اگر تو قسم کھا لے گا تو خیر ورنہ میں مدعی کو تجھ پر ڈگری دے دوں گا اور جب تین دفعہ اس طرح قسم کو پیش کرے (اور وہ انکار ہی کرتا رہے) تو اس کے انکار کے ساتھ ہی اس پر ڈگری کر دے اور اگر دعویٰ نکاح کا تھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے منکر سے قسم نہ لی جائے اور نہ ہی طلاق کے دعوے میں نہ ایلاء کے رجعت کے دعوے میں نہ فئی کے دعوے میں نہ ام ولد کرنے کے دعوے میں نہ نسب کے دعوے میں نہ ولاء کے دعوے میں نہ حدود و لعان کے دعوے میں اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ سوائے حدود و لعان کے دعوے کے اور سب دعووں میں قسم لی جائے۔

فائدہ: نکاح کے دعوے کا انکار کرنے کی صورت یہ ہے کہ جب شوہر نے بیوی سے کہا کہ مجھ

سے تیرا نکاح ہو جانے کی خبر مجھے پہنچ چکی ہے اور تو خاموش ہو گئی تھی تو مجھ سے میرا نکاح ہونا صحیح ہو گیا۔ عورت نے جواب دیا کہ میں نے نکاح کی خبر سنتے ہی نکاح سے انکار کر دیا تھا اس لیے میرا نکاح نہیں ہوا تو اس صورت میں عورت کا قول مانا جائے گا اور اسے قسم نہ دی جائے گی اسی طرح اور صورتوں کو بھی سمجھ لینا چاہیے۔ جوہرۃ نیرہ۔

ترجمہ: اگر دو آدمیوں نے ایک خاص چیز پر دعویٰ کیا جو تیسرے کے قبضہ میں تھی اور ان میں سے ہر ایک یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے اور دونوں نے (اپنے اپنے دعوے کے) گواہ بھی پیش کر دیے تو وہ چیز دونوں کو (نصف نصف) دلا دی جائے اور اگر دو آدمی ایک عورت سے نکاح ہونے کا دعویٰ کریں یعنی ہر ایک کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ میری بیوی ہے اور دونوں گواہ بھی پیش کر دیں تو دونوں کے گواہوں میں سے کسی کے گواہ پر بھی حکم نہ دیا جائے بلکہ اس عورت کے تصدیق کرنے کی طرف رجوع کیا جائے (کہ وہ کس کی تصدیق کرے یعنی جسے اپنا شوہر بتائے اسی کی بیوی ہے اور اگر وہ ان میں سے کسی کی تصدیق بھی نہ کرے تو ان میں تفریق کرا دی جائے) اگر دو آدمیوں نے دعویٰ کیا ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ غلام اس شخص سے میں نے خریدا ہے اور ان دونوں نے گواہ بھی پیش کر دیے تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے چاہے آدھے غلام کی آدھی قیمت (دوسرے مدعی کو) دے کر آدھے غلام کا مالک ہو جائے اور چاہے چھوڑ دے (اور اپنے دعوے سے دست بردار ہو جائے) اور اگر قاضی نے وہ غلام دونوں کو دلا دیا تھا پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں (آدھا غلام آدھی قیمت کے عوض) لینا نہیں چاہتا تو دوسرے (مدعی) کو سارا غلام لینا جائز نہیں ہے اور اگر ان میں سے ہر ایک نے (اپنے خریدنے کی) تاریخ بھی بیان کر دی تو غلام اس کا ہوگا جس کی تاریخ مقدم ہوگی۔

فائدہ: یعنی جس نے تاریخ کے اعتبار سے پہلے خریدا ہوگا کیونکہ اس نے ایسے وقت خریدنا ثابت کر دیا ہے کہ اس وقت اس سے کوئی جھگڑنے والا نہ تھا۔

ترجمہ: اور اگر تاریخ دونوں نے نہیں ذکر کی اور ان میں سے ہر ایک کا اس پر قبضہ ہے تو وہ قبضہ ہی والا اولیٰ ہے۔ اور اگر ایک نے خریدنے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے (اپنے لیے) ہبہ (ہونے) اور (اپنا) قبضہ ہونے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے گواہ پیش کر دیے اور تاریخ کسی

قابض اولی ہے اور یہی حکم ان کپڑوں میں ہے جو ایک ہی دفعہ بنے جاتے ہوں اور اسی طرح ہر سبب کہ جو ملک میں مکرر نہ ہوتا ہو (مثلاً دودھ ،تین جو لوٹ جانے کے بعد پھر نہیں بنتے ان کا بھی یہی حکم ہے)۔

اگر (کسی غلام وغیرہ کی بابت) غیر قابض نے اپنی ملک مطلق پر گواہ پیش کیے تھے اور قابض نے اس سے ہی خریدنے پر گواہ قائم کرادیے تو یہ قابض اولی ہے (یعنی وہ غلام وغیرہ اس کا ہوگا) اور اگر ان میں سے ہر ایک نے دوسرے سے خریدنے پر گواہ پیش کردیے اور (خریدنے کی) تاریخ دونوں کے پاس نہیں ہے تو دونوں کے گواہ رد کردیے جائیں گے (اور غلام اسی کا رہے گا کہ جس کا قبضہ ہوگا) اور مدعی نے دو گواہ پیش کیے اور دوسرے نے چار گواہ پیش کیے تو یہ دونوں برابر ہیں (کیونکہ چار کی گواہی بھی مثل دو ہی کے ہے) اگر کسی شخص نے کسی پر قصاص کا دعوی کیا اور وہ منکر ہو گیا تو اسے قسم دی جائے پھر اگر جان سے مارڈالنے سے کم میں قسم کھانے سے بھی انکار کرے (مثلاً ہاتھ پاؤں کاٹنے کی قسم سے) تو یہ قصاص اس پر واجب ہو جائے گا اور اگر جان سے مارڈالنے کی قسم سے انکار کیا ہے تو اسے قید کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ یا تو وہ (اس خون کے کرنے کا) اقرار کرے یا قسم کھالے (یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے) اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں اس پر دیت واجب ہوگی۔

فائدہ: صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قسم سے انکار کرنا مشتبہ اقرار ہے لہٰذا اس سے قصاص ثابت نہ ہوگا۔ ہاں دیت ثابت ہو جائے گی اور امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں بمنزلہ مال کے ہوتے ہیں اس لیے ان میں اس کا انکار معتبر نہ ہوگا۔ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ۔

ترجمہ: اور جب (قاضی کی کچہری میں) مدعی کہے کہ میرے گواہ حاضر ہیں (یعنی شہر میں ہیں یہاں نہیں ہیں) تو مدعا علیہ کو حکم دیا جائے کہ وہ تین دن کے اندر اندر کسی کو اپنا حاضر ضامن دے دے اگر اس نے ایسا کر دیا تو فبہا ورنہ اسے گرفتار کر لیا جائے (تاکہ یہ مدعی کا حق مارنے کی غرض سے کہیں بھاگ نہ جائے) ہاں اگر مدعا علیہ کوئی راہ گیر مسافر ہو تو اسے قاضی کی کچہری کے وقت تک ٹھہرائے رکھیں (تاکہ اس عرصہ میں مدعی گواہوں کو حاضر کر دے) اور اگر

فائدہ: اس طرح قسم دینے کی یہ وجہ ہے کہ بعض اوقات ایک چیز بیع کر دی جاتی ہے اور پھر اس میں اقالہ کر لیا جاتا ہے یا کسی عیب وغیرہ کی وجہ سے وہ واپس کر دی جاتی ہے اس لیے اس وقت ان میں بیع نہ ہونے کی قسم دی جائے تا کہ یہ قسم مذکورہ بالا صورتوں میں شامل نہ ہو۔

ترجمہ: اور غاصب کو اس طرح قسم دی جائے کہ قسم ہے خدا کی یہ مدعی اس چیز کے لینے کا مستحق نہیں ہے اور نہ اس کی قیمت لینے کا مستحق ہے نہ کہ اس طرح کہ خدا کی قسم میں نے غصب ہی نہیں کی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے ہو سکتا ہے کہ اس نے پہلے غصب کر کے اسے واپس دے دی ہو یا اس کو غصب کرنے کے بعد مالک نے اس کے لیے ہبہ کر دی ہو یا اس نے اس سے خرید لی ہو۔

ترجمہ: اور نکاح میں (یعنی اگر کوئی نکاح کا منکر ہو جائے تو اسے) اس طرح قسم دی جائے کہ خدا کی قسم اس وقت ہمارے درمیان نکاح قائم نہیں ہے اور طلاق کے دعوے میں اس طرح قسم دی جائے کہ خدا کی قسم یہ عورت اس وقت مجھ سے بائن نہیں ہے جیسا کہ اس نے بیان کیا ہے اور اس طرح قسم نہ دی جائے کہ خدا کی قسم میں نے اسے طلاق نہیں دی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے ہو سکتا ہے کہ اس نے ایک طلاق دے کر پھر اس سے رجعت کر لی ہو یا تین طلاقیں دے کر پھر حلالہ کے بعد نکاح کر لیا ہو۔ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ

ترجمہ: اگر ایک مکان ایک شخص کے قبضہ میں تھا اس پر دو نے دعویٰ کیا ایک نے سارے کا (کہ یہ سارا مکان میرا ہے) اور دوسرے نے نصف کا (کہ نصف میرا ہے) اور دونوں مدعیوں نے گواہ پیش کر دیے۔ تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس نے سارے کا دعویٰ کیا ہے اسے تین ربع (یعنی مکان کے چار حصے کر کے تین حصے اسے) دیے جائیں اور ایک ربع (یعنی ایک حصہ) نصف کے دعویدار کو۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک اس مکان کے تین حصے کیے جائیں (دو اس کو دیں جس نے سارے کا دعویٰ کیا ہے اور ایک اس کو جس نے نصف کا دعویٰ کیا ہے) اور اگر وہ مکان انہی دونوں کے قبضہ میں ہے تو سارا مکان سارے کے مدعی کو دے دیا جائے آدھا تو بطور قضا کے اور آدھا بدون حکم دعوے کے (کیونکہ یہ آدھا تو اس کے قبضہ میں پہلے ہی سے ہے)۔

اگر ایک جانور میں دو آدمیوں نے جھگڑا کیا اور اس پر دونوں نے گواہ بھی پیش کر دیے کہ یہ جانور میرے گھر پیدا ہوا تھا اور دونوں نے پیدا ہونے کی تاریخ بھی بیان کردی اور اس جانور کی عمر ایک تاریخ کے موافق ہے تو اس جانور کا حق دار اسی تاریخ والا ہوگا اور اگر کسی سے بھی کچھ پتہ نہ چلے تو یہ جانور دونوں کا مشترک رہے گا۔

اگر دو آدمیوں کا ایک گھوڑے پر جھگڑا ہوا ان میں سے ایک اس پر سوار تھا اور دوسرا اس کی لگام پکڑے ہوئے تھا تو گھوڑا سوار کا ہوگا اور اسی طرح ایک اونٹ پر جھگڑا ہوا اور ایک شخص کا اس پر کچھ بوجھ لدا ہوا ہو اور دوسرا اس کی نکیل پکڑے ہوئے ہو تو وہ اونٹ بوجھ والے کا ہوگا اسی طرح اگر دو آدمیوں کا ایک کرتے پر جھگڑا ہوا ایک اس کرتے کو پہنے ہوئے ہو اور دوسرا اس کی آستین پکڑے ہوئے ہو تو وہ کرتا پہننے والے کا ہوگا اور جب بائع و مشتری کا بیع میں جھگڑا ہو مشتری کچھ قیمت کا دعویٰ کرے (یعنی یہ کہے کہ میں نے اس قیمت کو خریدی ہے) اور بائع اس قیمت سے زیادہ کا دعویٰ کرے (یعنی وہ کہے کہ میں نے اس سے زیادہ کو بیچی ہے) یا بائع کسی خاص چیز کی مقدار کا اقرار کرے مثلاً (کہے کہ میں نے تو یہ دس من گیہوں بیچے ہیں) اور مشتری اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے (کہ میں نے بیس من خریدے ہیں) تو ان دونوں میں سے ایک گواہ پیش کردے تو اس کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کردیے ہیں تو پھر اس کا قول معتبر ہوگا کہ جس کے گواہوں سے زیادتی کا ثبوت ہوگا اور اگر ان میں سے گواہ ایک کے بھی نہیں ہیں تو مشتری سے کہا جائے (یعنی قاضی کہے) کہ یا تو تم اس قیمت پر رضامند ہو جاؤ کہ جس کا بائع نے دعویٰ کیا ہے ورنہ ہم بیع کو فسخ کردیں گے اور اسی طرح سے کہا جائے کہ یا تو تم اتنی مبیع مشتری کے حوالے کردو کہ جتنی مبیع کا اس نے دعویٰ کیا ہے ورنہ ہم بیع کو فسخ کرتے ہیں پس اگر یہ دونوں اس پر رضامند نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے دعوے پر حاکم قسم دے اور پہلے مشتری کو قسم دی جائے پس جس وقت یہ دونوں قسمیں کھا لیں تو قاضی ان کی بیع کو فسخ کردے اور اگر ان میں سے کوئی قسم کھانے سے انکار کرے تو اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہو جائے گا۔

اگر بائع و مشتری کا ادھار بیچنے میں جھگڑا ہوا (یعنی مشتری کہتا ہے کہ میں نے ادھار

اس سے کم ہے تو شوہر کے قول پر حکم کر دیا جائے گا۔ اور اگر مہر مثل اتنا ہے کہ جتنا عورت نے دعویٰ کیا ہے یا اس سے زیادہ ہے تو عورت کے دعوے کے موافق حکم کر دیا جائے گا اور اگر مہر مثل شوہر کے اقرار کردہ سے زیادہ ہے اور جتنے کا عورت نے دعویٰ کیا ہے اس سے کم ہے تو اس عورت کے لیے مہر مثل کا حکم کر دیا جائے۔

اور اگر اجارہ میں (یعنی اجیر اور مستاجر کے درمیان میں) معقود علیہ کے حاصل ہونے سے پہلے جھگڑا ہو جائے تو ان دونوں کو قسمیں دے کر اس اجارہ کے معاملہ کو توڑ دیں۔

فائدہ: مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک کپڑا سینے کو دیا اب یہ کپڑے والا مستاجر ہے اور درزی اجیر ہے معقود علیہ حاصل نہیں ہوا یعنی کپڑا ابھی سینے نہیں پایا تھا کہ ان دونوں میں جھگڑا ہو گیا، درزی کہتا ہے کہ مجھ سے اس کی سلائی ایک روپیہ ٹھہری ہے اور کپڑے والا کہتا ہے کہ آٹھ آنے ٹھہرے ہیں تو اس صورت میں دونوں کو قسمیں دے کر اس معاملہ کو فسخ کر دیا جائے۔

ترجمہ: اور اگر معقود علیہ حاصل ہونے کے بعد (یعنی مثلاً کپڑا سینے کے بعد) ان میں جھگڑا ہوا ہے تو اب انہیں (بالاتفاق) قسمیں نہ دی جائیں اور مستاجر کا قول معتبر کیا جائے اور اگر کسی قدر معقود علیہ حاصل ہونے (یعنی کچھ کپڑا سلنے) کے بعد جھگڑا ہوا ہے تو باقی (کپڑے) میں دونوں قسمیں کھائیں اور یہ معاملہ فسخ ہو جائے گا۔ اور ماضی میں (یعنی جو کپڑا سل چکا ہے اس میں) مستاجر کا قول مع اس کی قسم کے معتبر ہوگا۔

اور جب مولیٰ اور مکاتب کے درمیان مال کتابت میں اختلاف ہو مثلاً مولیٰ کہے کہ میں نے ایک ہزار پر مکاتب کیا ہے اور مکاتب کہے میں آٹھ سو پر مکاتب ہوا ہوں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک انہیں قسمیں نہ دی جائیں گی (اور مکاتب کے قول کا اعتبار ہوگا) اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ انہیں قسمیں دی جائیں گی اور کتابت فسخ کر دی جائے (اور یہی قول ائمہ ثلثہ کا ہے)

اور جب میاں بیوی کا گھر کے اسباب میں اختلاف ہو (مثلاً میاں کہے کہ سارا اسباب میرا ہے اور بیوی کہے میرا ہے) تو جو اسباب مردوں کے لائق ہو وہ مرد کا ہے (مثلاً عمامہ، ٹوپی، چغہ، تلوار، کتابیں وغیرہ) اور جو عورتوں کے لائق ہو وہ عورت کا ہے (مثلاً کرتی، اوڑھنی، زیور وغیرہ) اور جو دونوں کے لائق ہو وہ بھی مرد کا ہوگا (مثلاً گھر

گھوڑا، تمام لونڈی، برتن جو سیوا سوائے لقمہ وغیرہ) پس اگر دونوں میں سے ایک مر گیا اور دوسرے سے وارثوں کا جھگڑا ہوا تو جو چیزیں مردوں اور عورتوں کے لائق ہوں وہ اسی کی ہوں گی جو زندہ ہے (خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔ کیونکہ قبضہ زندہ کا ہوتا ہے نہ کہ مردہ کا اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے)۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ جو چیزیں ایسی عورتوں کو جہیز میں دی جاتی ہوں وہ عورت کو دی جائیں اور باقی مرد کو (لیکن اس سے قسم لے کر) اگر کسی شخص نے کوئی لونڈی فروخت کی پھر اس لونڈی کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے پر بائع نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرے نطفہ سے ہے (لہٰذا یہ میرا ہے) پس اگر اس لونڈی کے فروخت ہونے کے دن سے لے کر وہ لڑکا چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا ہے تو یہ لڑکا بائع کا ہے اور اس کی ماں اس کی ام ولد ہے یہ بیع توڑ دی جائے اور قیمت مشتری کو واپس دے دی جائے اور اگر بائع کے دعوے سے پہلے مشتری نے بھی دعویٰ کر دیا (یعنی دونوں نے اکٹھا دعویٰ کیا ہے یا اس کے دعوے کے بعد کیا ہے) تو بائع کا دعویٰ اولیٰ (اور معتبر) ہوگا اور اگر وہ لڑکا چھ مہینے سے زیادہ میں اور دو برس سے کم میں پیدا ہوا ہے تو اب اس میں بائع کا دعویٰ نہ مانا جائے گا۔ ہاں اگر مشتری اس کی تصدیق کرے (یعنی یہ کہے کہ یہ لڑکا اسی بائع کا ہے میرا نہیں ہے تو بائع کو دلا دیا جائے گا) اور اگر وہ لڑکا مر گیا پھر بائع نے اس کا دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا تھا اور وہ چھ مہینے سے کم ہی میں پیدا ہوا تھا تو اب اس لڑکے میں (اس بائع کا) نسب ثابت نہ ہوگا (یعنی وہ اس کا لڑکا نہ کہلائے گا) اور نہ یہ لونڈی اس کی ام ولد ہوگی۔

اگر (لڑکا) پیدا ہونے کے بعد یہ لونڈی مر گئی اور لڑکا اس کے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تھا تو اس لڑکے میں اس بائع سے نسب ثابت ہو جائے گا اور امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق اس لڑکے کو بائع لے لے اور (لونڈی کی) پوری قیمت (مشتری کو) واپس دے دے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ فقط لونڈی (کی قیمت) کا حصہ واپس کر دے۔ اگر کسی نے جڑواں بچوں میں سے ایک کے نسب کا دعویٰ کیا (کہ یہ بچہ میرا ہے) تو ان سے دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا (یعنی وہ دونوں بچے اسی کے قرار دیے جائیں گے)۔

کتاب الشہادات

گواہیوں کا بیان

ترجمہ: جب مدعی گواہوں کو گواہی میں طلب کرائے تو انہیں گواہی دینی فرض ہے اور ان پر لازم ہے انہیں ان کو چھپانا ہرگز جائز نہیں ہے ہاں اگر حدود کی گواہی ہو تو اس کو چھپانے اور ظاہر کرنے میں گواہ کو اختیار ہے اور چھپانا افضل ہے مگر مال کی چوری میں گواہی دینی واجب ہے اور یوں کہے کہ اس (چور) نے مال لیا ہے (تاکہ ہاتھ کاٹنا واجب لازم نہ آئے) اور یوں نہ کہے کہ اس نے چرایا ہے۔

شہادت کے درجات ✱ اور گواہی کے چند درجے ہیں منجملہ ان کے ایک گواہی زنا کی ہے اس میں چار مردوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور عورتوں کی گواہی اس میں معتبر نہیں ہوتی دوسری گواہی حدود اور قصاص کی ہے اس میں دو مردوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور عورتوں کی اس میں بھی معتبر نہیں ہوتی۔

ان کے سوا اور حقوق میں دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی مقبول ہو جاتی ہے برابر ہے کہ وہ حق مال ہو یا کچھ اور ہو مثلاً نکاح کا دعویٰ ہو یا طلاق یا وکالت یا وصیت (یا فسخ) کا دعویٰ ہو اور ولادت اور بکارت (کے دعوے میں) اور عورتوں کے ان تمام عیوب میں جن پر مردوں کو اطلاع نہیں ہوتی فقط ایک عورت کی (بھی) گواہی مقبول ہو جاتی ہے (اور دو کے ہونے میں احتیاط زیادہ ہے) اور ان سب صورتوں میں گواہوں کا عادل ہونا اور گواہی کا لفظ ضروری ہے پس اگر کسی گواہ نے گواہی کا ذکر نہیں کیا (یعنی یہ نہیں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں) اور یہ کہا کہ مجھے یقین ہے تو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔

گواہوں کی چھان بین ✱ اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ حاکم مسلمان کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرے سوائے حدود اور قصاص کے کیونکہ ان کے گواہوں کی (مدعی علیہ کے ان گواہوں میں جرح کرنے سے پہلے بھی) تحقیقات کرے (کہ یہ گواہ کیسے ہیں عادل اور گواہی دینے کے

قائل ہیں یا نہیں) اور اگر مدعی علیہ ان گواہوں میں جرح کرے تو پھر ان کا حال دریافت کیا جائے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ دو پردہ اور علانیہ سب گواہوں کا حال دریافت کیا جائے اور گواہوں کی گواہی دو قسم پر ہے ایک یہ کہ اس کا حکم خود ہی ثابت ہو جائے مثلاً بیع' اقرار' غصب' قتل پر گواہی دینا پس جب ان امور کو گواہ نے کسی سے سن لیا یا خود دیکھ لیا تو اسے ان کی گواہی دینی جائز ہے اگرچہ اسے اس پر گواہ نہ بنایا گیا ہو اور (بیع میں مثلاً) وہ اس طرح کہہ دے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اس نے اس کی بیع کی ہے اور یہ نہ کہے کہ مجھے اس نے گواہ کیا ہے۔ (کیونکہ یہ جھوٹ ہے) اور دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا حکم بنفس خود ثابت نہیں ہوتا (یعنی خود بخود گواہی نہیں دے سکتا) مثلاً گواہی پر گواہی دینا پس جب کسی نے کسی گواہ کو سنا کہ وہ کسی (مقدمہ میں کسی) چیز کی گواہی دے رہا ہے تو اسے سننے والے کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس گواہی پر گواہی دے دے ہاں اگر وہ (گواہ اپنی گواہی پر) اسے گواہ کرے (تو پھر اسے اس کی گواہی پر گواہی دینا جائز ہے) اور اس طرح اگر کسی نے کسی کو سنا کہ وہ گواہ کی گواہی پر گواہی دے رہا ہے تو اس سننے والے کو اس پر گواہی دینی جائز نہیں ہے اور جب کوئی گواہ اپنا خط دیکھے (یعنی اپنی گواہی کی ہوئی دیکھے) تو اسے (اس کے دیکھنے ہی پر) گواہی دینی جائز نہیں ہے ہاں اگر گواہی اس کو یاد آ جائے (تو جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خط ایک دوسرے کا مل جاتا ہے اس لئے فقط دیکھنے سے اپنی گواہی کا یقین نہیں ہو سکتا) اندھے اور غلام کی گواہی قبول نہ کی جائے اور نہ اس کی جس کے تہمت لگانے میں حد لگ چکی ہے اگرچہ اس نے توبہ کر لی ہو۔

کس کی گواہی مقبول ہے اور کس کی نامقبول ✻ اور نہ باپ کی گواہی بیٹے کیلئے اور نہ پوتے کے لئے نہ بیٹے کی گواہی اپنے ماں باپ اور دادا دادی کے لئے اور شوہر کی اپنی بیوی کے حق میں اور نہ بیوی کی شوہر کے حق میں اور نہ آقا کی اس کے غلام کے حق میں اور نہ اس کے مکاتب کے حق میں اور نہ ایک شریک کی دوسرے شریک کے حق میں یعنی اس چیز میں جو ان کی شراکت کی ہو اور اگر کوئی شخص اپنے بھائی یا اپنے چچا کی گواہی دے تو وہ قبول کر لی جائے گی اور مخنث اور نوحہ گری کی گواہی نہ سنی جائے گی اور نہ دشمن کی اور نہ ایسے شخص کی جو ہمیشہ لہو ولعب کے لئے شراب پیتا ہو اور نہ کبوتر بازی اور نہ قوال کی اور ایسے شخص کی جو ایسے گناہ کبیرہ کرے کہ جن

پر حد لگی ہے اور نہ ایسے شخص کی کہ جو بلا تہبند کے حمام میں جا (کے نہائے) اور نہ سود خور کی اور نہ جوے باز و شطرنج بازی (یعنی جوا ان میں روپیہ پیسے باندھ کر کھیلے) اور نہ ایسے شخص کی جو افعال مستحقر کرتا ہو مثلاً راستہ میں پیشاب کرنا اور (چلتے میں) کھانا اور نہ ایسے شخص کی جو سلف (صالحین) کو بھلا برا کہتا (اور گالیاں دیتا) ہو۔ سلف صالحین سے مراد یہ ہے خواہ صحابہ کرام ہوں خواہ تابعین ہوں یا اہل بیت ہوں یا مجتہد ہوں اور اہل ہوا کی گواہی سنی جائے گی سوائے خطابیہ کے۔

فائدہ: اہل ہوا سے وہ اہل قبلہ مراد ہے کہ جن کا عقیدہ بعض امور میں اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے جیسے جبریہ قدریہ رافضی خارجی معطلہ مشبہ اور یہ سب بارہ فرقے ہیں جو علم کلام کی کتابوں میں مفصل مذکور ہیں اور خطابیہ رافضیوں میں ایک فرقہ ہے اس فرقہ والوں کی یہ علامت ہے کہ جب کوئی مدعی اپنے صدق دعویٰ پر قسم کھائے ان کے سامنے تو وہ اس کی گواہی دے دیتے ہیں بغیر اس کے کہ انہیں اس کا علم ہو۔ "كذا في الجوهرة النيرة"۔

ترجمہ: ذمیوں کی گواہی ایک کی دوسرے کے حق میں قبول کر لی جائے گی اگرچہ ان کے مذہب مختلف ہوں اور ذمی کے حق میں حربی کی گواہی نہ قبول کی جائے گی اگرچہ اس کی بھلائیاں برائیوں سے (زیادہ) ہوں۔

اور جو شخص کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہو تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی اگرچہ وہ بعض (صغیرہ) گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے اور نا مختون اور خصی اور ولد الزنا اور مخنث کی گواہی قبول کر لی جائے گی اور جس وقت گواہی دعوے کے موافق قبول کی جائے گی۔ اور اگر مخالف ہوگی تو قبول نہ کی جائے گی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دو گواہوں کا لفظ اور معنی (دونوں) میں متفق ہونا معتبر ہے پس اگر ایک گواہ نے ایک ہزار روپیہ کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار روپیہ کی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان کی گواہی نہ سنی جائے گی اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ ایک ہزار میں سن لی جائے گی۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہزار دو ہزار میں داخل ہے پس ایک ہزار روپیہ پر تو یہ دونوں متفق ہیں اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب مدعی نے دو ہزار کا دعویٰ کیا ہو اور اگر ایک

ہی نے اسی کا دعویٰ کیا تھا اور پھر گواہوں میں یہ اختلاف ہو گیا تو اب ان کی گواہی بالاجماع نہ کی جائے گی (حاشیہ)۔

ترجمہ: اور اگر ان دونوں گواہوں میں سے ایک نے ایک ہزار کی گواہی دی۔ اور دوسرے نے پندرہ سو کی اور مدعی نے پندرہ سو کا دعویٰ کیا تھا تو اب دونوں کی گواہی ایک ہزار میں قبول کی جائے گی۔ (کیونکہ اس صورت میں دونوں گواہ لفظ اور معنی میں ہر لحاظ سے متفق ہیں)۔

اور اگر دونوں نے ایک ہزار کی گواہی دی ایک نے پھر یہ بھی کہہ دیا کہ پانچ سو روپیہ وصول کر چکا ہے تو ہزار میں ان دونوں کی گواہی قبول کر لی جائے گی (کیونکہ اس پر ان دونوں کا اتفاق ہے) اور ایک گواہ کا یہ کہنا نہ سنا جائے گا کہ ان میں سے پانچ سو روپیہ وصول کر چکا ہے (کیونکہ یہ ایک ہی کی گواہی ہے اور ایک کی گواہی حجت نہیں ہوتی) ہاں اگر دوسرا بھی اس کے ساتھ (اس کے) موافق گواہی دے دے اور گواہ کو چاہیے کہ جب اسے یہ معلوم ہو جائے (کہ مدعی پانچ سو روپیہ وصول کر چکا ہے) تو وہ ایک ہزار روپے کی گواہی نہ دے یہاں تک کہ مدعی اس کے سامنے اس بات کا اقرار کر لے کہ پانچ سو روپیہ میں وصول کر چکا ہوں (تاکہ یہ گواہ ظلم پر معین نہ ہو سکے)۔

اور جب دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ (مثلاً) زید مکہ میں بقر عید کے دن مارا گیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ وہ بقر عید کے دن کوفہ میں مارا گیا ہے اور یہ سب (گواہ) حاکم کے روبرو حاضر ہوں تو وہ ان دونوں گواہیوں کو رد کر دے اور اگر ان دونوں گواہیوں میں سے ایک گواہی پہلی ہو گئی تھی اور اس پر حاکم حکم دے چکا تھا پھر اس دوسری گواہی کے گواہ حاضر ہوئے تو یہ دوسری گواہی رد کر دی جائے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی گواہی حکم لگنے کی وجہ سے پوری ہو چکی ہے اب دوسری گواہی سے نہیں ٹوٹے گی۔ جوہرہ۔

ترجمہ: اور جس کے ہونے نہ ہونے پر شخص کسی کی گواہی نہ دے اور اس پر حکم دے مال اگر اس کا استحقاق ثابت ہو جائے۔

فائدہ: مثال اس کی یہ ہے کہ مثلاً مدعی علیہ نے مدعی کے گواہوں پر جرح کی یعنی یہ کہا کہ یہ گواہ فاسق، بدمعاش ہیں یہ گواہی دینے کے قابل نہیں ہیں یا یہ کہا کہ انہیں سکھا دے کر ان سے گواہی دلوائی ہے اور پھر مدعی علیہ نے اپنی ان باتوں پر کسی کو گواہ بنایا تو قاضی اس کے گواہوں کی گواہی نہ سنے اور نہ اس کی طرف التفات کرے۔ جوہرہ۔

ترجمہ: اور گواہ کو ایسی چیز کی گواہی نہیں دینی چاہیے کہ جو اس نے دیکھی نہ ہو سوائے نسب موت، نکاح، دخول اور قاضی کی قضا کے کیونکہ ان چیزوں کی گواہی اس وقت دینی جائز ہے کہ جب اس سے ان کو کوئی ایسا شخص بیان کرے جس پر اسے اعتماد ہو اور گواہی پر گواہی دینی ایسے ہر حق میں جائز ہے کہ جو شبہ سے ساقط نہ ہوتا ہو اور حدود اور قصاص میں (گواہی پر گواہی) قبول نہ کی جائے گی (کیونکہ یہ شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں) اور دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہوں کو گواہی دینی جائز ہے اور ایک کی گواہی پر ایک کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ اور (گواہ کو اپنی گواہی پر) گواہ کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اصلی گواہ نقلی گواہ سے کہے کہ تو میری گواہی پر گواہ ہو جا میں گواہی دیتا ہوں کہ میرے روبرو فلاں بن فلاں نے اتنے (روپے) کا اقرار کیا ہے اور اس نے اپنے اوپر مجھے گواہ بنالیا ہے اور اگر یہ نہ کہا کہ اس نے اپنے اوپر مجھے گواہ کرایا ہے تب بھی جائز ہے (یعنی اس قول کا ہونا ضروری نہیں ہے) اور یہ نقلی گواہ گواہی دیتے وقت کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں آدمی نے اس کے روبرو اتنا روپیہ دینے کا اقرار کیا ہے اور اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دینا اس لئے اب میں اس کی گواہی دیتا ہوں اور نقلی گواہوں کی گواہی تب نہ سنی جائے گی مگر اس وقت کہ اصلی گواہ مر جائیں یا اتنی دور چلے جائیں کہ جو تین روز یا تین روز سے زیادہ کا سفر ہو یا ایسے بیمار ہو جائیں کہ بیماری کی وجہ سے حاکم کی کچہری میں حاضر نہ ہوسکیں۔

اگر اصلی گواہوں کو نقلی گواہوں کے عادل ہونے کو بیان کریں تو جائز ہے اور اگر وہ اس سے ساکت رہیں تب بھی ان کی گواہی جائز ہے اور حاکم اصلی گواہوں کے حال کی تحقیق کرے اور اگر اصلی گواہ گواہی [دینے] سے انکار کریں تو پھر نقلی گواہوں کی گواہی نہ سنی جائے گی اور اگر کوئی جھوٹی گواہی دے تو جھوٹے گواہوں میں امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ ہم (اسے)

بازاروں میں (پھرا کر) اس کی تشہیر کرادیں گے اور اسے سزا نہ دیں گے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ ہم اسے خوب سزا دیں گے اور قید کرادیں گے۔

باب الرجوع عن الشهادة

گواہی سے پھرنے کا بیان

ترجمہ: جب گواہ اپنی گواہی سے اس گواہی پر حکم ہونے سے پہلے پھر جائیں تو ان کی گواہی ساقط ہو جائے گی (یعنی ان کے پھرنے کے بعد اس گواہی کے مطابق حاکم حکم نہ دے) اور ان گواہوں پر تاوان بھی واجب نہ ہوگا اور اگر ان کی گواہی پر حکم ہو چکا تھا پھر وہ پھر گئے تو اب وہ حکم فسخ نہ ہوگا اور ان کی گواہی سے جس قدر نقصان ہوگا ان کا تاوان ان پر واجب ہوگا (کیونکہ یہ اس تعدی کا اقرار کر چکے ہیں لہٰذا ان پر تاوان واجب ہے) اور گواہی سے پھرنا درست نہیں ہے۔ مگر حاکم کے سامنے۔

جب دو گواہوں نے کسی مال (کے دوسرے کے ذمہ ہونے) کی گواہی دے دی اور حاکم نے اس کی گواہی پر اس (کے ادا کرنے) کا حکم دے دیا پھر یہ دونوں (گواہی سے) پھر گئے تو مشہود علیہ کے لئے (یعنی جس کے ذمہ ہونے کی گواہی دی تھی اس کے لئے) اس مال کے ضامن ہوں گے اور اگر ایک گواہ پھر گیا ہے تو نصف (مال) کا ضامن ہوگا اور اگر کسی مال کی تین گواہوں نے گواہی دی تھی پھر ان میں سے ایک پھر گیا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ گواہی کا نصاب یعنی دو گواہوں کا ہونا ابھی باقی ہے (اور اگر اس ایک کے پھرنے سے) دوسرا بھی پھر گیا تو یہ دونوں نصف مال کے ضامن ہوں گے۔

اگر (کسی حق میں) ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی تھی پھر ایک عورت (گواہی سے) پھر گئی تو وہ چوتھائی حق کی ضامن ہوگی (کیونکہ ایک مرد اور ایک عورت کے گواہ رہنے سے اس حق کے تین حصے باقی رہ گئے ہیں) اور اگر دونوں عورتیں پھر گئیں تو یہ دونوں نصف حق کی ضامن ہوں گی۔

اگر (کسی حق کی) ایک مرد اور دس عورتوں نے گواہی دی تھی پھر ان میں سے آٹھ عورتیں پھر گئیں تو ان پر ضمان نہیں ہے (کیونکہ ابھی گواہی کا نصاب باقی ہے اور وہ ایک مرد اور دو عورتیں ہیں) پھر اگر نویں عورت بھی پھر گئی تو ان سب عورتوں پر چوتھائی حق (کا تاوان) واجب ہو جائے گا اور اگر وہ مرد اور وہ سب عورتیں پھر گئیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس حق کے چھ حصے ہوں گے ان میں سے ایک چھٹا حصہ مرد پر واجب ہوگا اور پانچ عورتوں پر۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ نصف مرد پر واجب ہوگا اور نصف ان عورتوں پر (کیونکہ دس عورتیں بمنزل ایک مرد کے تھیں لہٰذا وہ نصف نصاب ہوئیں) اور اگر دو گواہوں نے کسی عورت کا نکاح مہر مثل پر یا زیادہ پر ہونے کی گواہی دی تھی پھر وہ دونوں گواہی سے پھر گئے تو ان پر ضمان نہیں اور اگر مہر مثل سے کم پر گواہی دی ہے تو وہ اس کمی کے ضامن نہ ہوں گے اور اسی طرح اگر دو گواہوں نے کسی مرد پر گواہی دی کہ اس نے ایک عورت سے مہر مثل پر (مہر مثل سے) کم پر نکاح کیا ہے (تو تب بھی یہ ضامن نہ ہوں گے) اور اگر مہر مثل زیادہ کی گواہی دی تھی پھر پھر گئے تو اس زیادتی کے ضامن ہوں گے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زیادتی کو ان دونوں نے گواہی دے کر بغیر کسی عوض کے تلف کر دیا ہے اور بغیر کسی عوض کے کسی چیز کا تلف کرنا ضمان اور تاوان کا باعث ہوتا ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ ان کے گواہی سے پھرنے کے بعد یہ نکاح جائز رہے گا یا نہیں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ظاہراً اور باطناً ہر طرح جائز رہے گا یہاں تک کہ اس عورت سے صحبت کرنی جائز ہوگی اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ ظاہراً تو جائز ہوگا اور باطناً نہ ہوگا ان کے نزدیک اس مرد کو اس عورت سے صحبت کرنی جائز نہ ہوگی (حاشیہ)۔

ترجمہ: اگر دو گواہوں نے کسی چیز کی مثلی (یعنی مناسب) قیمت پر یا زیادہ پر بیع ہو جانے کی گواہی دی پھر دونوں (اپنی گواہی سے) پھر گئے تو ان پر تاوان نہ آئے گا اور اگر کم قیمت پر بیع ہونے کی گواہی دی تھی تو یہ اس نقصان کے ضامن ہوں گے اور اگر دو گواہوں نے کسی مرد پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی ہے پھر دونوں (گواہی سے) پھر گئے تو یہ نصف مہر کے ضامن ہوں گے اور اگر صحبت کرنے کے بعد طلاق دینے کی

گواہی دی تھی تو ضامن نہ ہوں گے۔

اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے (اور اسی گواہی پر حاکم نے حکم دیا اور وہ غلام آزاد ہو گیا) پھر یہ دونوں گواہ پھر گئے تو یہ دونوں اس غلام کی قیمت کے ضامن ہوں گے۔

اگر دو گواہوں نے قصاص کی گواہی دی (اور جس پر گواہی دی تھی وہ ان کی گواہی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا) اور قتل ہونے کے بعد یہ دونوں (گواہی سے) پھر گئے تو یہ خون بہا کے ضامن ہوں گے اور ان سے قصاص نہ لیا جائے گا اور اگر نقلی گواہ پھر جائیں تو وہ بھی ضامن ہوں گے اور اگر (نقلی گواہوں کی گواہی پر قاضی کے حکم دینے کے بعد) اصلی گواہ پھر گئے اور یہ کہا کہ ہم نے اپنی گواہی پر ان کو گواہ نہیں کیا تھا تو ان (اصلی گواہوں) پر اس کا تاوان واجب نہ ہوگا۔ (کیونکہ انہوں نے گواہ بنانے ہی سے انکار کر دیا ہے) اور اگر انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی غلطی سے ان کو اپنا گواہ بنایا تھا تو اب یہ ضامن ہوں گے (یعنی ان پر تاوان واجب ہوگا) اور اگر نقلی گواہوں نے اصلی گواہوں کی تکذیب کی یا یہ کہا کہ انہوں نے ہمیں غلطی سے گواہ کر لیا تھا تو ان کے قول پر التفات نہ کیا جائے گا۔

جب چار آدمیوں نے زنا کی گواہی دی اور دو آدمیوں نے احصان کی (یعنی زانی یا زانیہ کی محصن ہونے کی) پھر احصان کے گواہ پھر گئے تو ان پر تاوان نہ آئے گا۔ اور جب زنا کے گواہ زنا کی گواہی سے پھر جائیں گے تو ان پر تاوان آئے گا۔

اگر دو گواہوں نے (قسم کی گواہی دی تھی اور دو نے) شرط ہونے کی پھر یہ سب گواہ پھر گئے تو تاوان خاص قسم ہی کے گواہوں پر ہوگا۔

فائدہ. اس کی مثال یہ ہے کہ دو آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ زید نے یہ قسم کھائی ہے کہ اگر میری عورت فلاں کام کرے تو اسے طلاق ہے اور دو نے اس شرط کے ہونے یعنی اس عورت کے وہ کام کر لینے کی گواہی دی اور اس پر طلاق پڑ گئی تو اس صورت میں پہلے گواہوں پر تاوان آئے گا کیونکہ تاوان قسم ہی کے ساتھ متعلق ہے۔

کتاب آداب القاضی

قاضی کے آداب کا بیان

ترجمہ: جب تک کسی میں سب شرطیں گواہی کی موجود نہ ہوں اس کا قاضی ہونا درست نہیں ہے اور چاہیے کہ وہ شخص مجتہد بھی ہو اور جسے اپنے اوپر یہ اعتماد ہو کہ میں اس عہدہ کا فرض خوب ادا کر دوں گا تو اس کے قاضی ہونے میں کوئی حرج نہیں اور ایسے شخص کو قاضی بننا مکروہ ہے کہ جسے اس فرض کی انجام دہی نہ کرنے کا اندیشہ ہو اور اس میں اپنے سے ظلم ہونے پر اطمینان نہ ہو اور عہدہ قضا کی درخواست کرنی اور اس کا طلب گار رہنا نہیں چاہئے۔ اور جسے قاضی بنایا جائے لازم ہے کہ اس سے پہلے قاضی کا دفتر اس کے حوالے کر دیا جائے وہ قیدیوں کے حال کی خوب تحقیقات کرے پس جو قیدی ان میں سے (اپنے ذمہ) دوسرے کے حق کا اقرار کرے اس پر وہ حق لازم ہے (اور جب تک مدعی اسے قید میں رکھنا چاہے قید میں رکھے) اور جو قیدی انکار کرے (یعنی یہ کہے کہ میرے ذمہ کسی کا کوئی حق وغیرہ نہیں ہے) تو اس کے بارے میں بغیر ثبوت گواہوں کے معزول (قاضی) کا قول نہ مانے (یعنی فقط اس کے کہنے کا اعتبار نہ کرے) بلکہ اس سے اس کے قابل قید ہونے کے گواہ طلب کرے پس اگر وہ قاضی گواہ پیش نہ کر سکے تو اس کے رہا کرنے میں جلدی نہ کرے یہاں تک کہ اس کی منادی کرا دے اور کسی مدعی وغیرہ کے آنے کا انتظار کرے۔

امانتوں اور اوقاف کی آمدنیوں کی خوب جانچ پڑتال کرے اور جو کچھ گواہوں وغیرہ سے ثابت ہو یا جو تحقیق کرنے سے معلوم ہوا ہو اس کا وہ شخص اقرار کرے کہ جس کے قبضہ میں یہ اوقاف یا امانتیں ہیں تو اس کے موافق عمل درآمد کرے اور اگر معزول شدہ قاضی (کوئی وقف کسی کے پاس ہونے کو کہے تو اس) کے قول کو نہ مانے ہاں اگر وہ شخص اقرار کرے کہ جس کے قبضہ میں وہ وقف ہے اس بات کا کہ اس معزول قاضی نے یہ وقف میرے سپرد کیا تھا تو اس کے قول کا اس وقف میں اعتبار کر کے اس پر عمل کرے اور چاہیے کہ عام طور پر مسجد میں کچہری کیا

کرے (تاکہ قاضی کی توجہ سے غرباء ناواقف نہ رہیں)۔

اور سوائے اپنے ذی رحم محرم کے اور کسی کا تحفہ قبول نہ کرے یا ایسے شخص کا کہ جس کی اس کے قاضی ہونے سے پہلے ہی سے یہ عادت ہو کہ وہ اس کے ہاں تحفہ بھیجتا تھا اور یہ اس کے ہاں اور دعوت میں نہ جائے ہاں اگر عام دعوت ہو (تو مضائقہ نہیں ہے) اور جنازہ میں شامل ہو اور مریض کی عیادت کرے۔

مدعی مدعی علیہ میں ایسا نہ کرے کہ ایک کی خاطرداری اور مہمان نوازی کرے اور دوسرے کی نہ کرے بلکہ جب دونوں حاضر ہو جائیں تو برابر بٹھائے اور یکساں دونوں کی طرف متوجہ ہو ان میں سے ایک سے کوئی بات آہستہ نہ کہے نہ ایک کی طرف کچھ اشارہ کرے نہ اسے کوئی حجت سمجھائے (کیونکہ ان امور میں دوسرے کی دل شکنی ہے) اور جب اس کے نزدیک کسی (ایک کے ذمہ دوسرے) کا حق ثابت ہو جائے اور حق دار (اپنا حق) لینا چاہے اور دعویٰ کرے تو یہ اس کے قرض دار کو قید کر دے۔ قید کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ جو کچھ اس کے ذمہ ہے (پہلے) اس کے ادا کرنے کا اسے حکم دے اگر وہ ادا نہ کرے تو ایسے ہر قرض کے بدلے اسے قید کر دے کہ جو کچھ اس کے قبضہ میں کچھ مال آنے کی وجہ سے اس پر واجب ہوا ہو مثلاً کسی مبیع کی قیمت ہو یا اس نے روپیہ قرض لیا ہو یا کسی عقد کی وجہ سے اس کے ذمہ واجب ہو گیا ہو جیسے مہر اور کفالت کا روپیہ۔

باقی اس کے سوا اور حقوق میں جب وہ یہ کہے کہ میں فقیر ہوں (میرے پاس کچھ نہیں ہے) تو اسے قید نہ کرے ہاں اگر مدعی اس کا ثبوت دے دے کہ اس کے پاس مال ہے (یہ فقیر نہیں ہے) تو مہینے یا تین مہینے اسے قید میں رکھے پھر اس کی تحقیقات کرے (کہ اس کے پاس کچھ مال ہے یا نہیں ہے) پس اگر اس کا مالدار ہونا ثابت نہ ہو تو اسے رہا کر دے اور (جب وہ قید سے چھوٹ جائے تو) اس کے قرض خواہوں کو اس پر تقاضہ وغیرہ کرنے سے نہ روکے اگر کوئی اپنی بیوی کو نفقہ نہ دے تو اسے قید کر دیا جائے اور باپ (دادا) کو اس کے بیٹے (پوتے) کے قرض میں قید نہ کیا جائے ہاں اگر (اولاد چھوٹی اور مفلس ہو اور) وہ خرچ نہ دے (تو قید کر دیا جائے)۔

اور سوائے حدود اور قصاص کے اور تمام احکام میں عورت کو قاضی بنانا جائز ہے اور ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو تمام حقوق میں قبول ہوگا (مگر اس وقت کہ) جب اس قاضی کے روبرو اس خط کے دو گواہ گواہی دیں پھر اگر گواہوں نے مدعی علیہ کے سامنے گواہی دی ہے تو قاضی اس گواہی پر حکم لگا دے اور اپنا حکم لکھ دے کہ (میں نے گواہوں کی گواہی سے اس پر حکم لگا دیا ہے) اور اگر انہوں نے مدعی علیہ کی غیر موجودگی میں گواہی دی تھی تو اب حکم نہ لگائے اور فقط گواہی (دوسرے قاضی کو) لکھ دے تاکہ (وہ قاضی یعنی) مکتوب الیہ اس پر حکم لگائے۔

فائدہ: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک ہزار کا دعویٰ کیا اور اس پر گواہ بھی دے دیئے پھر مدعی اور مدعی علیہ نے اس پر صلح کر لی کہ یہ روپیہ ہم دوسرے شہر میں دے لیں گے تو اگر مدعی نے مدعی علیہ کے سامنے ہی گواہ دے دیئے تھے تو اب یہ قاضی اس دوسرے شہر کے قاضی کو اپنا حکم لکھ دے کہ اس مدعی کو اتنا روپیہ دلا دیا جائے وہ روپیہ دلا دے گا برابر ہے کہ یہ مقدمہ اس کی رائے کے موافق ہو یا مخالف ہو اور اگر مدعی علیہ کی موجودگی میں مدعی نے گواہ نہ دیئے تھے تو اب یہ قاضی فقط اتنا لکھ دے کہ میرے سامنے گواہی ہوئی ہے اب اس صورت میں روپیہ دلانے نہ دلانے کا حکم مکتوب الیہ قاضی کے اختیار میں ہے۔

ترجمہ: اور ایک قاضی کا خط دوسرا قاضی قبول نہ کرے جب تک کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی نہ دے دیں (کہ یہ خط اس قاضی نے ہمارے روبرو لکھا تھا) اور واجب ہے کہ قاضی خط (لکھ کر اس) کو گواہوں کے روبرو پڑھ دے تاکہ اس کا مضمون انہیں معلوم ہو جائے۔ پھر (ان کے سامنے ہی) اس پر (اپنی مہر کرکے ان کے حوالے کر دے اور جب یہ خط (دوسرے) قاضی کے پاس پہنچے تو بغیر مدعی علیہ کے حاضر ہوئے وہ اس خط کو قبول نہ کرے (کیونکہ یہ خط بمنزلہ گواہی کے ہے اور گواہی میں مدعی علیہ کا حاضر ہونا ضروری ہے) بلکہ جس وقت گواہ یہ خط قاضی کو دے دیں تو پہلے وہ اس کی مہر کو دیکھے پھر (مہر کے ٹھیک ہونے کے بعد) جب وہ گواہ یہ گواہی دے دیں کہ فلاں قاضی نے اپنی گواہی میں اپنی عدالت میں یہ خط ہمیں دیا تھا اور اس کو پڑھ کر ہمیں سنا بھی دیا تھا اور اسی نے اس پر مہر کی تھی تو اب یہ قاضی اس خط کو کھولے اور مدعی علیہ کو سنائے اور جس قدر روپیہ وغیرہ دعویٰ اس میں لکھا ہو وہ اس کے ذمہ

لازم کر دے (کہ یہ روپیہ تم ادا کر دو) اور ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو حدود اور قصاص کے بارے میں قبول نہ کیا جائے گا۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حدود اور قصاص شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں اور ایک قاضی کا دوسرے قاضی کو خط لکھنے میں شبہ ہو جاتا ہے کیونکہ خط ایک دوسرے کا مل جاتا ہے ہو سکتا ہے کہ یہ خط اس قاضی کا نہ ہو اور اتنا شبہ حدود اور قصاص کے ساقط ہونے کے لیے کافی ہے۔ (جوہرہ)

ترجمہ: قاضی کو قضا پر اپنا نائب بنا دینا جائز نہیں ہے ہاں اگر اسے نائب بنا دینے کا اختیار دے دیا گیا ہو اور جب اور کسی حاکم کا حکم کوئی قاضی کے یہاں لے جائے تو یہ قاضی اسے سنبھال رکھے ہاں اگر وہ حکم قرآن شریف یا حدیث یا اجماع کے خلاف ہو یا ایسا قول ہو جس کی دلیل نہ ہو (تو اس کی تعمیل نہ کرے) اور قاضی غیر حاضر پر حکم نہ لگائے ہاں اگر اس کا کوئی قائم مقام موجود ہو۔

اور جب دو آدمی اپنے درمیان کسی کو حکم بنالیں اور اس کے فیصلہ کر دینے پر راضی ہو جائیں تو اس کا حکم بنانا جائز ہے (لیکن) جب کہ اس میں حکم بننے کی صفت ہو اور کافر ذمی غلام محدود فی القذف (یعنی جسے تہمت لگانے میں سزا مل چکی ہو) اور فاسق اور نابالغ لڑکے کو حکم بنانا جائز نہیں ہے اور جب تک حاکم نے حکم کرنے والوں پر کوئی حکم نہ لگایا ہو ان دونوں کو اس کے حکم کرنے سے رجوع کر لینا جائز ہے اور جب اس نے حکم لگا دیا تو وہ حکم ان پر لازم ہو جائے گا (کیونکہ اس کا یہ حکم ان پر اس کے حاکم ہونے کی حالت میں صادر ہوا ہے) اور اگر اس کے حکم کی قاضی کے ہاں اپیل کی جائے اور قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو قاضی اس حکم کو بحال رکھے اور اگر اس کے مذہب کے خلاف ہو تو باطل کر دے۔

اور حدود و قصاص میں حکم بنانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر مدعی مدعی علیہ نے خطا کے دم میں کسی کو حاکم بنایا اور اس نے عاقلہ پر خون بہا ادا کرنے کا حکم دے دیا تو اس کا یہ حکم جاری نہ ہوگا (اس لیے کہ عاقلہ پر اس کی حکومت نہیں چل سکتی کیونکہ یہ ان کی طرف سے حاکم نہیں ہے اور حاکم کو گواہوں کا سننا اور ان کے اوپر حکم لگانا جائز ہے (اور اسی طرح اقرار پر بھی کیونکہ یہ حکم شرع کے موافق ہے) اور حاکم کا اپنے والدین اور اپنے بچوں کے لیے حکم لگانا باطل ہے (کیونکہ اس میں تہمت کا اندیشہ ہے)۔

کتاب القسمة

تقسیم کا بیان

ترجمہ: امام (یعنی حاکم) کو چاہیے کہ تقسیم کے لیے ایک آدمی مقرر کرے اور تنخواہ اسے بیت المال سے دے تاکہ وہ بغیر اجرت لیے لوگوں میں (جو مکان وغیرہ) تقسیم کیا کرے اور اگر بیت المال سے اجرت نہ دے تو پھر ایک آدمی کو مقرر کرے کہ وہ اجرت پر تقسیم کیا کرے (یعنی حاکم اسے لوگوں سے اجرت دلوا دیا کرے) اور واجب ہے کہ تقسیم کرنے والا عادل ہو امین ہو تقسیم کا اسے علم ہو اور حاکم لوگوں پر زبردستی نہ کرے اس کی کہ وہ تقسیم کرے۔ لیے ایک ہی آدمی کو مقرر رکھیں اور تقسیم کے امینوں کو شراکت میں نہ چھوڑ دے (بلکہ علیحدہ علیحدہ رکھے) اور تقسیم کی اجرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وارثوں (اور شراکت داروں) کی تعداد کے حساب سے ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک حصوں کے حساب سے (یعنی جس کا جس قدر حصہ ہوگا اسی قدر حساب کر کے اس سے اجرت بھی لی جائے گی) اور جب چند شریک قاضی کے پاس حاضر ہوں اور ان کے قبضہ میں کوئی مکان یا زمین ہو اور وہ اس بات کا دعویٰ کریں کہ یہ مکان ہمیں فلاں شخص کے ترکہ میں ملا ہے (اور ہم اسے اب تقسیم کرانا چاہتے ہیں) تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قاضی اس (مکان وغیرہ) کو تقسیم نہ کرائے جب تک کہ وہ اس مورث کے مرنے اور کل وارثوں کے موجود ہونے پر گواہ پیش کر دیں اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ ان کے اقرار پر قاضی اسے تقسیم کرا دے اور تقسیم کے رجسٹر میں یہ لکھ دے کہ اس کو میں نے ان کے کہنے پر تقسیم کرا دیا ہے۔

اور اگر زمین وغیرہ (یعنی غیر منقولی ورثہ) کے سوا کچھ مشترک مال تھا اور چند آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ (ہماری) میراث ہے (اور اس کا کچھ ثبوت نہیں دیا) تو سب کے نزدیک قاضی اسے تقسیم کر دے (کیونکہ اس کے تقسیم کرنے میں اس کی حفاظت ہو جائے گی) اور اگر کسی زمین کی بابت چند آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم نے یہ خریدی ہے تو قاضی اسے بھی

تقسیم کردے اور اگر چند آدمیوں نے (زمین وغیرہ کی) ملکیت کا دعویٰ کیا (اور اسے تقسیم کرانا چاہا) اور یہ نہیں ذکر کیا کہ یہ ان کے پاس کس طرح آگئی ہے (تو اسے بھی تقسیم کردے)

فائدہ: مقصود اس سے یہ ہے کہ جب وہ زمین ان کے قبضہ میں ہے وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہماری ہی ملکیت ہے اور یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہمیں فلاں شخص سے ملی ہے تو قاضی اسے ان کے اس اقرار کی وجہ سے تقسیم کردے کیونکہ اس میں دوسرے پر کوئی حکم نہیں ہوتا اس لیے کہ انہوں نے کسی اور کی ملکیت ہونے کا تو اقرار ہی نہیں کیا (حاشیہ)۔

ترجمہ: اور اگر (ایک زمین میں چند شریک ہیں اور) ہر شریک اپنے اپنے حصے سے نفع اٹھاتا ہے تو (اس زمین کو) ان حصہ داروں میں ہر ایک کی درخواست پر تقسیم کردے اور اگر ان میں سے ایک حصہ دار تو نفع اٹھاتا ہے اور دوسرا اپنا حصہ کم ہونے کی وجہ سے نقصان اٹھاتا ہے۔ تو (اس صورت میں) اگر زیادہ حصہ والا درخواست کرے تو تقسیم نہ کی جائے اور اگر (تقسیم کرنے میں) دونوں حصہ داروں کو نقصان ہوتا ہے تو جب تک یہ دونوں (تقسیم پر) رضامند نہ ہو جائیں قاضی اسے تقسیم نہ کرے۔

اگر ترکہ اسباب ہے اور اسباب ایک ہی قسم کا ہے (مثلاً کپڑے ہی کپڑے ہیں) تو قاضی اسے (جبراً) تقسیم کردے اور اگر ترکہ دو قسم کا ہے تو اسے تقسیم نہ کرے کہ ایک چیز ایک کو دے دے اور دوسری دوسرے کو (ہاں اس کی قیمت ٹھہرا کے تقسیم کردی جائے) امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ غلاموں کو اور جواہر کو تقسیم نہ کیا جائے (کیونکہ ان میں تفاوت بہت ہوتا ہے) اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ غلاموں کو تقسیم کردیا جائے۔ اور حمام کنویں، فرائض کو تقسیم نہ کیا جائے ہاں اگر سب شریک (تقسیم ہو جانے پر) رضامند ہو جائیں۔

فائدہ: یہی حکم اس دیوار کا ہے جو دو مکانوں کے درمیان میں ہو کیونکہ اس کے ٹوٹنے تقسیم ہونے میں دونوں طرف والوں کا نقصان ہوگا اور اسی طرح کنویں وغیرہ کے تقسیم ہونے میں بھی دونوں کا نقصان ہوتا ہے اس لیے بغیر سب حصہ داروں کی رضامندی کے قاضی ان چیزوں کو تقسیم نہ کرے۔ (حاشیہ)

: اگر دو وارث قاضی کے ہاں حاضر ہوئے اور دونوں نے اس پر گواہ گزار دیے کہ ہمارا

مورث مر گیا ہے اور اس کے ہم تین ہی وارث ہیں دو ہم یہاں حاضر ہیں اور تیسرا یہاں نہیں ہے اور ایک مکان ان کے قبضہ میں ہے (جسے یہ تقسیم کرانا چاہتے ہیں) تو قاضی ان حاضرین کی درخواست پر اسے تقسیم کر دے اور جو وارث موجود نہیں ہے اس کی طرف سے ایک وکیل مقرر کر دے کہ وہ اس کے حصہ پر قبضہ کرے (اور اس کا خبر گیراں رہے) اور اگر وہ مشتری ہیں (یعنی انہوں نے کسی مکان کے خریدنے پر گواہ گذارے ہیں) تو ان میں سے ایک کے غیر حاضر ہونے پر اس مکان کو تقسیم نہ کیا جائے۔

اگر کوئی زمین یا کوئی مکان کسی غیر موجود وارث کے قبضہ میں ہے (اور موجود) وارث اسے تقسیم کرانا چاہتے ہیں تو وہ تقسیم نہ کیا جائے (جب تک کہ وہ غیر موجود وارث حاضر نہ ہو جائے اگر چہ یہ اپنے وارث ہونے پر گواہ بھی گذاریں) اور اگر ایک ہی شہر میں بہت سے مکانات مشترک ہیں (برابر ہے کہ ملے ہوئے ہوں یا متفرق ہوں) تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق ان کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا جائے (اور ہر ایک کا حصہ ایک ہی مکان میں نہ جمع کر دیا جائے ہاں اگر سب حصہ دار اس طرح تقسیم ہونے پر رضامند ہو جائیں)۔

صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ شرکاء کی بہتری مجموعہ کی تقسیم میں ہو تو اس طرح تقسیم کر دے اور اگر (ورثہ) ایک مکان اور زمین ہے یا ایک مکان اور ایک دوکان ہے تو انہیں علیحدہ علیحدہ تقسیم کیا جائے۔

تقسیم کرانے والوں کو چاہیے کہ جس چیز کو تقسیم کریں اس کو لکھ لیں (یعنی علیحدہ علیحدہ کاغذوں پر یہ لکھ لیں کہ اتنا حصہ فلاں نے کا ہے اور اتنا فلانے کا) اور برابر (حصہ رسد) تقسیم کریں اور گز سے پیمائش کر لیں اور عمارت کی قیمت ٹھہرا لیں اور ہر ایک کا حصہ مع اس کے رستہ اور موری کے دوسرے کے حصہ سے علیحدہ کر دیں تاکہ ہر ایک کے حصہ کو دوسرے کے حصہ سے کچھ تعلق نہ رہے اور ان کے نام لکھ کر قرعے بنائیں اور (جس قدر حصے ہوں) ہر حصہ کو پہلا دوسرا تیسرا مقرر کر لیں پھر قرعہ نکالیں پس جس حصہ دار کا نام پہلے نکل آئے اس کا پہلا حصہ دے دیں اور جس کا نام دوسرے نمبر پر نکلے اسے دوسرا حصہ (اور آگے اسی طرح کرتے چلے جائیں) اور اس تقسیم میں حصہ داروں کے رضامند ہوئے بغیر درہم اور دینار (یعنی روپیہ اور

اشرفیاں) داخل نہ ہوں گے (ان کی تقسیم علیحدہ ہوگی) پس اگر ایک مکان حصہ داروں میں تقسیم
کر دیا جائے (اور اتفاق سے) ایک موری یا راستہ دوسرے کی ملک میں رہا تو اگر یہ راستہ اور
موری پھر سکتی ہے تو اسے دوسرے کی ملک (اور اس) کے حصہ میں رستہ یا موری نکالنی جائز نہیں
ہے اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو یہ تقسیم ٹوٹ جائے گی۔

اگر کوئی مکان ایسا ہے کہ اس پر بالا خانہ نہیں ہے یا بالا خانہ ہے نیچے کا درجہ نہیں ہے یا
نیچے کا مکان ہے اور اوپر کا بالا خانہ بھی ہے تو ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ قیمت ٹھہرائی
جائے اور قیمت ہی سے تقسیم کر دیا جائے یہ قیمت کیے اور کسی طرح اس کو تقسیم کرنے کا اعتبار
نہ کیا جائے گا۔

فائدہ۔ یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور مکان میں اوپر بالا خانہ نہ ہونے سے یہ مراد
ہے کہ مثلاً نیچے کا حصہ دو آدمیوں کا مشترک ہے اور اس کا بالا خانہ تیسرے کا ہے اسی طرح اس
سے کہ بالا خانہ ہے اور نیچے کا درجہ نہیں ہے یہ مراد ہے کہ بالا خانہ تو مشترک ہے اور نیچے کا درجہ
اور کا ہے علیٰ ہذا القیاس نیچے اوپر مکان ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے دونوں حصے مشترک ہیں
اس میں صاحبینؒ کا قول یہ ہے کہ اسے گز سے پیمائش کر کے تقسیم کر دیا جائے لیکن اس پر فتویٰ نہیں
ہے۔ جوہرۂ نیرہ۔

ترجمہ: اگر تقسیم ہونے کے بعد وارثوں میں جھگڑا ہو جائے اور دو قسم کرنے والے (کسی امر
کی) گواہی دیں تو ان کی گواہی سنی جائے گی (یعنی ان کی گواہی پر ان کا فیصلہ کر دیا جائے گا)
اور اگر دو حصہ داروں میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ تقسیم غلط ہوگئی ہے اور میرا کچھ حصہ
دوسرے حصہ دار کے قبضہ میں ہے اور حالانکہ پہلے یہ اپنا حصہ وصول کرنے کا اقرار کر چکا تھا تو
بغیر گواہوں کے اس کے کہنے کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

اگر کسی حصہ دار نے پہلے تو کہہ دیا کہ میں اپنا حصہ پورا لے چکا ہوں پھر کہا کہ میں
نے کچھ حصہ لیا ہے ابھی پورا نہیں لیا تو اس صورت میں مدعا علیہ سے قسم لے کر اس کے قول کا
اعتبار کر لیا جائے گا اور اگر اس نے اپنا پورا حصہ لینے کا اقرار کرنے سے پہلے یہ کہا کہ میرا حصہ
فلاں جگہ تک ہے وہاں تک میرے حصہ دار نے مجھے نہیں دیا اور اس کا شریک (مدعا علیہ) اسے

جھوٹا ہوتا ہے تو یہ دونوں قسم کھانیں اور یہ تقسیم توڑ دی جائے اور اگر (ایک مکان دو حصہ داروں میں تقسیم ہو چکا تھا بعد میں) اس میں خاص ایک کے حصہ میں کوئی دوسرا حصہ دار داخل آیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ قسم نہ ٹوٹے گی اور یہ حصہ دار اپنے شریک کے حصہ میں سے حصہ رسد لے لے اور امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ قسم ٹوٹ جائے گی (اور امام محمدؒ اس مسئلہ میں امام صاحبؒ کے موافق ہیں)

کتاب الاکراہ

مجبور کرنے کا بیان

ترجمہ: مجبوری کا حکم اس وقت ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی کو دھمکی دے اور وہ اس کے وقوع کر دینے پر بھی قادر ہو جیسا ہے کہ بادشاہ ہو یا چور ہو اور جب کسی نے کسی کو اس کا مال فروخت کرنے یا کچھ اسباب خریدنے پر یا اس پر مجبور کیا کہ تو فلاں شخص کے لیے (اپنے ذمہ) ایک ہزار روپیہ ہونے کا اقرار کر لے یا اپنا مکان کرایہ پر دے دے اور اس کے نہ کرنے پر قتل کر دینے یا سخت مار مارنے یا قید کرنے کی دھمکی دی۔ اور اس دھمکی کی وجہ سے اس نے اپنا مال بیچ دیا یا اس کا اسباب خرید لیا تو بعد میں اسے اختیار ہو گا کہ چاہے اس بیع کو توڑ دے اور بیع واپس کر دے اور چاہے قائم رکھے اور اگر اس نے اپنے مال کی قیمت خوشی سے لے لی ہے تو اس نے بیع کی گویا اجازت دے دی ہے (یعنی خوشی سے قیمت لے لینا بیع کی اجازت دے دینا اور اس پر رضامند ہو جانا ہے) اور اگر اس نے قیمت مجبور ہو کر لی تھی تو (بیع میں اس کی اجازت نہ ہو گی) اگر قیمت اس کے پاس ہے تو اس کا واپس کر دینا اس پر واجب ہے اور اگر مشتری کے پاس مبیع ہلاک ہو گئی اور وہ (یعنی مشتری) مجبور نہیں کیا گیا تھا تو وہ اس مبیع کی قیمت کا (بائع کے لیے) ضامن ہو گا اور جسے مجبور کیا گیا ہو وہ (یعنی مثلاً بائع) اگر چاہے تو مجبور کرنے والے سے ضمان (کے طور پر اپنی چیز کی قیمت) لے لے (اور مشتری سے نہ لے) اور اگر کسی کو مردار کھانے یا شراب پینے پر مجبور کیا گیا اور اس پر قید کرنے یا مارنے وغیرہ کی دھمکی دی گئی تو یہ

کھانا پینا اسے حلال نہیں ہے ہاں اگر ایسی دھمکی دی گئی ہو کہ جس سے اسے اپنی جان جانے یا کوئی عضو کٹ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے اندیشے کے وقت اس کو جائز ہے کہ جس پر اسے مجبور کیا گیا ہو اسے کر گذرے اور اس دھمکی پر اسے صبر کرنا جائز نہیں ہے پس اگر اس نے صبر کیا اور وہ حرام چیز نہ کھائی یہاں تک کہ دھمکی دینے والے اس پر واردات کر گئے (یعنی اسے قتل کر دیا یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا) تو یہ گنہگار ہوگا۔

فائدہ: وجہ گنہگار ہونے کی یہ ہے کہ جب مجبوری کی حالت میں حرام چیز مباح ہو گئی تو اب اس مباح سے رکنا اپنی جان ہلاک کرنے میں دوسروں کی اعانت کرنا ہے اور اس میں اعانت کرنا حرام ہے پس اس حرام فعل کے مرتکب ہونے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا۔ (حاشیہ)

دھمکی میں کلمہ کفر کہنے کا حکم ✽ ترجمہ: اگر کسی کو مارنے یا قید کرنے کی دھمکی دے کر اللہ کا انکار کرنے یا نبی ﷺ کو برا کہنے پر مجبور کیا گیا تو یہ مجبوری نہ ہوگی جب تک کہ ایسی دھمکی نہ دے کہ جس سے اس کو اپنی جان جانے یا کوئی عضو تلف ہونے کا اندیشہ ہو جس وقت اسے یہ اندیشہ ہو تو اسے یہ اجازت ہے کہ جو کچھ وہ کہلاتے ہیں توریہ کر کے زبان سے کہہ دے۔

فائدہ: توریہ کے یہ معنی ہیں کہ جو بات دل میں ہو اس کے خلاف ظاہر کرے اور یہاں اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ دل میں تو ایمان ہو اور زبان سے کفر کا کلمہ نکال دے اور دوسری یہ کہ ایسا لفظ بول دے کہ دو معنی ہوں۔ کذا فی العنایہ۔

ترجمہ: پس اگر اس نے زبان سے کلمہ کفر ظاہر کر دیا اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے تو اسے گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے صبر کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا تو اسے اس کا اجر ملے گا۔

دھمکی میں آ کر مسلمان کو قتل کرنے کا حکم ✽ اور اگر کسی مسلمان کا مال تلف کرنے پر کسی کو ایسی دھمکی دے کر مجبور کیا گیا کہ جس سے اسے اپنی جان جانے یا کوئی عضو بیکار ہونے کا ڈر ہے تو اس کو ایسا کر لینا (یعنی مسلمان کا مال تلف کر دینا) جائز ہے اور مال والا مجبور کرنے والے سے تاوان لے اور اگر کسی کو قتل کرنے کی دھمکی دے کر اسے دوسرے کے قتل کرنے پر مجبور کیا (یعنی یہ کہا کہ اگر تو اسے قتل نہ کرے گا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے) تو اس کو اس پر پیش قدمی

فی جمع الاخبر

ترجمہ: اگر دشمن کسی شہر پر چڑھ آئے تو اس کا دفع کرنا سب مسلمانوں پر واجب ہے ایسے موقع پر عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر جہاد میں چلے جائیں۔

جہاد کا اسلامی طریقہ ﷺ اور جب مسلمان دارالحرب میں پہنچ کر کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کر لیں تو پہلے انہیں دعوت اسلام دیں اگر وہ مان لیں تو ان سے جہاد کرنا موقوف کر دیں اور اگر نہ مانیں تو ان سے جزیہ (یعنی خراج) طلب کریں اگر وہ جزیہ دے دیں (یعنی جزیہ دینا قبول کر لیں) تو ان کے واسطے بھی وہی ہے کہ جو مسلمان کے واسطے ہے کہ ان کے جان و مال کی بھی حفاظت کی جائے گی اور جو مسلمان پر (تاوان وغیرہ) ہوگا وہی ان پر بھی ہوگا اور ان لوگوں سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے کہ جنہیں ابھی تک دعوت اسلام نہ پہنچی ہو ہاں انہیں اسلام کی دعوت دینے کے بعد جائز ہے اور انہیں ایک بار اسلام کی دعوت دی گئی تو انہیں پھر دوبارہ اسلام کی طرف بلانا مستحب ہے اور یہ واجب نہیں ہے پس اگر وہ انکار کریں تو مسلمان اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگ کے لڑائی شروع کر دیں اور ان پر جنگی ہتھیار لگا دیں اور انہیں آگ میں جلا دیں (یعنی ان کے گھر اور اسباب وغیرہ کو) اور ان پر پانی چھوڑ دیں یعنی (انہیں غرق کر دیں) اور ان کے درختوں کو کاٹ ڈالیں (اگرچہ پھل دار ہوں) اور کھیتیاں اجاڑ دیں اور ان پر تیر مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ ان کے ہاں کوئی مسلمان قید میں ہو یا تجارت کرنے گیا ہو۔

جہاد کے متفرق مسائل ﷺ اور اگر وہ مسلمانوں کے بچوں کو یا قیدیوں کو ڈھال کی طرح اپنے آگے کر لیں تب بھی ان کے تیر مارنے سے نہ رکیں اور تیر کافروں ہی کا قصد کر کے مارے مسلمانوں کو نہ ماریں۔

جب لشکر کی جمعیت زیادہ قابل اطمینان ہو تو مسلمانوں کو اپنے ساتھ عورتوں اور قرآن شریف کو جہاد میں لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر تھوڑا لشکر ہے قابل اطمینان نہیں ہے تو ان کو ان کا لے جانا مکروہ ہے اور عورت بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے اور غلام بغیر اپنے آقا کی اجازت کے جہاد نہ کرے ہاں اگر غنیم یکایک چڑھ آئے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ دغا نہ کریں نہ خیانت کریں نہ مثلہ کریں اور نہ عورت کو قتل کریں نہ بچے کو نہ بوڑھے کو نہ اندھے کو نہ اپاہج کو ہاں اگر ان میں سے کوئی ایسا ہو کہ جنگی معاملات میں رائے دیتا ہو یا عورت ملکہ ہو (تو ان کو بھی قتل کر دیں) اور دیوانے کو قتل نہ کریں اور اگر حاکم (لشکر) اہل حرب سے یا ان میں سے کسی فریق سے صلح کرنے میں کوئی مصلحت سمجھے اور اس میں عام مسلمانوں کی بہتری ہو تو ایسے وقت صلح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے پس اگر ایک معین مدت تک کے لیے صلح کر لی تھی پھر یہ خیال ہوا کہ صلح توڑ دینے میں زیادہ فائدہ ہے تو پہلے انہیں اطلاع کر دیں کہ اب ہمیں صلح منظور نہیں ہے اور بعد اس کے ان سے جہاد کریں اور اگر پہلے انہوں ہی نے کچھ خیانت کر دی تو اگر یہ خیانت ان سب کے اتفاق سے ہے تو اب بلا اطلاع ہی ان سے جنگ شروع کر دیں۔

جب ان کے غلام بھاگ کر مسلمانوں کے لشکر میں آ جائیں تو وہ آزاد ہو جائیں گے اور لشکر (اسلام) کو دار الحرب میں اپنی سواریوں کو وہاں کا چارہ وغیرہ کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہاں جو کھانے ملے کھا لیں اور ایندھن جلائیں اور تیل کو کام میں لائیں اور جو ہتھیار و مال ہاتھ لگیں ان سے جہاد کریں ان چیزوں کو تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان میں سے کسی چیز کو بیچنا اور نہ اپنے لیے ذخیرہ کر لینا جائز ہے اور اگر ان (کفار) میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو اس کے اسلام کی وجہ سے اس کی جان اور اس کی چھوٹی اولاد اور اس کا مال جو کسی مسلمان یا ذمی کے پاس امانت ہو وہ سب محفوظ ہو جائے گا (یعنی یہ غنیمت میں شمار نہ ہوگا) پھر اگر مسلمان اس کے سارے گھر ہی پر غالب آ جائیں گے تو اس نومسلم کی زمین اس کا اسباب اور اس شخص کی بیوی اور اس کی بڑی اولاد سب مال غنیمت میں شمار ہوں گے اور کفار کے ہاتھ ہتھیار بیچنا جائز نہیں ہے اور نہ ان کے ہاں تجارتی اسباب لے جائیں (یعنی ہتھیار وغیرہ کہ جس سے ان کو جنگ کرنے کی قوت ہو) اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان کے قیدیوں کو اپنے قیدیوں کے عوض میں رہا کرنا جائز نہیں ہے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ مسلمان قیدیوں کے عوض میں رہا کر دینا جائز ہے اور ان پر احسان کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

فائدہ: یعنی ان پر یہ احسان کرنا کہ بلا انعام بنائے یا قتل کیے ان کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے یہ

جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی ہو اور امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ اس کا حصہ لگانا درست ہے (خواہ اس کے آقا نے اجازت دی ہو یا نہ دی ہو)

اور (مثلاً) جب ترکی (کفار) روم (کے کفار) پر غالب آجائیں اور ان کو قید کرلیں اور ان کا مال لے لیں تو وہ اس کے مالک ہوجائیں گے اور اگر (پھر) ہم ترکیوں پر غالب آجائیں تو جو کچھ ہمیں اس میں سے ملے وہ ہمارے لیے حلال ہے (یعنی پھر روم کے کافروں کا اس سے کچھ تعلق نہ رہے گا بلکہ اس کے مالک مسلمان ہوجائیں گے) اور اگر کفار ہم پر غالب آجائیں اور ہمارا مال لے کر وہ دارالحرب میں لے جائیں تو اس کے وہ مالک ہوجائیں گے (یعنی وہ مسلمانوں کی ملک سے نکل جائے گا) اور اگر اس کے بعد پھر مسلمان ان پر غالب آگئے اور ان کا مال تقسیم ہونے سے پہلے انہیں مل گیا تو وہ مال بغیر کسی عوض کے ان ہی کا ہے (یعنی جس جس کا جو مال ہو وہ بغیر کسی عوض کے اپنے مسلمانوں سے لے لے گا) اور اگر انہیں وہ مال تقسیم ہونے کے بعد ملا ہے تو اب اگر اسے لینا چاہیں تو غازیوں کو اس کی قیمت دے کر لیں اور اگر کوئی سوداگر دارالحرب میں گیا اور اس نے وہ مال خرید لیا (جو اصل میں مسلمانوں کا تھا اور کفار اس پر غالب آگئے تھے) پھر وہ سوداگر اسے دارالاسلام میں لے آیا تو اس کے پہلے مالک کو (یعنی اس مسلمان کو جو پہلے مالک تھا) اختیار ہے کہ چاہے اس کی قیمت دے کر لے لے کہ جس قیمت سے اس سوداگر نے خریدا ہے اور چاہے نہ لے اور کفار ہم پر غالب آکر ہمارے مدبروں اور مکاتبوں اور ام ولدوں اور آزادوں کے مالک نہیں ہوتے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ غلبہ ہونے سے ملکیت اس وقت ثابت ہوتی ہے کہ جب کسی مباح مال پر غلبہ ہو اور آزاد آدمی مباح مال نہیں ہوتا بلکہ وہ آزاد ہونے کی وجہ سے معصوم ہوتا ہے اس لیے وہ غلام نہیں ہوسکتا اور اسی طرح مکاتب اور ام ولد وغیرہ میں بھی ایک قسم کی آزادی ہوتی ہے جو ان کے غلام نہ ہونے کا باعث ہے۔ مجمع الانہر۔

ترجمہ: اور ہم ان کی ان سب چیزوں کے مالک ہوجاتے ہیں۔

فائدہ: یعنی ان کے مکاتب وغیرہ ہمارے لیے مباح ہیں تو اس صورت میں مباح مال پر غلبہ ہوتا ہے جو ملکیت کا سبب ہے جیسے اگر کافر بادشاہ نے اپنے آزاد آدمیوں میں سے ایک

آدمی تحفۃً کسی مسلمان کو دے دیا تو یہ مسلمان اس کا مالک ہو جائے گا اگرچہ وہ اس کا کچھ قرابت دار ہو۔ کنزالدقائق۔

ترجمہ: اگر کسی مسلمان کا غلام بھاگ کر دارالحرب میں چلا گیا اور اسے وہاں کے کافروں نے پکڑ لیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اس کے مالک نہیں ہوں گے اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ وہ مالک ہو جائیں گے اگر (مسلمانوں کا) کوئی اونٹ بھاگ کے کافروں کے ہاں چلا گیا اور اسے انہوں نے پکڑ لیا تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے۔

اور جب دارالحرب سے غنائم ہاتھ آ گئیں اور (امام کے پاس) کوئی ایسی سواری نہ ہو کہ جس پر (ان) غنائم کو لاد کے (دارالاسلام) میں لائے تو انہیں امانت کے طور پر غازیوں میں تقسیم کر دے (یعنی تقسیم کر کے اعتماد سے دے) تاکہ وہ انہیں دارالاسلام میں لے آئیں پھر ان سے لے کر انہیں تقسیم کر دے اور غنائم کو تقسیم ہونے سے پہلے دارالحرب میں بیچ دینا جائز نہیں ہے اگر غازیوں میں سے کوئی دارالحرب میں مر گیا تو غنیمت میں اس کا کوئی حق نہ ہوگا اور اگر غنائم کو دارالاسلام میں لے آنے کے بعد کوئی غازی مر گیا ہے تو اس کا حصہ ہوگا اور وہ اس کے وارثوں کو ملے گا۔ اگر جنگ کے وقت امام کسی کو کچھ انعام دے دے یعنی انعام کا وعدہ کرے غازیوں کا دل بڑھانے کے لئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً یوں کہے کہ جو شخص کسی کو قتل کرے گا تو اس مقتول کا اسباب اسی کو دے دیا جائے گا یا چھوٹے لشکر سے یوں کہے کہ خمس نکالنے کے بعد غنیمت کی ایک چوتھائی میں نے تمہارے لئے کر دی ہے اور غنیمت کو جمع کرنے کے بعد انعام کے طور پر نہ دے اور اگر دے تو خمس میں سے دے اور اگر امام نے مقتول کا اسباب قاتل کو دینے کا وعدہ نہیں کیا تو وہ اسباب بھی غنیمت میں شامل کیا جائے اس میں قاتل اور غیر قاتل سب برابر ہیں اور مقتول کے اسباب سے مراد اس کی سواری اور اس کے بدن کے کپڑے اور ہتھیار ہیں اور جب مسلمان دارالحرب سے چلے آئیں تو اب انہیں غنیمت میں سے خرچ کرنا جائز نہیں ہے نہ تو اس میں سے اپنے جانوروں کو کھلائیں نہ خود کھائیں اگر کسی کے پاس کچھ چارہ یا کھانا بچ جائے تو اسے غنیمت میں شامل کر دیں اور پھر غنیمت کو امام اس طرح تقسیم کرے کہ پہلے خمس نکال لے اور باقی چار خمس کو غازیوں میں تقسیم کر دے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سوار کے دو حصے ہیں اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین کے نزدیک سوار کے تین حصے ہیں اور حصہ فقط ایک ہی گھوڑے کا ہوتا ہے (یعنی اگر کسی کے پاس دو یا تین گھوڑے ہوں تو ان کے الگ الگ حصے نہیں ہوں گے) اور (حصوں کے ملنے میں) دیسی اور عربی گھوڑے برابر ہیں اور بارکش اور خچروں کا حصہ نہیں لگایا جائے گا (کیونکہ نہ ان پر سوار ہو کے جنگ ہوتی ہے نہ یہ بھاگ دوڑ کے کام میں آتے ہیں) اور اگر کوئی دارالحرب میں گھوڑا لے کر گیا تھا پھر اس کا گھوڑا مر گیا تو وہ سوار کے حصہ کا مستحق ہوگا (یعنی اسے دو حصے ملیں گے) اور اگر کوئی پیدل گیا۔ پھر وہاں اس نے گھوڑا خرید لیا تو وہ پیدل کے حصہ کا مستحق ہوگا۔ غلام، عورت، ذمی اور لڑکے کا حصہ نہ لگایا جائے ہاں امام کچھ مناسب سمجھ کر انہیں دے دے۔

<u>مالِ خمس کے احکام</u> ✱ اور رہا خمس (جو پہلے نکال لیا گیا تھا) سو اس کے تین حصے کیے جائیں ایک حصہ یتیموں کا۔ ایک حصہ مسکینوں کا۔ ایک مسافروں کا اور ذوی القربیٰ اگر تنگ دست ہوں تو وہ بھی انہیں میں داخل ہوں گے اور ان سے مقدم سمجھے جائیں گے۔

فائدہ: ذوی القربیٰ سے مراد آنحضرت ﷺ کے قرابت دار ہیں ان کے مقدم ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اللہ پاک نے آیت میں ان کو مقدم رکھا ہے چنانچہ فرمایا:

﴿ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ﴾ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ

ترجمہ: اور ذوی القربیٰ کے مالدار آدمیوں کو خمس میں سے نہ دیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں جو خمس میں اپنا حصہ ہونا ذکر کیا ہے تو وہ شروع کلام میں اللہ کے نام سے محض تبرک حاصل کرنے کے لیے مذکور ہے (اس سے واقعی حصہ ہونا مراد نہیں ہے) اور نبی ﷺ کا حصہ آپ کی وفات ہونے کی وجہ سے ساقط ہو گیا ہے جیسا کہ صفی اور ذوی القربیٰ کا حصہ ساقط ہو گیا ہے۔

فائدہ: خمس کے اللہ نے پانچ حصے کیے ہیں چنانچہ فرمایا:

﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ﴾

اور اب خمس کے چونکہ تین مقدار ہیں اس لیے مصنف نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ اور صفی اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ اپنے لیے پسند کر لیتے تھے خواہ زرہ ہو یا تلوار ہو یا لونڈی ہو۔ (حاشیہ)

ترجمہ: ذوی القربیٰ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نصرت کی وجہ سے مستحق ہوتے تھے اور آپ کے بعد فقر (اور تنگدستی) کی وجہ سے مستحق ہوتے ہیں اور جب ایک یا دو آدمی امام کی اجازت بغیر لوٹ مار کرنے دار الحرب گئے اور وہاں سے کچھ لے آئے تو اس میں سے خمس نہ لیا جائے اور اگر چند ذی قوت اور شوکت والے جائیں اور کچھ لے آئیں تو اس میں سے خمس لیا جائے۔ اگرچہ امام نے انہیں اجازت نہ دی ہو۔

فائدہ: یعنی اگرچہ امام اور اپنے افسر کی اجازت سے نہ گئے ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ یہ لائے ہیں یہ غلبہ اور قہر کے طور پر یعنی زبردستی لائے ہیں چوری سے یا چھین جھپٹ کر نہیں لائے اس لیے یہ غنیمت ہے اور غنیمت میں خمس ہوتا ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: جب کوئی مسلمان تجارت کرنے دار الحرب میں گیا تو اسے وہاں کے کفار کا کچھ مال لینا یا خون کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور اگر اس نے ان کے ساتھ بے وفائی کر کے ان کی کوئی چیز لے لی تو یہ ممنوع طریقہ پر اس کا مالک ہو جائے گا اور اسے حکم دیا جائے کہ یہ اسے صدقہ کر دے (اپنے کام میں نہ لائے) اور جب کوئی حربی (یعنی دار الحرب کا کافر) امن لے کر دار الاسلام میں آئے تو اسے دار الاسلام میں ایک سال نہ ٹھہرنے دیں اس سے امام کہہ دے کہ اگر تو سال بھر یہاں رہے گا تو تجھ پر میں جزیہ مقرر کر دوں گا پس اگر وہ سال بھر تک رہے تو اس سے جزیہ لیا جائے اور وہ ذمی ہو جائے گا پھر اسے دار الحرب نہ جانے دیں اور اگر وہ دار الحرب چلا جائے اور کسی مسلمان یا ذمی کے پاس کچھ امانت چھوڑ جائے یا ان کے ذمہ (اس کا) کچھ قرض ہو تو اب اس کے واپس چلے جانے کی وجہ سے اس کو قتل کرنا مباح ہو جائے گا اور جو کچھ اس کا مال دار الاسلام میں ہوگا وہ (محل) خطر میں ہوگا پس اگر (اس کے دار الحرب چلے جانے کے بعد) یہ قید ہو گیا یا اس دار الحرب کو مسلمانوں نے فتح کر لیا اور یہ قتل کر دیا گیا تو اس کا قرض جاتا رہے گا اور وہ امانت (جو اس نے کسی مسلمان یا ذمی کے پاس رکھی تھی) فے ہو جائے

کی جو حق غازیوں کے لیے مخصوص تھی ہو گئی)

اگر مسلمانوں نے اہل حرب پر صلح کر کے غلبہ کیا ان سے مال چھین لیا تو وہ مسلمانوں کی بہتری میں خرچ کیا جائے جیسا کہ خراج خرچ کیا جاتا ہے۔

کتاب العشر والخراج

عرب کی کل زمین عشری ہے اور اس کی حد عذیب سے لے کر (جو کوفہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے) انتہائے حجر یمن تک ہے اور مہرہ سے لے کر مشارق شام کی حد تک اور سواد (عراق) کی کل زمین خراجی ہے اور وہ عذیب سے لے کر عقبہ حلوان تک ہے اور علث سے لے کر عبادان تک اور سواد (عراق) کی زمین وہاں کے باشندوں کی ملک ہے جس میں ان کا بیع کرنا اور اس میں تصرف کرنا جائز ہے۔

جس زمین کے باشندے مسلمان ہو جائیں یا جنگ کر کے فتح کر لی جائے اور غازیوں میں تقسیم کر دی جائے تو وہ زمین عشری ہے اور اگر کوئی زمین جنگ کے ذریعے فتح کر لی جائے پھر وہاں اس کے باشندوں ہی کو برقرار رکھا جائے تو وہ زمین خراجی ہے۔

خراجی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابتداءً کافر پر کچھ مقرر کر دینا ضروری ہے اور خراج اس کے زیادہ مناسب ہے اور یہ حکم نہری زمینوں کا ہے باقی جو زمینیں نہری نہ ہوں بلکہ بارانی ہوں تو وہ سب عشری ہوتی ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے "ما سقته السماء ففیه العشر" یعنی بارش کی زمین عشری ہے اور بارانی زمین بھی بارانی کے حکم میں ہے یہ بات جو ہم نے کہی ہے اور واضح رہے کہ مصنف رحمہ اللہ نے خراجی زمین ہونا مطلقاً کہہ دیا ہے اور بعض حضرات نے اس سے مکہ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے کیونکہ مکہ جنگ ہی کے ذریعہ فتح ہوا تھا اور وہاں اس کے باشندوں ہی کو آباد رکھا گیا لیکن آنحضرت ﷺ نے وہاں کی زمینوں پر خراج مقرر نہیں کیا لہذا یہ آنحضرت ﷺ کے خراج مقرر نہ کرنے کی وجہ سے مخصوص ہو کر وہاں کی زمین عشری ہی رہی۔ کذا فی مجمع الانہر وغیرہ۔

اگر کسی نے بنجر زمین بھی آباد کر لی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس (کے نفاذ

وغیرہ) کا اعتبار اس کے برابر کی زمین سے کیا جائے گا اگر اس کے برابر کی زمین خراجی ہے تو یہ بھی خراجی ہوگی اور اگر وہ عشری ہے تو یہ بھی عشری ہوگی اور بصرہ ہمارے نزدیک باجماع تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے عشری ہے اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر وہاں کی زمین میں کوئی کنواں کھود کر یا چشمہ نکال کر ان کے پانی سے چلتی کی ہے یا دجلہ یا فرات یا ایسی بڑی نہروں سے چلتی کی ہے کہ جو کسی کی ملک نہیں ہیں تو وہ زمین عشری ہے اور اگر ایسی نہروں کے پانی سے چلتی کی ہے کہ جس کو مجوسیوں نے کھودا ہے مثلاً نہر ملک اور نہر یزد جرد تو یہ زمین خراجی ہوگی اور خراج وہی (معتبر) ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (عراق پر) مقرر کیا تھا یعنی ایک جگہ پر کہ جسے پانی پہنچتا ہو اور زراعت کے قابل ہو ایک قفیز ہاشمی ہے اور وہ ایک صاع اور ایک درہم (شرعی) ہوتا ہے اور ترکاریوں میں ایک جگہ پر پانچ درہم ہیں اور جہاں انگور اور خرمے کے درخت گھنے ہوں وہاں ایک جگہ پر دس درہم ہیں اور ان کے سوا جو اور قسم کی زمینیں ہوں ان پر ان کے مناسب مقرر کر دیا جائے اور جو کچھ ان پر مقرر کیا گیا ہو وہ ان کے مناسب نہ ہو (یعنی اس کی پیداوار میں اس قدر گنجائش نہ ہو) تو امام اسے کم کر دے اور اگر خراجی زمین پر پانی چڑھ آئے (یعنی پانی چڑھ آنے کی وجہ سے بالکل پیداوار ہی نہ ہو) یا بالکل ہی خشک سالی ہو جائے یا کوئی آفت کھیتی کا بالکل بیج مار دے تو ان کاشت کاروں پر خراج نہ ہوگا۔

اگر کوئی کاشت کار زمین کو بیکار ڈالے رکھے تو اس پر خراج واجب ہے اگر کوئی خراج ادا کرنے والوں میں سے مسلمان ہو جائے تو اب سے اسی طرح خراج لیا جائے (یعنی جیسا کہ اس سے کفر کی حالت میں لیا جاتا تھا) اور ذمی سے خراجی زمین مسلمانوں کو خریدنی جائز ہے اور اس سے خراج ہی لیا جائے اور خراجی زمین کی پیداوار میں عشر نہیں ہے۔

كتابُ الجزية

جزیہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جو (اہل اسلام اور کفار کی) باہمی رضامندی اور صلح سے مقرر کیا جائے یعنی جس مقدار پر جانبین کا اتفاق ہو جائے وہی مقرر کر دیا جائے دوسری قسم وہ ہے کہ جب امام (یعنی سلطان بادشاہ) کفار پر غالب آئے اور (ان کے ملک کو فتح کرے)

ان کی ملکیتیں ان کے ہاتھوں ہی کے قبضہ میں دے کر خود ان پر جزیہ مقرر کر دے تو مالدار پر ہر سال کے اڑتالیس درہم مقرر کر دے۔ اس سے ہر مہینے چار درہم وصول کئے جائیں اور وسط درجہ کے لوگوں پر چوبیس درہم (سالانہ) ان سے ہر مہینے (فی کس) دو درہم لئے جائیں اور جو تنگ دست مزدوری کرتے ہوں ان پر بارہ درہم سالانہ ان سے ہر مہینے فی کس ایک درہم وصول کیا جائے اور جزیہ اہل کتاب اور آتش پرست اور عجم کے بت پرستوں پر مقرر کیا جائے اور عرب کے بت پرستوں پر مقرر نہ کیا جائے اور نہ مرتدوں پر (کیونکہ ان کو مار ڈالنے کا حکم ہے) ان سے کسی حال میں صلح نہیں ہو سکتی اور نہ جزیہ عورت پر ہے نہ لڑکے پر نہ اپاہج پر نہ بیکار تنگدست پر نہ ان راہبوں پر جو لوگوں سے نہ ملتے جلتے ہوں اگر کسی کے ذمہ جزیہ تھا اور وہ مسلمان ہو گیا تو وہ جزیہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

فائدہ: کیونکہ جزیہ بطور عقوبت کے واجب ہوتا ہے اور اسلام کی وجہ سے وہ عقوبت جاتی رہتی ہے اس لئے جزیہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ (محشی)

ترجمہ: اگر کسی پر دو سال کا جزیہ جمع ہو جائے تو ان میں تداخل ہو جائے گا۔

فائدہ: تداخل کے یہ معنی ہیں کہ ایک جزیہ دوسرے میں داخل ہو جائے گا اور ایک ہی پر اقتصار کر لیا جائے گا اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے سال میں اس پر ایک جزیہ واجب ہو گیا اور اس سے نہ لیا گیا یہاں تک کہ دوسرا سال ہو گیا اور دوسرا جزیہ بھی واجب ہو گیا تو اس پر ایک قسم کی دو عقوبتیں واجب ہوئیں اور جہاں ایک قسم کی دو عقوبتیں بھی واجب ہوتی ہیں وہاں ایک پر اقتصار کرنا واجب ہے جیسے حدود میں۔ اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ تداخل نہیں ہوگا اور دونوں جزیے لئے جائیں گے کیونکہ یہ مالی حق ہے جیسے قرض اور خراج اور کسی کی مزدوری ہوتی ہے اور اگر پورا سال ہونے کے بعد یا کچھ دن گزرنے کے بعد وہ مر جائے تو تینوں اماموں کے نزدیک جزیہ وصول کیا جائے گا۔ كذا في الجوهرة النيرة.

ترجمہ: اور دار الاسلام میں یہود و نصاریٰ کو اپنا جدید عبادت خانہ بنانا جائز نہیں اگر پرانا ٹوٹ جائے تو اس کو دوبارہ بنا سکتے ہیں اور جو ذمی دار الاسلام میں رہتے ہوں ان سے یہ عہد لے لیا جائے کہ ان میں اور مسلمانوں میں تمیز ہونے کے لیے وہ اپنے لباس میں اور سواریوں

میں اور زینوں میں اور ٹوپیوں میں کوئی نشان رکھیں (کہ جس سے یہ ذمی معلوم ہو جایا کریں)
اگر کسی نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا یا کسی مسلمان کو قتل کر دیا یا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی شان
میں کچھ گستاخی کر دی یا کسی مسلمان عورت سے زنا کر لیا تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا (یعنی وہ ذمی
ہونے کے حکم سے نہیں نکلے گا)

عہد صرف اس سے ٹوٹتا ہے کہ کوئی دار الحرب میں چلا جائے یا چند آدمی (باغی ہو کر)
کسی موضع پر غلبہ کر کے ہم سے لڑنے کو تیار ہو جائیں اور جب کوئی مسلمان اسلام سے پھر
جائے یعنی مرتد ہو جائے تو اسے اسلام کی ہدایت کی جائے اگر اس کو کسی قسم کا شبہ ہو تو اسے (شافی
جواب دے کر) رفع کر دیا جائے (اور اگر پھر بھی مسلمان نہ ہو تو) اسے تین دن قید میں رکھا
جائے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے پس اگر (دوبارہ) اسلام کی ہدایت
کرنے سے پہلے ہی کسی نے اسے قتل کر دیا تو اس نے برا کیا اور اس قاتل کے ذمہ کچھ نہیں ہے
(یعنی نہ اس کے ذمہ قصاص ہے نہ اور دیت ہے) لیکن کوئی عورت مرتد ہو جائے تو اسے قتل نہ
کیا جائے بلکہ وہ قید کر دی جائے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے (یا قید خانہ ہی میں پڑی مر
جائے) اور مسلمان کے مرتد ہونے سے اس کی ملک زائل ہو جاتی ہے (وہ اپنے مال کا مالک
نہیں رہتا) اور یہ زوال موقوف رہتا ہے پھر اگر وہ پھر مسلمان ہو گیا تو اس کی ملک پھر ویسے ہی
ہو جاتی ہے اور اگر مر گیا یا ارتداد ہی کی حالت میں قتل کر دیا گیا تو جو مال اس نے اسلام کی
حالت میں کمایا تھا وہ اس کے مسلمان وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گا (یعنی وہ اس کے مالک
ہو جائیں گے) اور جو اس کی ارتداد کی حالت کی کمائی ہوئی وہ مال فے ہو جائے گی اور اگر کوئی مرتد
ہو کے دار الحرب میں چلا گیا اور اس کے دار الحرب میں چلے جانے پر حاکم نے حکم کر دیا تو اس
کے مدبر غلام اور ام ولد جو لونڈیاں سب آزاد ہو جائیں گے اور جن لوگوں پر اس کا قرض ہو گا وہ
ان کے لیے حلال ہو جائے گا اور اس کی اسلام کی حالت میں کمائی اس کے مسلمان وارثوں کی
طرف منتقل ہو جائے گی اور جو اس کے ذمہ اسلام کی حالت میں قرض ہوا ہو گا وہ اسلام ہی کی
حالت کی کمائی سے ادا کر دیا جائے گا اور جو قرض اس کے ذمہ ارتداد کی حالت میں ہوا ہو گا وہ
ارتداد ہی کی حالت کی کمائی سے ادا کر دیا جائے گا۔

تو امام ان سے جنگ کرے یہاں تک کہ ان کا جتھا ٹوٹ جائے اور اگر ان کی دوسری اور بھی جماعت ہے (یعنی ان کی دو جماعتیں ہیں ایک لڑتی ہے اور دوسری تیار کھڑی ہے) تو ان کے زخمیوں کو گرفتار کرنے اور جو بھاگیں ان کا تعاقب کرے اور اگر دوسری جماعت نہیں ہے تو نہ ان کے زخمیوں کو گرفتار کرے اور نہ بھاگنے والوں کا تعاقب کرے اور نہ ان کی اولاد کو قید کرے اور نہ ان کا مال تقسیم کیا جائے اور ان کے ہتھیاروں سے جنگ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر اس وقت کہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہو (کہ اور ہتھیار ان کے پاس نہ ہوں) اور ان کے مال کی حفاظت امام کرے اور ان کو نہ دے اور نہ اسے تقسیم کرے ہاں جب وہ (اس بغاوت سے) توبہ کر لیں تو ان کا مال انہی کو دے دیا جائے۔

جو خراج اور عشر ان باغیوں نے ان شہروں سے وصول کر لیا ہو کہ جن پر انہوں نے چڑھائی کی تھی تو امام ان سے دوبارہ نہ لے لیں اگر انہوں نے اس موقع پر صرف کر دیا ہے تو جس سے وہ مال لیا گیا تھا وہ بری الذمہ ہے اور اگر انہوں نے موقع پر خرچ نہیں کیا تو دیانۃً ان پر واجب ہے کہ دوبارہ دیں۔

فائدہ: دیانت کے یہ معنی ہیں کہ حاکم ان سے مطالبہ نہ کرے بلکہ وہ خود ہی اس وجہ سے دوبارہ دے دیں کہ وہ مال مستحق کو نہیں پہنچا۔

کتاب الحظر والاباحة

ممنوع اور مباح چیزوں کا بیان

ترجمہ: مردوں کو ریشمی کپڑا پہننا جائز نہیں ہے اور عورتوں کو جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا تکیہ لگانا جائز ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تکیہ لگانا بھی مکروہ ہے اور ان کے نزدیک لڑائی کے وقت ریشم اور دیبا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (لڑائی کے وقت بھی پہننا) مکروہ ہے۔

فائدہ: واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لڑائی میں ریشم اور دیبا کا پہننا اس وقت مکروہ ہے کہ خالص ریشم ہی ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو خالص ریشم کے پہننے سے

دیا اور زمستو دنیا نے لیا کرنا مکروہ ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: سونے کے پانی سے مسجد میں نقش و نگار کرنا جائز ہے۔

فائدہ: مگر نہ کرنا بہتر ہے جندی نے لکھا ہے کہ اگر یہ خرچ مسجد کی آمدنی میں سے نہیں ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور اس مسجد کا متولی اس کا ضامن ہوگا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: خصی سے خدمت لینی مکروہ ہے اور چوپاؤں کو خصی کرنے اور گدھے کو گھوڑی پر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہدیہ اور اذن میں غلام اور لڑکے کے قول کا اعتبار کر لینا جائز ہے۔

فائدہ: یہ اس وقت ہے کہ جب غالب ظن ہو کہ یہ سچ کہتے ہیں اور اگر غالب ظن یہ نہ ہو تو جائز نہیں۔ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ۔

ترجمہ: اور معاملات میں فاسق کے قول کا اعتبار کر لیا جائے۔

فائدہ: معاملات سے مراد یہ ہے مثلاً وکالت مضاربت تجارت کی اجازت اور یہ بھی اسی وقت ہے کہ جب غالب گمان یہ ہو کہ یہ سچا ہے اور اگر غالب گمان اس کے جھوٹے ہونے پر ہو تو اس کے کہنے پر عمل نہ کیا جائے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور دیانات میں عادل کے سوا اور کسی کا قول معتبر نہ ہوگا۔

فائدہ: برابر ہے کہ وہ عادل آزاد ہو یا غلام ہو یا لونڈی ہو اور دیانات سے مراد یہ ہے مثلاً پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: مرد کو اجنبی عورت کا بدن دیکھنا جائز نہیں ہے سوائے اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے پس اگر کوئی شہوت ہو جانے سے بے بس ہو تو وہ غیر عورت کا چہرہ بھی نہ دیکھے ہاں کسی ضرورت کی وجہ سے (دیکھ لینا جائز ہے) اور جب قاضی کسی عورت پر حکم لگانا چاہے یا گواہ کسی عورت پر گواہی دینی چاہے تو انہیں اس عورت کا چہرہ دیکھ لینا جائز ہے اگرچہ شہوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

طبیب کو عورت کے مرض کی جگہ کو دیکھنا جائز ہے اور مرد مرد کے سارے جسم کو دیکھ سکتا ہے (یعنی سارا جسم دیکھنا جائز ہے سوائے ستر عورت کے یعنی) سوائے ناف سے لے کر

گھٹنے تک کے درمیانی جسم کے اور جس قدر مرد کو عورت کا جسم دیکھنا جائز ہے اسی قدر عورت کو
مرد کا جسم دیکھنا جائز ہے۔ اور عورت کو عورت کا اسی قدر جسم دیکھنا جائز ہے جس قدر مرد کو مرد کا
جسم دیکھنا جائز ہے (یعنی عورت کو بھی دوسری عورت کی ستر عورت دیکھنا جائز نہیں ہے) اور مرد کو
اپنی بیوی اور اپنی اس لونڈی کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے جو اس کے لیے حلال ہو۔ اور مرد کو اپنی
محرم عورتوں کے چہرہ اور سر سینہ دونوں پنڈلیوں دونوں بازوؤں کو دیکھنا جائز ہے اور ان کی پشت
اور پیٹ اور رانوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: محارم وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح کرنا ہمیشہ حرام ہے برابر ہے کہ نسب کی وجہ سے ہو
یا کسی سبب مثلاً رضاعت یا مصاہرت کی وجہ سے ہو۔ کذا فی الہدایہ۔

تشریح: اور عورت کا جس قدر جسم مرد کو دیکھنا جائز ہے اس کو مس کرنا بھی جائز ہے اور مرد کو
جس قدر اپنی محرم عورتوں کا جسم دیکھنا جائز ہے اسی قدر غیر کی لونڈی کا جسم بھی دیکھنا جائز ہے اور
جب اسے خریدنا چاہے تو اس کے مس کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ شہوت ہو جانے
کا اندیشہ ہو۔

خصی مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا مثل مرد کے دیکھنے کے ہے اور غلام کو اپنی مالکہ کے
جسم کو دیکھنا جائز نہیں ہے سوائے اسی قدر جسم کے کہ جتنا غیر مرد کو اس عورت کا جسم دیکھنا جائز
ہے اور اپنی لونڈی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنا (یعنی نطفہ کو باہر گرانا) جائز ہے اور
اپنی بیوی سے اس کی اجازت بغیر عزل کرنا جائز نہیں ہے اور غلہ اور چوپایوں کے چارہ کو گراں
ہونے کے قصد سے روک لینا ایسے شہر میں مکروہ ہے کہ جہاں اس سے اس شہر کے باشندوں کو
تکلیف ہوتی ہے اگر کوئی اپنی زمین کے غلہ کو روک لے یا اس غلہ کو جو کسی اور شہر سے کوئی لے آیا
ہو تو یہ روک لینے میں داخل نہیں ہے اور بادشاہ کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے سے لوگوں پر
کوئی نرخ مقرر کرے اور فتنہ و فساد کے دنوں میں ہتھیار کا فروخت کرنا مکروہ ہے اور ایسے شخص
کے ہاتھ انگور کا شیرہ فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کی بابت یہ معلوم ہو جائے کہ یہ
اس سے شراب بنائے گا۔

کتاب الوصایا

وصیتوں کا بیان

ترجمہ: وصیت کرنی واجب (یعنی ضروری) نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

فائدہ: یعنی کسی اجنبی کے لیے اگر موصی چاہے تو وصیت کر دینی مستحب ہے نہ کہ وارث کے لیے۔ اور دین وصیت اور میراث پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ دین کو ادا کرنا واجب ہے اور وصیت مستحب ہے اور واجب مستحب سے مقدم ہوتا ہے پھر یہ دونوں میراث سے مقدم ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے میراث کو ان دونوں کے بعد ثابت کیا ہے چنانچہ فرمایا "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ"۔ كذا في الجوهرة النيرة۔

وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ترجمہ: اور وارث کے واسطے وصیت کرنی جائز نہیں ہاں (اگر مورث کے مرنے کے بعد) سارے وارث اس کو جائز رکھیں۔

فائدہ: وصیت کے جائز نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "إن الله أعطى كل ذي حق حقه ألا لا وصية لوارث" یعنی خدا نے ہر حق دار کو حق دے دیا (یعنی مقرر کر دیا ہے) لہٰذا وارث کے واسطے وصیت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے چونکہ ممانعت وارثوں ہی کے حق کی وجہ سے ہے اس لیے اگر وہ خود ہی جائز رکھیں تو جائز ہو جائے گی۔ كذا في المعتبرات۔

ترجمہ: اور تہائی سے زیادہ کی وصیت کرنی جائز نہیں ہے اور نہ قاتل کے واسطے کرنی جائز ہے اور مسلمان کو کافر کے واسطے اور کافر کو مسلمان کے واسطے کرنی جائز ہے۔

وصیت کا اجراء کب ہوگا اور وصیت (موصی کے) مرنے کے بعد قبول کی جائے پس اگر موصی لہ نے اس کی زندگی میں قبول کر لی یا رد کر دی تو یہ باطل ہے۔

ترجمہ: یعنی اس وقت نہ اس کے قبول کرنے کا اعتبار ہے اور نہ رد کرنے کا۔ کیوں کہ اس کے ثبوت کا وقت موصی کے مرنے کے بعد ہے اور واضح رہے کہ وصیت میں تین شخص ہوتے

میں ایک موصی یعنی وصیت کرنے والا دوسرا موصیٰ لہ یعنی جس کے واسطے وصیت کی جائے تیسرا
وصی یعنی جو وصیت کی تعمیل کرے۔ آئندہ مسائل کے لیے ان الفاظ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ترجمہ: اور مستحب یہ ہے کہ وصیت تہائی سے کم کی کرے۔

وصیت کے متفرق مسائل ✵ اور جب کسی نے کسی شخص کو وصیت کی اور موصیٰ لہ کے
سامنے اس وصی نے اس وصیت کو قبول کر لیا اور اس کے پیٹھ پیچھے اس کا انکار کر دیا تو یہ انکار
معتبر نہ ہوگا اور اگر اس کے سامنے ہی انکار کر دیا تب تو اس کا انکار معتبر ہو جائے گا اور موصیٰ بہ
(یعنی جس چیز کی وصیت کی گئی ہو وہ) قبول کرنے سے (موصیٰ لہ کی) ملک میں آتی ہے مگر
ایک مسئلہ میں (بغیر قبول کیے بھی ملک میں آ جاتی ہے) اور وہ یہ ہے کہ موصی (وصیت کر کے) مر
گیا پھر موصیٰ لہ بھی (موصیٰ بہ کے) قبول کرنے سے پہلے مر گیا تو اس صورت میں موصیٰ بہ
اس کے وارثوں کی ملک میں داخل ہو جائے گی۔

فائدہ یہ صورت خلاف قیاس یعنی استحسان ہے ورنہ قیاس یہی چاہتا تھا کہ یہ وصیت باطل ہو
جانی چاہیے کیونکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ملک قبول کرنے پر موقوف رہتی ہے جیسی بیع کی صورت
ہوتی کہ جیسے مشتری عقد بیع کرنے کے بعد بیع کو قبول کرنے سے پہلے مر جائے وجہ استحسان
کی وجہ یہ ہے کہ موصی کی طرف سے اس کے مر جانے کے باعث یہ وصیت پوری ہو چکی ہے کہ
اب اس کی طرف سے یہ کسی طرح فسخ نہیں ہو سکتی اور اس میں توقف فقط موصیٰ لہ کے حق کی وجہ
سے تھا جب وہ مر گیا تو اب یہ اس کی ملک میں آ گئی جیسا کہ اس بیع میں ہوتا ہے کہ جس میں
مشتری کو خیار شرط ہو اور وہ اس بیع کو جائز رکھنے سے پہلے مر جائے۔ (ہدایہ)

ترجمہ: اگر کسی نے کسی غلام یا کافر یا فاسق کو وصیت کر دی (یعنی اپنا وصی مقرر کر لیا) تو قاضی
کو چاہیے کہ ان کو وصیت سے خارج کر دے اور دوسروں کو ان کے قائم مقام کر دے اگر کسی نے
اپنے غلام کو کوئی وصیت کر دی اور (اس کے) وارثوں میں باقی بالغ (وصی بننے کے قابل)
تھے تو یہ وصیت درست نہ ہوگی۔ اگر کسی نے ایسے شخص کو وصیت کی کہ جو اس وصیت کو انجام دینے
سے عاجز تھا تو قاضی کو چاہیے کہ (اس کام کے لائق) کسی اور کو اس کی امداد کے لیے مقرر کرے۔

اگر کسی نے دو آدمیوں کو وصیت کی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ان

میں سے ایک کو بلا دوسرے کی (اس وصیت میں) تصرف کرنا جائز نہیں ہے سوائے میت کا کفن خریدنے اور اس کی تجہیز (وتکفین) کرنے اس کی چھوٹی اولاد (یعنی نابالغ اولاد) کے لئے کپڑے کا خرچ دینے اور معین امانت کو واپس دے دینے اور کسی خاص وصیت کو پورا کر دینے اور اس کے کسی معین غلام کو آزاد کر دینے اور قرض ادا کرنے اور اس میت کے حقوق میں نالش وغیرہ کرنے کے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کاموں میں دونوں کا اکٹھا ہونا ذرا مشکل ہے کیونکہ یہ کام ان دونوں سے ایک حالت میں پورے نہیں ہو سکتے اس لیے کہ جب یہ دونوں بیٹھ کر گفتگو کریں گے تو یہ بھی سمجھ میں نہ آئے گا کہ دونوں کیا کہہ رہے ہیں اور جب ان کاموں کا اہتمام ہو کر کسی چیز پر قبضہ ہونے کی نوبت آئے تو ان میں سے ایک کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے کی اجازت کے بغیر قبضہ کرے بلکہ دونوں کی رائے ہونی ضروری ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر کام میں ہر ایک کا فعل مثل دونوں کے ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اگر کسی نے دو آدمیوں کے لیے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تھی اور وارثوں نے اس (دو تہائی مال کی وصیت) کو منظور نہ کیا تو فقط ایک تہائی مال ان دونوں میں نصف نصف کر دیا جائے گا اور اگر ایک کے لیے ایک تہائی حصہ کی وصیت کی تھی اور دوسرے کے لیے چھٹے حصہ کی تو ایک تہائی میں سے دو حصے ایک کو دے دیئے جائیں اور ایک حصہ ایک کو (یعنی یک تہائی اس کی وصیت کے مطابق تقسیم کر دی جائے) اور اگر کسی نے ایک آدمی کے لئے اپنے سارے مال کی وصیت کی اور دوسرے کے لیے تہائی مال کی اور وارثوں نے اسے منظور نہ کیا تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک تہائی کے چار حصے کر کے ان دونوں کو دے دیئے جائیں (یعنی تین حصے اس کو جس کے لیے سارے مال کی وصیت کی تھی اور ایک حصہ اس کو جس کے لیے ایک تہائی کی کی تھی) اور امام ابو حنیفہ ؒ کا قول یہ ہے کہ ایک تہائی دونوں میں نصفا نصف کر دی جائے۔ اور امام صاحب کے نزدیک موصی لہٗ کو تہائی سے زیادہ نہیں دیا جاتا۔ سوائے ان تین صورتوں کی بابت محاباۃ دراہم مرسلہ کے۔

فائدہ: محاباۃ اصل میں بیع میں مسامحت کرنے کو کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص

کے دو غلام تھے ایک غلام کی قیمت بارہ سو تھی اور دوسرے کی چھ سو۔ ان غلاموں کے مالک نے
یہ وصیت کی کہ میرا ایک غلام تو سو روپیہ میں مثلاً زید کو دیا جائے اور دوسرا سو ہی میں عمرو کو تو اس
صورت میں ایک کے لیے ایک ہزار کی محابات ہے دوسرے کے لیے پانچ سو کی اور یہ سب
وصیت ہے کیونکہ بیماری کی حالت میں ہوئی ہے پس اگر یہ تہائی مال سے نکل سکے یعنی اس کے
سوا دو حصے مال اور ہو تو یہ وصیت جائز ہو جائے گی اور اگر یہ تہائی مال سے نہیں نکل سکتا یعنی اس
طرح پر کہ ان دونوں کے سوا اور مال اس کے پاس نہیں ہے اور وارثوں نے اس کو منظور نہیں کیا
تو ان کی محابات تہائی مال میں جائز ہو جائے گی اور وہ تہائی ان دونوں میں وصیت کے موافق
تقسیم کر دیا جائے گا یعنی اس بیع میں چار سو ایک کو اور دو سو دوسرے کو چھوڑ دیں گے اور باقی
قیمت ان سے وصول کر لیں گے اور سعایت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے دو غلاموں
کے آزاد کرنے کی وصیت کی تھی جن میں ایک کی قیمت ایک ہزار تھی اور دوسرے کی دو ہزار اور
موصی کے پاس بجز ان دو غلاموں کے اور مال نہیں ہے اگر اس وصیت کو وارثوں نے منظور کر لیا
تو یہ دونوں غلام بالکل آزاد ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے منظور نہیں کیا تو یہ دونوں ایک تہائی
سے آزاد ہو جائیں گے اور اس کا ایک تہائی مال ایک ہزار ہے پس یہ ایک ہی ہزار وصیت کے
موافق ان دونوں میں ہو گا یعنی ایک ہزار کے دو حصے اس کے ہیں جس کی قیمت دو ہزار تھی اور
باقی قیمت یہ دونوں محنت مزدوری کر کے وارثوں کو ادا کریں گے۔

اور دراہم مرسلہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے ایک آدمی کو دو ہزار اور دوسرے کو
ایک ہزار درہم دینے کی وصیت کی اور اس کا تہائی مال ایک ہی ہزار درہم ہیں اور وارثوں نے یہ
وصیت منظور نہیں کی تو اس صورت میں وہ ایک تہائی درہم ان دونوں میں تقسیم کر دیے جائیں
گے کیونکہ ماتن کا مطلب یہ ہے کہ اگر دو شخصوں کے لیے وصیت کم و بیش ہو اور تہائی مال سے ہر
وصیت کم ہو یا برابر ہو تو اس تہائی میں سے دونوں کو وصیت کے موافق کم و بیش ملے گا۔

اور اگر وصیت تہائی سے زیادہ ہے تو اب ایک تہائی میں سے دونوں کو برابر حصے ملے
گا مثلاً ایک کو ایک تہائی کی وصیت کی تھی اور دوسرے کو دو تہائی کی یا کل کی تو اس صورت میں
دونوں کو ایک تہائی میں نصفا نصف ملے گا کسی کو زیادہ نہ ملے گا ہاں ان تین صورتوں میں زیادہ

والے کو زیادہ ملے گا اور کم والے کو کم۔ نہ یہ کہ تہائی سے زیادہ ملے گا بلکہ اس کے مقابل یعنی
دوسرے موصی لہ سے زیادہ ملے گا۔ (حاشیہ وغیرہ)

مسئلہ: اگر کسی نے وصیت کی اور جس قدر اس کے پاس مال ہے اتنا ہی اس کے ذمہ قرض
بھی ہے تو یہ وصیت درست نہ ہوگی ہاں اگر قرض خواہ قرض معاف کر دیں (یا قرض ادا ہو کر
کچھ مال بچ جائے) اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے کے حصہ کی (کسی کے لیے) وصیت کر دی تو
یہ وصیت باطل ہے (کیونکہ یہ وصیت دوسرے کے مال میں ہے) اور اگر کسی نے اپنے بیٹے
کے حصے کے برابر وصیت کی تو یہ جائز ہو جائے گی۔ پس اگر اس کے دو بیٹے ہیں تو اس موصی
لہ کو ایک تہائی مال ملے گا اگر کسی نے اپنی بیماری میں اپنا غلام آزاد کر دیا یا فروخت کر دیا اور
محابات کی (یعنی کم قیمت پر فروخت کیا) یا (کسی کو) ہبہ کر دیا تو (اس کے) یہ سب تصرفات
درست ہوں گے اور تہائی مال میں معتبر سمجھے جائیں گے اور سب موصی لہ اس تہائی مال میں
شریک ہوں گے (یعنی اس کے سوا اور مال کے مستحق نہ ہوں گے) اگر کسی نے پہلے محابات کی
اور پھر آزاد کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک محابات اولیٰ ہے اور اگر پہلے آزاد کر دیا تھا اور
اس کے بعد محابات کی تو یہ دونوں برابر ہیں اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں
آزادی اولیٰ ہے۔

اگر کسی نے اپنے مال سے ایک حصہ کی وصیت کی تو اس کو اس کے برابر دیا جائے گا۔
کہ وارثوں میں جس کا حصہ سب سے کم ہوگا ہاں اگر (اس کے برابر دینے میں) چھٹے حصے سے
کم آتا ہو تو چھٹا حصہ پورا کر دیا جائے گا (اور اس سے زیادہ نہ دیا جائے گا) اگر کسی نے (کسی
کے واسطے) اپنے مال کے ایک جزء کی وصیت کی تھی تو وارثوں سے کہہ دیا جائے گا کہ تم جتنا
چاہو اسے دے دو (کیونکہ جزء مجہول ہے تھوڑے بہت سب کو شامل ہے) اگر کسی نے حقوق
خداوندی کی چند وصیتیں کیں تو ان میں سے فرائض کو اور وصیتوں سے مقدم رکھا جائے گا برابر
ہے کہ موصی نے (بیان کرنے میں) ان کو پہلے بیان کیا ہو یا پیچھے بیان کیا ہو مثلاً حج، زکوٰۃ
کفارات (مقدم ہوں گے) اور جو چیزیں واجب نہیں ہیں ان میں سے جس کو موصی نے پہلے
بیان کیا ہوگا اسی کو پہلے پورا کیا جائے گا۔

اگر کسی نے (اپنی طرف سے) حج کرنے کی وصیت کی تھی تو اسی شہر (کے یعنی اس کی سکونت کی جگہ) سے حج بدل کرنے والے کو روانہ کریں اور وہ سواری پر جائے پس اگر وصیت کا مال اتنا نہیں ہے جو خرچ کو کافی ہو تو جہاں سے حج ہو سکے وہیں سے کرا دیا جائے (اس وقت اس کے شہر سے بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے) اگر کوئی شخص حج کو روانہ ہوا تھا اور وہ راستہ میں مر گیا مگر اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کر گیا تو امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک اس کی طرف سے حج اس کی سکونت کی جگہ سے کیا جائے اور امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ جہاں وہ مرا ہے وہیں سے کیا جائے لڑکے اور مکاتب کی وصیت درست نہیں ہے اگرچہ وہ اس قدر مال کو چھوڑ کر مرے کہ جو وصیت کو کافی ہو اور موصی کو (اپنی) وصیت سے پھر جانا جائز ہے اور جب کوئی صریح الفاظ کے ساتھ پھر گیا (یعنی صاف لفظوں میں یہ کہہ دیا کہ میں اپنی وصیت کو واپس لیتا ہوں) تو یہ پھر جانا محقق ہو جائے گا اور اگر وصیت (کر کے اس) کا انکار کرتا ہے تو یہ (امام محمدؒ کے نزدیک) پھرنا نہیں ہوگا۔

فائدہ: اس کی یہ وجہ ہے کہ ایک چیز سے پھر جانا تو پہلے اس چیز کے ہونے کو مقتضی ہے اور ایک چیز کا انکار کرنا اس کے پہلے ہی سے نہ ہونے کو مقتضی ہے پس اگر انکار کو پھر جانا قرار دیا جائے تو پہلے وصیت کے ہونے اور نہ ہونے دونوں کو مقتضی ہوگا اور یہ محال ہے کہ ہو بھی اور نہ بھی ہو۔ اور امام ابویوسفؒ کا قول یہ ہے کہ یہ بھی پھر جانا ہے اس کو مبسوط میں ذکر کیا ہے۔ اور معلوم ہوا کہ روایت کے مطابق بھی ائمہ ثلاثہ کا قول ہے لیکن متون سب کے سب امام محمدؒ کے قول پر ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کما فی المجمع۔

ترجمہ: اگر کسی نے اپنے پڑوسیوں کے واسطے وصیت کی تھی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ پڑوسی مراد ہوں گے جو (اس موصی کے مکان سے) ملے ہوئے ہوں (اور صاحبینؒ کے نزدیک کل اہل محلہ مراد ہوں گے) اگر کسی نے اپنے سسرال والوں کے واسطے وصیت کی تو یہ وصیت اس کی بیوی کے ہر ذی رحم محرم کے واسطے ہوگی اگر کسی نے اپنے دامادوں کے واسطے وصیت کی تھی تو جو عورتیں اس موصی کے ذی رحم محرم ہیں یہ وصیت ان سب کے شوہروں کے واسطے ہوگی۔ اور اگر کسی نے اپنے قرابت داروں کے واسطے وصیت کی (یعنی یہ کہہ دیا کہ میرا

تہائی مال میرے قرابت داروں کو دیا جائے) تو یہ وصیت ان قرابت داروں کے لیے ہوگی جو اس کے ذی رحم محرم میں سب سے زیادہ قریب ہیں اور ماں باپ اور اس کے بچے اس میں شمار نہ ہوں گے یہ وصیت دو اور دو سے زیادہ کے لیے ہوگی۔

فائدہ: ان کا شمار نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ قرابت داری کا لفظ اس آدمی پر بولا جاتا ہے جو کسی اور کے ذریعے سے قریب ہوا ہو اور ماں باپ اصل قرابت ہیں اسی طرح اولاد بھی خود ہی قریب ہوتی ہے ان میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا اس لیے قرابت داری کا لفظ ان کو شامل نہیں ہے اور دوسری دلیل ان کے اس میں شمار نہ ہونے کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اقربین کا والدین پر عطف کیا ہے اور معطوف علیہ سے مغایر ہوتا ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور جب کسی نے یہی (یعنی اپنے قرابتداروں ہی کے واسطے) وصیت کی۔ اور اس کے دو چچا اور دو ماموں ہیں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ وصیت دونوں چچاؤں کے لیے ہوگی اور اگر ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو نصف مال (وصیت کا) ایک چچا کا ہوگا اور نصف دونوں ماموؤں کا اور صاحبین رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ وصیت ان سب کے واسطے ہوگی کہ جو اسلام میں اس کے جد امجد کی طرف منسوب ہیں (یعنی اس کے جد امجد کی اولاد کہلاتے ہیں) اور اگر کسی نے کسی کے واسطے اپنے تہائی روپیہ یا اپنی تہائی بکریوں کے دینے کی وصیت کی تھی اور ان بکریوں یا روپوں سے دو تہائی پھر تلف ہو گئے اور ایک ہی تہائی رہ گئے اور سوائے ان روپوں یا بکریوں کے (اور) جو مال اس کا باقی رہ گیا ہے اس سب کو ملا کر یہ اس کے تہائی میں نکل سکتے ہیں تو یہ بقیہ سب روپے اور بکریاں اس موصیٰ لہ کی ہوں گی اگر کسی نے اپنے ایک تہائی کپڑوں کی وصیت کی تھی پھر ان میں سے دو تہائی تلف ہو گئے اور ایک تہائی رہ گئے اور یہ اس کے کل باقی ماندہ مال کی تہائی میں نکل سکتے ہیں تو یہ موصیٰ لہ انہیں کپڑوں کا مستحق ہوگا کہ جو تہائی رہ گئے ہیں۔

فائدہ: یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب کپڑے مختلف قسم کے ہوں اور اگر سارے ایک ہی قسم کے ہیں تو وہ روپوں کے حکم میں ہیں۔ حاشیہ۔

: اگر کسی نے کسی کے لیے ایک ہزار روپیہ کی وصیت کی تھی اور اس کا مال (دو قسم کا

ہے) نقد بھی ہے اور لوگوں پر قرض بھی ہے تو اگر نقد روپیہ اتنا ہے کہ اس کی تہائی میں سے ایک ہزار روپیہ نکل سکتے ہیں تو موصی لہ کو اس نقدی سے دے دیئے جائیں گے اور اگر اس کی تہائی میں سے نہیں نکل سکتے تو نقدی کی تہائی اسے دے دی جائے گی اور جب کبھی قرض وصول ہوا کرے وہ اس میں سے تہائی لے لیا کرے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ (اپنے) ایک ہزار (روپے) پورے کرلے۔

حمل اور حمل کے واسطے وصیت کرنی جائز ہے لیکن اس وقت کہ جب وہ حمل وصیت کے دن سے لے کر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہو جائے (اور اگر تین دن میں ہو تو ناجائز ہے) اور اگر کسی نے کسی کے لیے ایک لونڈی کی وصیت کی اور حمل کو مستثنیٰ کر لیا تو یہ وصیت اور استثناء دونوں درست ہوں گے (لونڈی موصی لہ کی ہوگی اور حمل موصی کے وارثوں کا) اگر کسی نے لونڈی کی وصیت کی تھی اور موصی لہ نے ابھی اس کو قبول نہیں کیا تھا کہ موصی کے مرنے کے بعد اس لونڈی کے بچہ پیدا ہو گیا پھر موصی لہ نے اس کو قبول کر لیا اور یہ دونوں (یعنی لونڈی اور اس کا بچہ) اس موصی کے تہائی (مال) سے نکل سکتے ہیں تو یہ دونوں موصی لہ کے ہوں گے اور اگر تہائی سے نہیں نکل سکتے تو صاحبین کے نزدیک کل مال کا تہائی اس بچہ اور لونڈی میں نصفا نصف دیا جائے۔

فائدہ: یعنی اس بچہ اور لونڈی کی قیمت کر کے باقی مال میں شامل کر دیں اور پھر ان دونوں کی قیمت کے برابر لے کر موصی لہ کو دے دیں۔

تشریح: اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اول تہائی مال لونڈی سے پورا کریں اگر کچھ بچ رہے (یعنی لونڈی سے پورا نہ ہو سکے) تو وہ بچہ سے وصول کریں اپنے غلام کی خدمت اور اپنے مکان کی سکونت کی وصیت کرنی جائز ہے۔ جب کہ اس خدمت اور سکونت کی مدت معین ہو۔

فائدہ: اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی یہ وصیت کر جائے کہ فلاں شخص میرے مکان میں برس یا دو برس رہے یا میرا غلام برس یا دو برس اس کی خدمت کرے تو اس مدت معین کے سوا یہ وصیت درست ہے۔

ترجمہ: اور یہ ہمیشہ کو جائز ہے (یعنی اگر کوئی اپنے غلام کی ساری عمر کی خدمت کی وصیت کر دے تو یہ بھی درست ہے) پس اگر (اس موصی کے) تہائی مال سے نکل سکتا ہے تو اس کو خدمت کے لیے موصیٰ لہٗ کے حوالے کر دیا جائے اور اگر سوائے اس غلام کے اور مال اس کے لیے نہیں ہے تو یہ غلام دو روز (اس موصی کے) وارثوں کی خدمت کرے اور ایک روز اس موصیٰ لہٗ کی اور جب یہ موصیٰ لہٗ مر جائے گا تو یہ غلام وارثوں ہی کا ہو جائے گا (یعنی موصیٰ لہٗ کے وارثوں کا نہ ہوگا) اور اگر موصیٰ لہٗ موصی (کے سامنے ہی یعنی اس) کی زندگی ہی میں مر گیا تو یہ وصیت باطل ہو جائے گی۔

فائدہ: باطل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وصیت کا پورا ہو جانا موصی کے مرنے پر معلق ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وصیت کو قبول کر لینا وصیت کے درست ہونے کی شرط ہے اور قبول کی شرط یہ ہے کہ موصی کے مرنے کے بعد ہو اور جب موصی اس سے پہلے ہی مر گیا تو یہ شرط معدوم ہو گئی لہٰذا اب مشروط کا وجود نہ ہوگا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اگر کسی نے فلاں کی اولاد کے واسطے وصیت کی (یعنی یہ کہہ دیا کہ فلاں کی اولاد کو اتنا دینا) تو اس وصیت میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں برابر ہوں گے (کیونکہ اولاد کا لفظ دونوں کو شامل ہے) اگر کسی نے فلاں کے وارثوں کے واسطے وصیت کی تو یہ وصیت ان میں آیۃ "للذکر مثل حظ الانثیین" کے مطابق ہوگی (یعنی عورت سے مرد کا حصہ دو چند ہوگا) اگر کسی نے (مثلاً) زید اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تھی (یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ ان دونوں کو میرے مال میں سے تہائی دے دینا) اور عمرو اس وقت مر چکا تھا تو یہ تہائی مال سارا زید کا ہے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مر چکا ہے وہ موصیٰ لہٗ نہیں ہو سکتا اس لیے وہ اس زندہ کا مزاحم نہ ہوگا کہ جو موصیٰ لہٗ ہو سکتا ہے جیسے کہ جب کوئی ایک آدمی اور ایک دیوار وغیرہ کے واسطے وصیت کر دے تو یہ وصیت بھی ساری اس آدمی ہی کے لیے ہوتی ہے اس وجہ سے کہ دیوار وغیرہ میں سے اس کی قابلیت نہیں ہے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب موصی کو عمرو کا مرنا معلوم نہ ہوگا تو زید کو اس تہائی مال کا نصف ملے گا کیونکہ موصی نے

نزدیک عمرو کے لیے یہ وصیت درست تھی اس لیے کہ اسے اس کا مرنا معلوم نہ تھا تو اس سے معلوم ہو کہ وہ اس زندہ یعنی زید کو تہائی کا نصف ہی دینے پر راضی ہوا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب اسے عمرو کا مرنا معلوم ہو جائے اور پھر وہ اس طرح وصیت کرے کیونکہ مردہ کے لیے وصیت کرنا لغو ہے لہٰذا معلوم ہو کہ وہ اس زندہ ہی کو تہائی مال دینے پر راضی ہے۔ کذا فی الہدایہ

ترجمہ: اگر کسی نے یہ کہا کہ (یعنی اس طرح وصیت کی) میرا تہائی مال زید اور عمرو میں تقسیم کر دینا اور زید مر چکا تھا تو عمرو کو تہائی کا نصف ملے گا (کیونکہ تقسیم کا لفظ اشتراک کے لیے ہے اس لیے گویا اس نے یہ وصیت کی ہے کہ ان دونوں کو تہائی کا نصف نصف دینا) اگر کسی نے (کسی کے واسطے) اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور اس وقت اس کے پاس کچھ مال نہیں تھا پھر (وہ تندرست ہو گیا اور) اس نے کچھ مال کمایا تو اس کے مرنے کے وقت جو چیز اس کی ملکیت ہوگی اس کی ایک تہائی کا یہ موصیٰ لہ مستحق ہوگا۔

فائدہ: اس کے مستحق ہونے کا یہ سبب ہے کہ وصیت ایسا عقد ہے جو موت کے بعد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا حکم بھی موت کے بعد ہی ہوتا ہے اس لیے مال کا ہونا موت کے وقت شرط ہے نہ کہ موت سے پہلے۔ (حاشیہ)

كتاب الفرائض

میراث وغیرہ کی تقسیم کا بیان

ترجمہ: مردوں میں سے جن کے وارث ہونے پر اجماع ہے وہ دس ہیں: بیٹا' پوتا اگرچہ نیچے کا ہو (یعنی پڑپوتا وغیرہ) باپ' دادا اگرچہ بہت اوپر کا ہو (یعنی پردادا وغیرہ ہو) بھائی' بھتیجا' بھتیجے' چچا کا بیٹا' شوہر' آزاد کرنے والا' اور عورتوں میں سے (جن کے وارث ہونے پر اجماع ہے) سات ہیں: بیٹی' پوتی' ماں' سگی دادی یا نانی' بہن' بیوی' آزاد کرنے والی۔

فائدہ: دادی یا نانی اور آزاد کرنے والی کی میراث کا قرآن شریف میں ذکر نہیں ہے بلکہ ان کی میراث ہونی حدیث سے ثابت ہوئی ہے کیونکہ مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات

کے بعد ایک صحابی کی دادی یا نانی اپنی میراث لینے کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی تھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے یہ جواب دیا کہ کتاب اللہ میں تیری میراث کا ذکر کہیں نہیں ہے لہٰذا میں نہیں دلوا سکتا۔ اسی وقت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صحابی کھڑے ہوئے اور یہ بیان کیا کہ میرے سامنے آنحضرت ﷺ کی خدمت بابرکت میں ایک شخص کی دادی یا نانی آئی تھی تو اس نے اپنی میراث کی درخواست کی تھی تو حضور انور ﷺ نے اسے چھٹا حصہ دلایا تھا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی اسے چھٹا حصہ دلا دیا اور آزاد کرنے والی کی میراث کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت اپنے آزاد کردہ اور اپنے اس بچہ کی وارث ہو سکتی ہے کہ جوڑ تا ہے اس جوہرۂ نیرہ۔

ترجمہ: چار آدمی وارث نہیں ہوتے (یعنی انہیں ورثہ نہیں پہنچتا) ایک غلام دوسرے قاتل اس کا ورثہ نہیں لے سکتا کہ جس کو اس نے قتل کر دیا ہو تیسرے مرتد (یعنی جو اسلام سے پھر گیا ہو) چوتھے غیر دین والا (یعنی کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا) اور وارثوں کے وہ حصے جو قرآن شریف میں مقرر کیے گئے ہیں چھ ہیں۔ آدھا، چوتھائی، آٹھواں، تہائی، دو تہائی، چھٹا اور آدھا پانچ وارثوں کو ملتا ہے بیٹی کو اور پوتی کو لیکن پوتی کو اس وقت کہ جب صلبی بیٹی نہ ہو اور حقیقی بہن کو اور حقیقی بہن نہ ہو تو علاتی بہن کو (علاتی بہن وہ ہے جو باپ میں شریک ہو) اور شوہر کو اس وقت کہ جب میت کے بیٹا یا پوتا وغیرہ یا پڑپوتا وغیرہ نہ ہو اور چوتھائی حصہ شوہر کے لیے اس وقت ہے جب کہ میت کے بیٹا یا پوتا وغیرہ ہو اور بیوی کے لیے اس وقت ہے کہ میت کے اولاد نہ ہو نہ بیٹا ہو اور نہ پوتا وغیرہ۔

اور آٹھواں حصہ بیویوں کے لیے ہے جس وقت کہ میت کے (یعنی ان کے شوہر کے) اولاد یا پوتے پوتی ہو اور جن وارثوں کا اکیلے ہونے کی صورت میں آدھا حصہ مقرر ہے جس وقت وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں گے تو ان کا حصہ دو تہائی ہو گا سوائے شوہر کے اور تہائی حصہ ماں کے لیے ہے اس صورت میں کہ میت کے نہ بیٹا ہو نہ پوتا وغیرہ ہو اور نہ اس کے دو بھائی یا دو بہنیں یا ان سے زیادہ ہوں۔ اور ماں کے واسطے دو مسئلوں میں باقی کی تہائی مقرر ہے ایک مسئلہ تو یہ کہ شوہر اور ماں باپ وارث ہوں (یعنی ان کے سوا اور کوئی بیٹا وغیرہ میت کے نہ

ہوں) دوسرے یہ کہ بیوی اور ماں باپ وارث ہوں ان دونوں صورتوں میں شوہر یا بیوی کو حصہ دینے کے بعد جو کچھ بچے گا اس کی تہائی ماں کو ملے گی اور یہی تہائی حصہ اخیافی بھائی اور بہنوں کا ہوتا ہے خواہ دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں اس میں مرد اور عورتیں (یعنی بھائی اور بہنیں) برابر ہیں اور چھٹا حصہ سات آدمیوں کے لیے ہے (یعنی) ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے جب کہ میت کے بیٹا یا پوتا وغیرہ ہو اور جب میت کے بھائی بہن دو یا دو سے زیادہ ہوں تو بھی چھٹا حصہ ماں کے لیے ہے اور دادی و نانی اور دادا کے لیے بھی چھٹا حصہ ہے جب کہ میت کے بیٹا یا پوتا ہو اور جب میت کے ایک بیٹی ہو (اور پوتیاں ہوں) تو بھی چھٹا حصہ پوتیوں کو ملتا ہے اور اگر میت کے ایک حقیقی بہن ہو (اور چند علاتی بہنیں ہوں) تو علاتی بہنوں کا بھی چھٹا حصہ ہے اور اگر (فقط) ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو تو اس کا بھی چھٹا حصہ ہے اور ماں کے ہوتے دادیاں اور نانیاں ساقط ہو جاتی ہیں (یعنی میت کی ماں کے ہوتے ان کو ورثہ نہیں پہنچتا) اور (جب میت کے باپ ہو تو) باپ کے ہوتے دادا اور بھائی اور بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں اور اخیافی بہن بھائی چار (وارثوں) کے ہوتے ساقط ہو جاتے ہیں وہ چار یہ ہیں کہ میت کے بیٹا ہو یا پوتا ہو یا باپ ہو یا دادا ہو۔

جب بیٹیوں کو پورا دو تہائی مل جائے تو (یعنی وہ دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں کیونکہ اس صورت میں ان کا حصہ دو تہائی ہوتا ہے تو) پھر پوتیاں ساقط ہو جائیں گی (ان کو حصہ نہ ملے گا) ہاں اگر ان کے ساتھ یا ان سے نیچے کوئی لڑکا ہو (یعنی ان کا بھائی بھتیجا ہو) تو وہ ان کو اپنے ساتھ عصبہ کر لے گا اور جب حقیقی بہنیں (اپنا) دو تہائی حصہ لے لیں تو پھر علاتی بہنیں ساقط ہو جائیں گی (ان کا حصہ ورثہ میں نہ ہو گا) ہاں اگر ان کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہو تو وہ انہیں عصبہ کر لے گا۔

باب العصبات

عصبی رشتہ داروں کا بیان

ترجمہ: عصبوں میں سب سے زیادہ قریب بیٹے ہوتے ہیں پھر ان کے بیٹے (یعنی اگر میت کے بیٹے نہ ہوں اور پوتے ہوں تو وہ عصبہ ہیں اگرچہ بہت دور کے ہوں (یعنی پڑپوتے وغیرہ دور کے ہوں) پھر باپ دادا پھر باپ کے بیٹے یعنی میت کے بھائی (اگر یہ بھی نہ ہوں تو) پھر دادا کے بیٹے یعنی میت کے چچے (تائے اگر یہ بھی نہ ہوں تو) پھر باپ کے دادا کے بیٹے (یعنی میت کے باپ کے چچے تائے) اور جب باپ کے بیٹے درجہ میں برابر ہوں تو ان میں سے زیادہ مستحق وہ ہوگا کہ جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے (میت کا بھائی) ہو (مقصود یہ ہے کہ حقیقی بھائی علاتی بھائی پر مقدم ہوگا)

اور جب (میت کا) بیٹا اور پوتا اور بھائی اپنی اپنی بہنوں کے ساتھ ہوں تو ان میں مال کی تقسیم آیۂ "للذکر مثل حظ الانثیین" کے مطابق ہوگی (یعنی مرد کو عورت سے دو گنا حصہ ملے گا) اور ان تینوں کے سوا جو اور قسم کے عصبہ ہوں ان میں میراث مردوں ہی کو ملتی ہے۔ عورتوں کو (یعنی ان کی بہنوں کو) میراث نہیں ملتی اور جب کسی کے نسبی عصبہ نہ ہوں تو اس کا آزاد کرنے والا مولیٰ عصبہ ہے پھر مولیٰ کے عصبہ میں جو سب سے زیادہ قریب ہو۔

باب الحجب

مقررہ حصہ سے کسی وجہ سے محروم ہونا

فائدہ: لغت میں حجب کے معنی منع کے ہیں اور علماء فرائض کی اصطلاح میں حجب اسے کہتے ہیں کہ ایک خاص شخص دوسرے کے ہونے کی وجہ سے میراث سے محروم ہو جائے اگر کل میراث سے محروم ہو تو اس کا نام حجب الحرمان ہے اور اگر میراث کے کسی حصہ سے محروم ہو مثلاً

تہائی کے ملنے کی جگہ چھٹا حصہ ملے گا تو اس کو حجب نقصان کہتے ہیں۔ (حاشیہ)

ترجمہ: میت کے بیٹا یا پوتا یا دو بھائی ہونے کے سبب سے میت کی ماں تہائی حصے سے چھٹے حصے کی طرف محجوب ہو جاتی ہے (یعنی ان کے ہوتے ماں کو تہائی کی جگہ چھٹا حصہ ملتا ہے) اور بیٹیوں کو حصہ دینے کے بعد جو ترکہ باقی رہے وہ پوتوں اور پوتیوں کو اس طرح ملتا ہے کہ ہر مرد کا عورت سے دوگنا حصہ ہے اور جو حقیقی بہنوں کو حصہ دینے کے بعد باقی رہے وہ علاتی بھائیوں اور بہنوں میں اسی طرح تقسیم ہوتا ہے اور جب کسی نے ایک بیٹی اور چند پوتے پوتیاں چھوڑیں تو بیٹی کا نصف ہے اور باقی پوتے پوتیوں کا ہے اس طرح کہ مرد کو عورت سے دوگنا حصہ ملے۔ علیٰ ہذا القیاس (میت کی) حقیقی بہن کو حصہ دینے کے بعد جو باقی رہے وہ (اس کے علاتی بھائیوں اور بہنوں میں) اسی طرح تقسیم ہوگا اور اگر کسی نے اپنے چچازاد دو بھائی (عصبہ) چھوڑے جن میں ایک اس کا اخیافی بھائی بھی ہے تو پہلے اس اخیافی بھائی کو وہ چھٹا حصہ ملے گا جو اس کے لیے مقرر ہے پھر باقی مال ان دونوں میں نصف نصف تقسیم ہو جائے گا۔

اگر کسی عورت نے ایک شوہر ایک ماں یا ایک نانی اور چند بھائی اخیافی اور حقیقی چھوڑے تو شوہر کو نصف اور ماں یا نانی کو چھٹا حصہ اور اخیافی بھائیوں کو تہائی مال ملے گا اور حقیقی بھائیوں کو کچھ نہ ملے گا۔

فائدہ: اس مسئلہ میں امام شافعی کا قول یہ ہے کہ اخیافی اور حقیقی بھائی برابر ہیں لہٰذا ان کو نصفا نصف ملنا چاہیے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے شوہر کا نصف، ماں کا چھٹا اور اخیافی بھائیوں کا تہائی حصہ ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے مقرر کر دیا ہے اور کل مال انہی حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے باقی کچھ نہیں رہتا جو عصبات تک پہنچے۔ (حاشیہ)

باب الرد

تقسیم کے بعد بچے ہوئے مال کو پھیرنے کا بیان

فائدہ: مصنف نے ذوی الفروض، عصبات اور حجب کو بیان کر کے رد کا بیان شروع کیا ہے اور (فرائض میں) رد عول کی ضد ہے کیونکہ عول سے ذوی الفروض کے حصے کم کیے جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھایا جاتا ہے اور رد سے حصے زیادہ کیے جاتے ہیں اور اصل مسئلہ گھٹایا جاتا ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد جو مال بچے وہ بھی انہی حصہ والوں کو ان کے حصوں کے موافق دے دیا جائے گا سوائے میاں بیوی کے (کہ ان کو ان کے مقررہ حصے سے زیادہ نہیں دیا جاتا) اور قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا (مثلاً اگر بیٹے نے باپ کو قتل کر ڈالا تو اس قتل کے سبب سے یہ باپ کی میراث سے محروم ہو جائے گا) اور کفر (سب قسم کا) ایک ہی مذہب ہے اس کے سبب سے کافر (آپس میں) ایک دوسرے کے وارث ہوں گے (اگرچہ مختلف مذاہب کے ہوں) اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلمان کا۔ اور مرتد کا مال اس کے مسلمان وارثوں کا ہے (یعنی اسلام سے پھرنے والا جو مال چھوڑ کر مر جائے وہ اس کے مسلمان وارثوں کو ملے گا) اور جو اس نے مرتد ہونے کی حالت میں کمایا ہے وہ فئے کے حکم میں ہے (فئے کے احکام کتاب السیر میں مذکور ہو چکے ہیں) اگر بہت سے آدمی ڈوب کر یا دیوار وغیرہ کے دب کر مر جائیں اور یہ معلوم نہ ہو کہ ان میں سے پہلے کون مرا ہے تو ہر شخص کا مال اس کے زندہ وارثوں کو ملے گا (یعنی مرنے والوں میں سے کسی کو کسی کا وارث نہ بنایا جائے گا) اور جب ایک مجوسی کی ایسی دو قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ دونوں دو شخص ہوتے تو ایک دوسرے کا وارث ہو جاتا تو ان دونوں کے ذریعہ سے یہ مجوسی بھی وارث ہو جائے گا اور مجوسیوں کو ان فاسد نکاحوں کے سبب سے میراث نہ ملے گی کہ جن کو وہ اپنے دین میں حلال سمجھتے ہیں۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہ مسلمانوں میں توراثت کو ثابت نہیں کرتا لہٰذا وہ مجوس میں بھی اس کو ثابت نہ کرے گا بخلاف انساب کے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: ولد الزنا کا عصبہ اور لعان والی عورت کا عصبہ ان دونوں کی ماں کا مولیٰ ہے اگر کسی میت کی عورت حاملہ ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا مال اس وقت تک تقسیم نہ ہوگا کہ اس کی عورت کو وضع حمل ہو جائے اور میراث میں امام موصوف کے نزدیک دادا بھائی پر مقدم ہے اور صاحبین کے نزدیک دادا کو بھائیوں کے برابر حصہ ملے گا ہاں اگر برابر تقسیم کرنے میں دادا کو تہائی سے کم پہنچے تو وہ بھائیوں کا شریک نہ ہوگا اور جب کسی میت کی کئی نانیاں یا دادیاں ہوں تو ان میں سے چھٹا حصہ اس کو ملے گا جو سب سے زیادہ قریب ہو۔

اور دادا اپنی ماں کو مجوب کر دیتا ہے اور نانا کی ماں وارث نہیں ہوتی (کیوں کہ یہ جدۂ فاسدہ ہے اور جدۂ فاسدہ کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے) اور ہر جدہ اپنی ماں کو مجوب کر دیتی ہے۔

باب ذوی الارحام

ذوی الارحام کا بیان

لغت میں ذوی رحم کے معنی مطلقاً رشتہ دار کے ہیں اور شریعت میں اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جس کا کوئی حصہ قرآن میں یا حدیث میں یا اجماع امت میں مقرر نہ ہوا ہو اور نہ وہ عصبہ ہو شریفیہ میں اسی طرح ہے۔

جب میت کے کوئی عصبہ اور ذوی الفروض نہ ہو تو اس کے ذوی الارحام وارث ہوں گے اور وہ دس قسم کے ہیں۔ بیٹی کی اولاد، بہن کی اولاد، بھتیجا، چچا کی بیٹی، ماموں کی بیٹی، خالہ کی بیٹی، نانا، ماں کا چچا، پھوپھی، اخیافی بھائی کی اولاد، اور جو ان کے ذریعہ سے میت کے رشتہ دار ہوں اور ان سب میں مقدم وہ ہے جو میت کی اولاد ہو (جیسے نواسے) پھر وہ جو میت کے ماں باپ

کی۔ یا ان دونوں میں سے ایک کی اولاد ہو اور وہ بھتیجیاں اور بہنوں کی اولاد ہے۔ پھر میت کے والدین کے والدین کی اولاد یا ان دونوں میں سے ایک کی اولاد ہے اور وہ ماموں اور خالائیں اور پھوپھیاں ہیں اور جب باپ کی اولاد درجہ میں برابر ہو تو ان میں مقدم وہ ہے جو کسی وارث کے ذریعے سے میت کا زیادہ قریب ہو۔

جو زیادہ قریب کا رشتہ دار ہو وہ دور کے رشتہ دار پر مقدم ہے اور ماں باپ والا بھائی بہن کی اولاد پر مقدم ہے اور ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد جو باقی بچے اور کوئی عصبہ نہ ہو تو اس کا سب سے زیادہ حقدار آزاد کرنے والا ہے (اس صورت میں ذوی الارحام کو نہ ملے گا) اور مولی الموالات وارث ہوتا ہے (مولی الموالات کا بیان باب الولاء میں ہو چکا ہے) اگر کسی آزاد شدہ نے اپنے آزاد کرنے والے کا باپ اور بیٹا چھوڑا (یعنی آزاد کرنے والا پہلے ہی مر چکا ہے اور اب اس کا باپ اور بیٹا موجود ہے) تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا مال بیٹے کا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھٹا حصہ باپ کا ہے اور باقی بیٹے کا اور اگر اس نے اپنے آزاد کرنے والے کا دادا اور ایک بھائی چھوڑا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مال دادا کا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مال دونوں کا ہے اور ولاء کا بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

باب حساب الفرائض

حصص نکالنے کا بیان

ترجمہ: جب مسئلہ میں دو نصف ہوں (مثلاً میت نے ایک شوہر اور ایک حقیقی یا علاتی بہن چھوڑی ہو) یا ایک نصف اور باقی ہو (مثلاً ایک شوہر اور چچا چھوڑے ہوں) تو اس کا اصل مسئلہ دو سے ہوگا۔ اور اگر اس میں ایک تہائی اور باقی ہو (مثلاً ماں اور چچا وارث ہوں) یا دو تہائی اور باقی ہو (مثلاً دو بیٹیاں اور چچا وارث ہوں) تو اصل مسئلہ تین سے ہوگا اور اگر اس میں ایک چوتھائی اور باقی ہو (مثلاً ایک بیوی اور عصبہ ہو) یا ایک چوتھائی اور نصف ہو (مثلاً شوہر اور

ایک بیٹی وارث ہو) تو اصل مسئلہ چار سے ہوگا اور اگر اس میں ایک آٹھواں اور باقی ہو (مثلاً بیوی اور ایک بیٹا وارث ہو) یا آٹھواں اور نصف ہو (مثلاً بیوی اور ایک بیٹی وارث ہو) تو اصل مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر اس میں نصف اور تہائی ہے (مثلاً ماں اور ایک حقیقی بھائی وارث ہے) یا نصف اور چھٹا حصہ ہے (مثلاً ماں اور ایک بیٹی وارث ہیں) تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہ (ضرورت کے وقت) سات آٹھ نو دس تک عول ہو سکتا ہے۔

فائدہ: عول سے مقصود یہ ہے کہ جب اصل مسئلہ سے سب وارثوں کو پورا پورا حصہ نہ پہنچ سکے تو بقدر ضرورت اصل مسئلہ کو بڑھا لیا جائے۔ مثلاً اگر شوہر اور دو بہنیں وارث ہیں تو شوہر کو نصف اور بہنوں کو دو تہائی دینا چاہیے اور چھ کا نصف تین اور اس کے دو تہائی چار ہوتے ہیں پس یہ مسئلہ تو چھ سے ہے اور ضرورت کے سبب سے اس کو سات کی طرف عول ہو جائے گا علیٰ ہذا القیاس چھ کا دس تک عول ہو سکتا ہے۔

ترجمہ: اور اگر چوتھائی کے ساتھ ایک تہائی یا چھٹا حصہ ہے تو اس کا اصل مسئلہ بارہ سے ہے اور یہ تیرہ پندرہ سترہ کی طرف عول ہو سکتا ہے اور جب آٹھویں کے ساتھ دو حصے یا دو تہائی ہوں تو اس کا اصل مسئلہ چوبیس سے ہے اور یہ (ضرورت کے وقت) ستائیس کی طرف عول ہو جاتا ہے اور جب (اصل) مسئلہ وارثوں پر پورا تقسیم ہو جائے تو وہ صحیح مسئلہ ہے (اس میں عول وغیرہ کسی کی حاجت نہیں ہے) اور اگر ان میں سے کسی فریق کے حصے ان پر پورے پورے تقسیم نہ ہوں تو اس فریق کے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دے دی جائے اور اگر اس مسئلہ میں عول ہوتا ہے تو جس عدد میں عول ہوتا ہے اس میں ضرب دیا جائے پھر جو حاصل ضرب ہو اس سے صحیح مسئلہ ہوگا مثلاً کسی نے ایک زوجہ اور دو بھائی وارث چھوڑے ہیں تو چوتھائی مال زوجہ کا ہے اور باقی دو بھائیوں کا۔ مگر وہ باقی تین حصے ہیں اور وہ ان دونوں پر منقسم نہیں ہوتے۔ لہٰذا دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دو یہ آٹھ ہو جائیں گے اور اس سے مسئلہ صحیح ہوگا۔ (پس زوجہ کو دو سہام اور ہر بھائی کو تین سہم)

پس اگر وارثوں کے سہام اور ان کے اعداد میں توافق ہے تو ان کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دو۔ مثلاً ایک زوجہ اور چھ بہنیں (وارث) ہیں تو چوتھائی زوجہ کا ہے اور (باقی کے)

تین سہام بیٹوں کے ہیں جو ان پر (برابر) تقسیم نہیں ہوتے اور تین اور چھ میں توافق ہے تو چھ کے وفق یعنی دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب سے تصحیح مسئلہ ہوگا پس اگر دو فریق کے یا زیادہ سہام ان پر (پورے) منقسم نہ ہوں تو ایک فریق (کے عدد) کو دوسرے (فریق کے عدد) میں ضرب دو پھر حاصل ضرب تیسرے فریق (کے عدد) میں پھر اس آخری حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو زوجہ، پانچ دادیاں تین اخیافی بھائی ایک چچا وارث ہیں اور اصل مسئلہ بارہ سے ہے جس میں سے چوتھائی یعنی تین سہام دونوں عورتوں کے اور چھٹا حصہ یعنی دو سہام دادیوں کے اور ایک تہائی یعنی چار سہام تین بھائیوں کے اور باقی یعنی تین سہام چچا کے اس صورت میں دونوں عورتوں اور دادیوں اور بھائیوں کے پورے حصے نہیں بیٹھتے پس ایک فریق یعنی عورتوں کے عدد دو کو دوسرے فریق یعنی دادیوں کے عدد پانچ میں ضرب دیں گے جس سے حاصل ضرب دس ہوں گے پھر اس حاصل ضرب دس کو تیسرے فریق یعنی بھائیوں کے عدد تین میں ضرب دیں گے اس سے حاصل ضرب تیس ہوں گے پھر تیس کو اصل مسئلہ یعنی بارہ میں ضرب دیں گے اب سہام تین سو ساٹھ ہو جائیں گے اور اس سے یہ مسئلہ صحیح ہوگا۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر (دونوں) فریق کے اعداد مساوی ہیں تو ان میں سے ایک کو دوسرے میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں ہے مثلاً دو زوجہ اور دو بھائی (وارث) ہیں تو دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں۔

فائدہ: اس صورت میں اصل مسئلہ چار سے ہے جس میں سے چوتھائی یعنی ایک سہام دونوں زوجہ کا ہے جو ان پر پورا نہیں بیٹھتا اور باقی تین سہام دونوں بھائیوں کے اور یہ بھی ان پر پورے تقسیم نہیں ہوتے پس دو کو اصل مسئلہ یعنی چار میں ضرب دو آٹھ ہو جائیں گے جن میں سے دو سہام دونوں عورتوں کے اور چھ سہام دونوں بھائیوں کے ہوں گے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور اگر ایک فریق کا عدد دوسرے فریق کے عدد کا جز ہو تو بڑے عدد کو ضرب دینا کافی ہے مثلاً چار عورتیں اور دو بھائی وارث ہیں تو جب تم نے چار کو ضرب دیا پھر دو کو ضرب دینے کی

ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر دونوں فریق کے عددوں میں توافق ہو تو ایک وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دے کر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں مثلاً چھ بیٹیاں اور چھ چچا (وارث ہیں) اور چھ اور چار میں توافق بالنصف ہے۔

فائدہ: دو عددوں میں توافق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان میں کا چھوٹا عدد بڑے کو پورا تقسیم نہ کرے ہاں کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو پورا تقسیم کر دے مثلاً چار اور چھ میں دو کا عدد ایسا ہے کہ ان دونوں کو نصفا نصف تقسیم کر دیتا ہے۔ پس اس کا نام توافق بالنصف ہے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: تو ان دونوں (یعنی چھ اور چار) میں سے ایک کے نصف کو دوسرے کے کل میں ضرب دو پھر (حاصل ضرب کو) اس مسئلہ میں ضرب دو یہ اڑتالیس ہو جائیں گے اور یہ مسئلہ صحیح ہوگا پس جب مسئلہ صحیح ہو جائے تو پھر ہر وارث کے سہام کو مذکورہ میں ضرب دو اور جو حاصل ضرب ہو اس کو اس عدد پر تقسیم کرو جس سے مسئلہ صحیح ہوا ہے اس طرح کرنے سے ہر وارث کا حق نکل آئے گا اور اگر (ایسی صورت ہے کہ) ابھی ترکہ تقسیم نہیں ہوا تھا یہاں تک کہ ایک وارث مر گیا اب اگر اس کا وہ حصہ جو پہلی میت سے اس کو پہنچا تھا اس کے وارثوں کے عدد پر پورا تقسیم ہو جاتا ہے تو یہ دونوں مسئلے اسی عدد سے صحیح ہوں گے جس سے پہلا مسئلہ صحیح ہوا ہے اور اگر وہ پورا منقسم نہیں ہوتا اور اس دوسرے میت کا فریضہ (یعنی فرائض کا مسئلہ) اس طریقہ سے صحیح ہوگا جو ہم نے اب ذکر کیا ہے اور اگر دوسری میت کے سہام اور جس سے فریضہ صحیح ہوا ہے ان دونوں میں توافق نہیں ہے تو ایک مسئلہ کو دوسرے میں ضرب دو اور اگر ان کے سہام میں توافق ہے تو دوسرے مسئلہ کے وفق کو پہلے مسئلہ میں ضرب دو (پھر اس سے) جو حاصل ضرب ہو اس سے یہ دونوں مسئلے صحیح ہوں گے۔

فائدہ: اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کے دو بھائی اور ایک شوہر وارث تھے مسئلہ چار سے صحیح ہوتا تھا پھر شوہر مر گیا اور اس نے چار بیٹے چھوڑے یہ اصل مسئلہ بھی چار سے ہوتا ہے اور ان دونوں میں توافق بالنصف ہے تو اب ان کے نصف عدد کو یعنی دو کو دوسرے کے کل میں ضرب دو یہ آٹھ ہو جائیں گے دونوں مسئلے اسی سے صحیح ہوں گے چار سہام دونوں بھائیوں

کے اور چار سہام شوہر کے بیٹوں کے۔ (حاشیہ)

ترجمہ: اور جس وارث کو پہلے مسئلہ سے کچھ نہ ملا ہو وہ اس میں ضرب دیا جائے جس سے دوسرا مسئلہ صحیح ہوا ہے اور جس کو دوسرے مسئلے سے کچھ ملا ہو وہ دوسری میت کے ترکہ کے وفق میں ضرب دیا جائے اور جب مناسخہ کا مسئلہ صحیح ہو جائے اور تم وہ معلوم کرنا چاہو جو درہموں (وغیرہ) کے حساب سے ہر (حصہ دار) وارث کو پہنچتا ہے تو جس عدد سے مسئلہ صحیح ہوا ہے اسے اڑتالیس پر تقسیم کرو پھر جو خارج قسمت ہو ہر وارث کے سہام سے اس کا حصہ لیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب فقط

تمت بالخیر